تحفۂ بیت المقدس

بیت المقدس کے فضائل، اس کے متبرک مقامات، اس کی تاریخ، اور چار روزہ سفر کی کارگذاری پر مشتمل درجِ ذیل پانچ رسائل کا بہترین اور قابل مطالعہ مجموعہ۔

چار دن بیت المقدس میں	بیت المقدس کے متبرک مقامات
تاریخ بیت المقدس	مرغوب المقال فی تشریح لا تُشد الرحال
جمع الاربعین فی فضائل الاقصی و فلسطین	

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

فہرست رسالہ ''چار دن بیت المقدس میں''

بیت المقدس کے اسماء..................................	۱۵
پیش لفظ..................................	۱۶
مولانا انعام الحسن صاحب (حاشیہ)..................................	۱۶
بیت المقدس اور مسجد اقصی کے فضائل ایک نظر میں..................................	۱۷
بیت المقدس میں حضرت یحی علیہ الصلوۃ والسلام کا بنی اسرائیل کو وعظ فرمانا...	۲۰
حضرت عزیر علیہ الصلوۃ والسلام کا سو سال بعد زندہ ہو کر بیت المقدس پہنچنا...	۲۱
بیت المقدس کے فضائل اور اہمیت پر حضرت مقاتل کا جامع بیان	۲۲
سفر کی ابتدا..................................	۲۵
تل ابیب..................................	۲۵
دو ایئر پورٹ پر کسٹم میں لمبے وقت رکوانے کا المیہ (حاشیہ)..................................	۲۵
اذان تہجد خلاف سنت اور منسوخ ہے (حاشیہ)..................................	۲۷
بیت المقدس کے مؤذن کی فضیلت (حاشیہ)..................................	۲۸
مسجد اقصی کے امام شیخ یوسف (حاشیہ)..................................	۲۸
نماز میں تین سکتے سنت ہیں (حاشیہ)..................................	۲۹
حضرت سیدنا سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کا مختصر تذکرہ..................................	۳۰
امام غزالی رحمہ اللہ کا مختصر تذکرہ (حاشیہ)..................................	۳۶
''احیاء العلوم'' کی اہمیت (حاشیہ)..................................	۳۷
جمعہ سے قبل چار رکعات کا احادیث سے ثبوت (حاشیہ)..................................	۳۷

حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کا مدینہ منورہ میں جمعہ سے قبل سنت کا وقت بڑھوانا	۳۸
حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کا مدینہ میں امام صاحب کے عدم توجہ پر حرم کو چھوڑنا	۳۸
مولانا سلیمان ماکڈا صاحب مدظلہ (حاشیہ)........................	۴۲
قبۃ الصخراء اور اس کے فضائل (حاشیہ)........................	۴۳
جمعہ کے دن عصر کے بعد اسی (۸۰) مرتبہ درود شریف کی فضیلت (حاشیہ)...	۴۴
مقام ''الخلیل'' کے فضائل (حاشیہ)........................	۴۶
سیدنا حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام........................	۴۸
سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام........................	۵۰
سیدنا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام........................	۵۲
سیدنا حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام........................	۵۳
بیت اللحم........................	۵۶
آپ ﷺ کا شب معراج میں یہاں نماز ادا فرمانا........................	۵۷
حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیت اللحم کے لئے تیل بھیجنا...	۵۷
بخت نصر کا خواب اور حضرت دانیال علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عجیب تعبیر (حاشیہ)	۵۸
حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے بادشاہ کے دربار میں جھکنے پر انکار (حاشیہ)	۵۹
سیدنا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام........................	۶۱
سیدنا حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام........................	۶۷
حضرت عمر رضی اللہ کا نصاریٰ کے ساتھ کئے گئے معاہدہ کا مضمون........................	۷۰
حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ........................	۷۳

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ..	۷۶
مفتی ابراہیم راجا صاحب مدظلہ (حاشیہ)..	۷۹
مفتی یوسف ساچا صاحب مدظلہ (حاشیہ)..	۷۹
سنت کی عظمت میں تین احادیث..	۸۱
رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ..	۸۳
حضرت مریم علیہا السلام کے مختصر حالات..	۸۷
حضرت مریم علیہا السلام کے فضائل پر احادیث..	۸۸
امام محمد بن سعید البوصیری رحمہ اللہ (حاشیہ)..	۹۳
معراج سے واپسی براق پر ہوئی یا نہیں؟ مولانا ادریس کاندھلوی کا واقعہ......	۹۵
ضروری نوٹ..	۹۶
مجموعی تاثرات..	۹۷

فہرست رسالہ ''جمع الاربعین فی فضائل الاقصی و فلسطین''

پیش لفظ....................................	۱۰۰
بیت المقدس اور مسجد اقصی کے فضائل میں آیات قرآنی...............	۱۰۱
فلسطین کو مقدس بنایا....................................	۱۰۱
ارض مقدسہ کا مصداق....................................	۱۰۱
مسجد اقصی کے اردگرد کی دینی و دنیوی برکتیں....................	۱۰۲
مسجد اقصی دنیا کی دوسری مسجد....................................	۱۰۶
مسجد اقصی میں نماز کا ثواب....................................	۱۰۹
بیت المقدس کی مسجد میں آنا گناہ کو مٹاتا ہے....................	۱۱۰
مسجد اقصی میں نماز سے گناہوں کی معافی....................	۱۱۰
بیت المقدس میں آنے والوں کے لئے سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کی پانچ دعائیں	۱۱۱
اعتکاف تو تین مسجدوں ہی کا ہے....................................	۱۱۳
مسجد اقصی سے حج یا عمرہ کے احرام باندھنے کی فضیلت....................	۱۱۳
تین مساجد کے علاوہ سفر کی ممانعت اور روضہ اقدس کی زیارت کا حکم..........	۱۱۵
بیت المقدس کے مؤذن کی فضیلت....................................	۱۱۶
بیت المقدس میں درود پڑھنے پر قیامت میں فرائض کے متعلق سوال نہ ہوگا...	۱۱۷
بیت المقدس میں موت کی فضیلت....................................	۱۱۸
فرشتوں کا بیت المقدس کو ڈھانپنا....................................	۱۲۰
بیت المقدس کے دروازوں پر ایک جماعت جنگ میں رہے گی....................	۱۲۰

کعبہ، مسجد نبوی اور مسجد اقصی پر فرشتوں کا تعین اور ان کی عجیب پکار............	۱۲۱
بیت المقدس کی زیارت پر سوشہیدوں کا اجر........................	۱۲۲
بیت المقدس کی زیارت پر جہنم سے حفاظت کا وعدہ....................	۱۲۲
اگر کوئی جنت کا ٹکڑا دیکھنا چاہے تو بیت المقدس کو دیکھ لے............	۱۲۳
بیت المقدس میں آنے کا حکم..............................	۱۲۳
بیت المقدس کو لازم پکڑو................................	۱۲۳
بیت المقدس کی طرف ہجرت کی فضیلت..........................	۱۲۴
فتنہ کے وقت نجات کی جگہ بیت المقدس ہے......................	۱۲۴
بیت المقدس کی تھوڑی سی جگہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہے................	۱۲۴
چار بستیاں محفوظ ہیں..................................	۱۲۵
اللہ تعالی نے فلسطین کو تقدس کے ساتھ خاص کیا....................	۱۲۵
مسجد اقصی کی تقدیسی خصوصیات اور مسجد حرام سے مشابہت............	۱۲۶
بیت المقدس زندہ ہوکر اٹھنے کی زمین ہے........................	۱۳۰
جو بیت المقدس نہ جاسکے وہاں روشنی کے لئے تیل بھیج دے............	۱۳۱
بیت المقدس میں داخلہ پر عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر: لبیک اللّھم لبیک........	۱۳۱
بیت المقدس بلا قتال فتح ہوگا............................	۱۳۱
قیامت سے پہلے بیت المقدس کی طرف جمع کیا جانا..................	۱۳۲
بیت المقدس میں ہدایت کی بیعت ہوگی........................	۱۳۲
دجال مسجد اقصی میں نہیں جاسکے گا..........................	۱۳۲

دجال سے پناہ کی جگہ بیت المقدس	۱۳۲
حضرت مہدی رضی اللہ عنہ بیت المقدس میں	۱۳۴
دجال کے فتنے کے وقت ایمان والے بیت المقدس پہنچ جائیں گے..........	۱۳۵
حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی ہجرت کی جگہ بیت المقدس ہے........................	۱۳۷
عیسی علیہ السلام بیت المقدس کے تین پتھروں سے دجال کو قتل کریں گے......	۱۳۸
بیت المقدس کی آبادی مدینہ طیبہ کی تخریب کا سبب ہے	۱۳۹
بیت المقدس کی تعمیر کے وقت اللہ تعالی کی طرف سے وحی........................	۱۴۰
خاتمہ...... بیت المقدس کے فضائل میں چند آثار........................	۱۴۲
حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کا بیت المقدس کی طرف نور کو اترتے اور چڑھتے دیکھنا	۱۴۲
کاش کہ میں بیت المقدس کی کچی اینٹوں میں سے کسی اینٹ کا بھوسہ ہوتا......	۱۴۲
حرم اور بیت المقدس کی زمین کی مسافت کی مقدار آسمان میں محترم ہے......	۱۴۲
بیت المقدس میں بالشت بھی ایسی جگہ نہیں جہاں کسی نبی نے سجدہ نہ کیا ہو......	۱۴۳
بیت المقدس میں حسنات کا اجر اور سیئات کا وبال بڑھ جاتا ہے...............	۱۴۳
جنت بیت المقدس کی مشتاق ہے........................	۱۴۴
بیت المقدس پر بارش برابر برستی رہتی ہے........................	۱۴۴
بیت المقدس والے اللہ تعالی کے پڑوسی ہیں........................	۱۴۴
بیت المقدس میں صدقہ کی فضیلت........................	۱۴۵
ستر ہزار فرشتے بیت المقدس میں نمازیوں کے لئے استغفار کرتے ہیں......	۱۴۵
ستر ہزار فرشتے بیت المقدس میں روزانہ تسبیح وتحمید میں مشغول رہتے ہیں......	۱۴۵

بیت المقدس میں روزہ اور استغفار کی فضیلت...............	۱۴۶
اللہ تعالیٰ بیت المقدس کی طرف روزانہ دو مرتبہ نظر فرماتے ہیں...............	۱۴۶
بیت المقدس کی بارش میں ہر بیماری کی شفا ہے...............	۱۴۷
بیت المقدس: میری جنت، میرا اقدس، میری پسندیدہ اور میرا شہر ہے...............	۱۴۷
قیامت سے پہلے بیت المقدس پر سات دیواریں...............	۱۴۸
خضر، الیاس علیہما الصلوۃ والسلام ماہ رمضان میں بیت المقدس میں روزے رکھتے ہیں	۱۴۸
خضر، الیاس علیہما الصلوۃ والسلام کی حیات یا ممات کے متعلق مجدد الف ثانی کا کشف	۱۴۸
فلسطین میں دعا کی قبولیت...............	۱۴۹
استنجاء کے وقت بیت المقدس کی طرف استقبال کی ممانعت...............	۱۵۰
معراج کا مختصر واقعہ...............	۱۵۲
مسلمانوں کا قبلہ...............	۱۵۸
بیت المقدس کی طرف نمازیں کتنے مہینوں تک ادا کی گئیں سولہ یا سترہ؟........	۱۶۰

فہرست رسالہ ''بیت المقدس کے متبرک مقامات''

پیش لفظ..	۱۶۲
قبۃ الصخرہ......صخرہ سارے پتھروں کا سردار ہے......صخرہ جنت سے ہے....	۱۶۳
بیت المقدس کی چٹان کہاں ہے؟......چار مشہور نہریں' صخرہ سے نکلتی ہیں....	۱۶۴
نہریں' بادل' سمندر اور ہوائیں صخرہ کے نیچے سے چلتی ہیں..................	۱۶۵
آپ ﷺ کے عروج الی السماء کی جگہ صخرہ ہے..........................	۱۶۵
آپ ﷺ نے صخرہ کے داہنی جانب نماز پڑھی..........................	۱۶۶
صخرہ میں ایک ہزار رکعتیں پڑھنے پر دنیا ہی میں جنت کی بشارت............	۱۶۶
صخرہ میں دائیں جانب سے داخل ہو..................................	۱۶۷
صخرہ کی زیارت پر اللہ تعالی کی طرف سے بشارت........................	۱۶۷
صخرہ میں نماز اور دعا پر گناہوں سے معافی کا وعدہ........................	۱۶۷
مقام صخرہ محشر ہے' جنت ہے' میزان کی جگہ ہے........................	۱۶۸
جنت بالکل صخرہ کے برابر اور سیدھ میں ہے............................	۱۶۸
شیریں اور میٹھے پانی کے نکلنے کی جگہ صخرہ ہے..........................	۱۶۹
صخرہ پر میزان قائم گا، اور وہیں بندوں کے درمیان فیصلہ ہوگا...............	۱۶۹
صخرہ کی چھت پر نماز خلاف ادب ہے................................	۱۷۰
اذا دعاکم دعوۃ کا اعلان صخرہ سے ہوگا................................	۱۷۰
صخرہ میں داخل ہونے کے آداب..................................	۱۷۱
ہر پریشانی سے نجات کے لئے حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کی دعا........	۱۷۱

مقام خلیل......یا مقام......یا حبرون........	۱۷۷
سفر معراج میں ابراہیم علیہ السلام کی قبر پر آپ ﷺ کا نماز پڑھنا........	۱۷۷
زیارت قبر شریف کے آداب........	۱۸۱
تابوت سکینہ........	۱۸۲
آل موسیٰ اور آل ہارون کے باقی ماندہ تبرکات کی تفصیل........	۱۸۵
بیت المقدس کا خزانہ........	۱۸۸
قیامت سے پہلے تابوت سکینہ بیت المقدس میں آئے گا........	۱۹۰
بیت اللحم........	۱۹۱
آپ ﷺ کا شب معراج میں یہاں نماز ادا فرمانا........	۱۹۲
حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیت اللحم کے لئے تیل بھیجنا..	۱۹۲
حرم کے احاطہ کی چند عمارتیں......مغادرۃ الارواح........	۱۹۳
قبۃ السلسلہ........	۱۹۳
مہد مسیح علیہ السلام........	۱۹۴
مصلی سیدنا سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام........	۱۹۵
روضۂ سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام........	۱۹۴
دیوار براق......دیوار گریہ........	۱۹۶
بعض حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے اسماء جن کے مزارات فلسطین میں ہیں	۱۹۷
حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی ازواج اور چند اور عورتوں کی فلسطین میں قبریں	۱۹۷
حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سرزمین فلسطین پر آمد........	۱۹۸
فلسطین کے چند نامور اور مشہور ائمہ........	۱۹۹

فہرست رسالہ: ’’تاریخ بیت المقدس‘‘

فلسطین کی مختصر تاریخ	۲۰۲
فلسطین کی وجہ تسمیہ...... بیت المقدس	۲۰۴
بیت المقدس کی تعریف	۲۰۵
اس مبارک شہر کے اسماء	۲۰۶
بیت المقدس تاریخ کے آئینہ میں	۲۰۹
بیت المقدس پر حملے اور مختلف حکومتیں	۲۱۰
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بیت المقدس کی فتح	۲۱۴
زمانۂ جاہلیت کے سفر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک راہب کا عہد لکھوانا	۲۲۲
بیت المقدس میں داخلہ کے وقت کیفیت	۲۲۴
چرچ کی حفاظت کے خاطر گرجا گھر میں نماز پڑھنے سے انکار	۲۲۷
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نصاری کے ساتھ معاہدہ	۲۲۸
مفتوح قوم کے ساتھ اسلام کا منصفانہ برتاؤ	۲۲۹
بیت المقدس میں امامت	۲۳۰
حضرت صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کی فتح بیت المقدس	۲۳۲
بیت المقدس پر عیسائیوں کا حملہ	۲۳۳
حضرت صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ بحیثیت سلطان	۲۳۴
فتح بیت المقدس کے لئے جنگیں...... اسلامی غیرت وحمیت	۲۳۶
فتح بیت المقدس	۲۳۷
ایک اور صلیبی جنگ عظیم	۲۴۱

فہرست رسالہ:’’ مرغوب المقال فی تشریح لا تُشد الرحال‘‘

مقدمہ..................................	۲۴۳
روضۂ اطہر کی زیارت کے لئے سفر اور علماء دیو بند کا مسلک..................	۲۴۳
حافظ ابن تیمیہ اور ایک جماعت کا باطل اور غلط مسلک..................	۲۴۴
قبر اطہر کی زیارت کے بارے میں حافظ ابن تیمیہ کا مسلک اور ان کا فتوی....	۲۴۵
حافظ ابن تیمیہ کے خلاف اکابر کی تنقید..................	۲۴۶
نیت تابع کی ہو یا متبوع کی؟..................	۲۴۸
خیر القرون کا عمل حجت ہے، شوکانی صاحب کا اقرار..................	۲۴۹
شیخ ناصر الدین البانی کا زیارت کی احادیث کو ضعیف کہنا حجت نہیں..........	۲۵۰
تین مساجد کے علاوہ سفر کی ممانعت اور روضہ اقدس کی زیارت کا حکم........	۲۵۲
زیارت قبر اطہر کے متعلق قرآن کریم کی آیات..................	۲۵۷
زیارت قبر اطہر کے متعلق احادیث رسول اللہ ﷺ..................	۲۵۹
شفاعت کا وجوب..................	۲۵۹
زیارت پر قیامت کے دن پڑوسی ہونے کی بشارت..................	۲۶۰
زیارت پر فرض کے بارے میں سوال نہ ہوگا..................	۲۶۱
وفات کے بعد کی زیارت، زندگی کی زیارت کے مانند ہے..................	۲۶۱
زیارت نہ کرنے پر سخت وعید..................	۲۶۲
آپ ﷺ کی قبر کی زیارت کرنا ہر مسلمان پر حق ہے..................	۲۶۲
حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا روضۂ اقدس کی نیت سے سفر فرمانا........	۲۶۳

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا شام سے قبر اطہر کی زیارت کے لئے آنا..........	۲۶۳
حضرت انس رضی اللہ عنہ کا شام سے قبر اطہر کی زیارت کے لئے آنا..........	۲۶۴
عمر رضی اللہ عنہ کا کعب احبار رحمہ اللہ کو بیت المقدس سے روضہ کی زیارت کے لئے لانا	۲۶۴
عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا شام سے مدینہ سلام کے لئے قاصد بھیجنا..........	۲۶۵
ایک بدو کا قبر پر سلام پیش کرنا اور مغفرت کی بشارت کا عجیب واقعہ..........	۲۶۵
دعائے انس (بن مالک رضی اللہ عنہ)..........	۲۶۷
سفر کے کچھ آداب، اور آپ ﷺ کی سنتیں..........	۲۷۰
سفر کی چند مفید دعائیں..........	۲۷۱

ضروری عرض

شروع میں یہ رسائل علیحدہ علیحدہ شائع کرنے کی نیت سے مرتب کئے گئے تھے، مگر بعد میں ان کو ایک مجموعہ کی شکل میں شائع کیا جارہا ہے، اس لئے بعض مضامین مکرر آگئے ہیں۔

....

تشکر وامتنان

''تحفۂ بیت المقدس'' کی نظر ثانی میں رفیق محترم مولانا شبیر احمد بن فضل کریم صاحب مدظلہ (مقیم راچڈیل) نے ازحد تعاون فرمایا۔ اور ماشاءاللہ بہت ہی غور وفکر اور پوری توجہ سے پروف کر کے کمپوزنگ کی تصحیح کی۔ راقم ان کا تہہ دل سے شکر گذار ہے۔ اللہ تعالی انہیں دونوں جہاں میں بہترین بدلہ عطا فرمائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

چار دن بیت المقدس میں

بیت المقدس اور مسجد اقصی کے چار روزہ سفر کی کارگزاری، وہاں کے مقامات متبرکہ، اس بابرکت مسجد و شہر کے چند فضائل پر مشتمل ایک مختصر، مگر مفید اور قابل مطالعہ رسالہ

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

بیت المقدس کے اسماء

اس مبارک شہر کے نام بھی بہت زیادہ ہیں، چند نقل کئے جاتے ہیں:

(۱)......مدینۃ السلام: یہ بہت پرانہ اور قدیم نام ہے، پہلے لوگ اسی نام سے اس شہر کو جانتے تھے'

(۲)......اور سالم: اور کے معنی ہیں مدینہ 'شہر، گویا اس نام کے معنی ہیں سلامتی کا شہر۔

(۳)...... یبوس: یہود کے ایک سردار ''یوشع'' نے اس نام سے موسم کیا۔

(۴)......ایلیاء: یہ نام ۱۳۵م کے بعد مشہور ہوا، امبراطور رومانی نے اس کو وضع کیا۔ امبراطور کے خاندان میں سے کسی کا نام ''ایلیاء'' تھا۔

یہ نام ''بخاری شریف'' میں بھی آیا ہے: ''باب: کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم '' کی طویل حدیث نمبر: ۷ر میں ہے: ''فأتوہ وھم بایلیاء ''یعنی ابو سفیان اور ان کے رفقاء ہرقل کے پاس آئے جبکہ ہرقل اور اس کے رفقاء ایلیاء میں تھے۔

(۵)...... بیت المقدس: یہ نام ''مسلم شریف'' کی صحیح روایت میں بھی آیا ہے، حدیث اسراء میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''فرکبتہ اتیتُ بیتَ المقدس''۔

(۶)......القدس: غالبًا بلاد شام میں اموی حکومت کے بعد اس کا نام القدس مشہور رہوا۔

(۷)......القدس الشریف: یحی بن سعدی نے پہلے ''القدس'' کے ساتھ'' شریف'' کی نسبت لگائی، اور ابن بطوطہ نے بھی اپنے سفر نامہ میں ''قدس شریف''ہی لکھا ہے۔

(۸/۹/۱۰/۱۱/۱۲/۱۳)......ان کے علاوہ بھی چند اسماء کا ذکر ملتا ہے، مثلا: العدس' کورۃ' بیت ایل' صیھون' مصروث' کورشیلا' وغیرہ۔

نوٹ :......ان ناموں کے ترجمے اور وجہ تسمیہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے! راقم الحروف کا رسالہ ''تاریخ بیت المقدس'' (ص:۲۰۵)۔

پیش لفظ

مسلمان کی یہ چاہت ہوتی ہے اور ہونی چاہئے کہ وہ مسجد اقصی کی زیارت کرے اور اس میں نماز ادا کرے اور بیت المقدس کی مبارک سرزمین کے تاریخی مواقع کو دیکھے اور وہاں کے برکات سے مستفید ہو۔ راقم کو بھی ایک عرصہ سے اس کی تمنا تھی، دعا بھی کرتا رہا مگر کوئی ایسا موقع نہ مل سکا کہ بیت المقدس کا سفر ہوجائے، اچانک مولانا انعام الحسن صاحب[۱] سے مکہ معظّمہ کے علاقہ عزیزیہ میں ملاقات ہوئی، مولانا بڑی محبت سے ملے، کھانے سے تواضع فرمائی اور کہا کہ: میں تجھ سے ملنا چاہتا ہوں اور حج کے بعد تیرے مکان پر آکر ملوں گا، میں نے کہا کہ: مولانا! میں چھوٹا اور غیر معروف مولوی ہوں کوئی کام ہوتو یہی فرمادیں، اس پر انہوں نے کہا کہ: میں پھر بھی گھر ضرور آؤں گا، اور کام یہ ہے کہ جنوری میں تجھے میرے ساتھ مسجد اقصی کی زیارت کے لئے چلنا ہے، میں نے کہا: ضرور، اس لئے کہ میں تو کئی عرصہ سے دعا کررہا تھا، الحمدللہ موصوف کی تحریک ودعوت پر لبیک کہتے ہوئے میں نے جانے کا وعدہ کرلیا، موصوف حج کے بعد گھر تشریف لائے اور اس موضوع پر تفصیلی گفتگو فرمائی کہ کب چلنا ہے کب واپس آنا ہے وغیرہ۔

---

[۱]...... مولانا انعام الحسن صاحب: دارالعلوم بری کے فاضل نوجوان اور باہمت صفات متعددہ کے مالک ہیں، پچھلے چند سالوں سے عمرہ وحج اور بیت المقدس کی زیارت کے اسفار کی مہارت اور اسی مشغلہ میں مصروف ہیں۔ سفر میں ان کے اخلاق اور ذہانت' حاضر جوابی اور انتظامی خوبیاں معلوم ہوئیں۔ اللہ تعالی ان کے اس احسان کا بہترین بدلہ عطا فرمائے کہ ان کے طفیل مسجد اقصی کے سفر کا موقع ملا۔ انشاء اللہ وہاں پڑھی گئیں نمازیں اور اللہ کی توفیق سے جو کچھ اعمال ہوئے ان کے اجر میں موصوف برابر کے شریک ہیں۔ اور الحمدللہ راقم کا اپنے محسنین کے لئے برابر دعا کا معمول ہے، انشاء اللہ اس معمول میں موصوف ہمیشہ شریک رہیں گے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ چند روزہ سفر مقدر فرما کر پہلا قبلہ' دوسری مسجد اور تیسرے حرم کی زیارت کے اسباب پیدا کر دیئے۔

اللہ تعالیٰ ان چند روزہ مبارک زمین میں گذرے ہوئے ایام کو شرف قبولیت عطا فرمائے، اور بار بار اس ارض مقدسہ کی حاضری کی سعادت نصیب فرمائے، اور مسلمانوں کو وہاں کی حاضری کا شوق مرحمت فرمائے کہ آج مسلمان کہاں کہاں کے اسفار اور سیر وتفریح میں اپنے اوقات اور مال ضائع کر رہے ہیں، کاش کہ ان مقامات کی زیارت کر کے اپنے ایمان کو قوت بخشے۔

یہ بھی محسوس ہوا کہ وہاں مسلمانوں کی حاضری اور اقصائے عالم سے وفود کی آمد اہل بیت المقدس کے خوشی کا باعث ہوتی ہے، اور وہ اس پر بڑے احسان مند ہوتے ہیں اور شکریہ ادا کرتے ہیں، اور درخواست بھی کرتے ہیں کہ مسلمان اپنے اس قبلہ اول کی زیارت کے لئے بار بار آئیں۔

پھر وہاں کے فضائل کو پڑھ کر شدت سے اس کا تقاضا ہوتا ہے کہ ضرور جانا چاہئے، راقم نے اپنے ایک رسالہ میں اس کے فضائل کو جمع کیا ہے، اسے ضرور پڑھیں تاکہ وہاں کی حاضری کا شوق پیدا ہو۔

بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کے فضائل ایک نظر میں

اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین کو ارض مقدسہ فرمایا، نیک بندوں کی جس زمین کی وراثت کا وعدہ ہے اس کی تفسیر بھی اس سرزمین بیت المقدس سے کی گئی ہے، قرآن کریم نے جسے ''مکان قریب'' فرمایا وہ بھی یہی زمین ہے، ''بسور له باب'' سے جو دیوار مراد لی گئی ہے وہ بھی بیت المقدس کی مشرقی دیوار ہے، ''والتین'' سے مراد بھی فلسطین کا علاقہ ہے، اس

کے اردگرد برکت کا ہونا نص قطعی سے ثابت۔ یہ تو قرآن قریم کے ارشادات ہوئے۔

احادیث تو لاتعد ولاتحصی، دینا کی دوسری مسجد ہونے کا شرف مسجد اقصی کو حاصل، قبلہ اول یہی، حرم ثالث ہونے کا شرف بھی اس کا مقدر، اس میں نماز کا ثواب پچاس ہزار کے برابر، بیت المقدس اور مسجد اقصی میں آنے والوں کے لئے گناہوں سے پاکی کی' خطرہ سے حفاظت کی' بیماری سے شفا کی' فقر سے غنی کی' اور اللہ کی نظر عنایت کی بشارت، یہ بھی وارد ہے کہ کمال اعتکاف تو اسی مسجد کا، حج وعمرہ کا وہاں سے کوئی احرام باندھے تو نہ صرف اگلے پچھلے گناہوں سے معافی بلکہ جنت کے وجوب تک کا ارشاد، تین مساجد کے علاوہ سفر کی ممانعت میں ایک مسجد یہی، وہاں کا مؤذن بھی محروم نہیں' اس کے لئے جنت کا وعدہ، وہاں درود شریف پڑھنے پر فرائض کی تکمیل کے حساب کا نہ ہونا، وہاں کی موت شہادت لئے ہوئے' خود حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام نے موت سے پہلے اس سرزمین پر دفن ہونے کی وصیت فرمائی، فرشتوں کا اس کو ڈھانپنا' اس کے دروازوں پر ایک جماعت کا جنگ میں مشغول رہنا اور فرشتوں کا برابر وہاں متعین رہنا' اس کی زیارت پر شہید کا اجر' آگ سے نجات' اور جنت کی زیارت کے قائم مقام ہونا' اس میں آنے کا حکم کیا جانا' اس کی طرف ہجرت کرنے والے کے لئے بہترین امت کا خطاب دیا جانا' فتنہ کے وقت اس کا پناہ گاہ قرار دیا جانا' اس کے تھوڑے سے حصہ کو دنیا و مافیہا سے بہتر قرار دینا' اس بستی کو محفوظ بستی بتلانا' اس ارض کو تقدیس کے ساتھ خاص کرنا' اس زمین کو ارض محشر وارض منشر سے یاد کیا جانا' وہاں نہ جاسکنے پر کم از کم وہاں کے لئے تعاون ہی کی ترغیب دینا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہاں تشریف لانے پر: ''لبیک اللھم لبیک '' کا ذکر کرنا' اس کا بلا جنگ فتح ہونے کی پیشن گوئی کرنا' قرب قیامت اس کی طرف لوگوں کا جمع کئے جانا' وہاں ہدایت کی بیعت

لینا' دجال کا وہاں داخلہ ممنوع ہونا' حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا وہاں تشریف لے جانا' اور ان کی ہجرت کی جگہ بیت المقدس کا ہونا' حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کا بیت المقدس ہی کے تین پتھروں سے دجال کو قتل کرنا' حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کا اس کی طرف اللہ تعالی کے نور کو اترتے دیکھنا' وہاں کے قیام کو مجاہد کے اجر کے برابر قرار دینا' بیت المقدس کی زمین کو یہ شرف عطا ہونا کہ کوئی نبی ایسے نہیں کہ انہوں نے وہاں سجدہ نہ کیا ہو یا کوئی فرشتہ عبادت میں کھڑا نہ ہو، وہاں اجر کا بڑھ جانا اور گناہوں کے وبال کا زیادہ ہونا' جنت کا بیت المقدس کا اشتیاق ظاہر کرنا' وہاں کے اہل کو اللہ کا پڑوسی شمار کیا جانا' وہاں صدقہ پر جہنم سے برأت اور سونے کے پہاڑ کے برابر اجر دیا جانا' وہاں کے نمازیوں کے لئے ستر ہزار فرشتوں کا استغفار کرنا' ستر ہزار فرشتوں کا وہاں اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا' وہاں ایک دن کے روزے پر جہنم سے برائت اور تین مرتبہ استغفار پر اجر عظیم کا ملنا' اللہ تعالی کی نظر رحمت کا روزانہ اس سرزمین پر اترنا' وہاں کی بارش میں ہر بیماری سے شفا ہونا' بیت المقدس کو اللہ تعالی کی جنت اور مقدس ہونے کا شرف ملنا' وہاں دعا کا قبول ہونا' استنجاء کے وقت اس کی طرف استقبال سے روکنا' معراج کے وقت آپ ﷺ کا وہاں تشریف لے جانا' سارے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا وہاں جمع ہونا' اور وہیں سے آسمان کی طرف عروج کرنا' آپ ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس کی طرف منہ کر کے سولہ یا سترہ مہینوں تک نماز ادا کرنا وغیرہ' یہ سارے فضائل اس بابرکت سرزمین کے اللہ تعالی نے بیان کئے ہیں۔

نوٹ:......ان تمام فضائل کے حوالوں کے لئے دیکھئے! راقم کا رسالہ ''جمع الاربعین فی فضائل الاقصی و فلسطین'' ص:۹۷۔

بیت المقدس میں حضرت یحییٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا بنی اسرائیل کو وعظ فرمانا

اسی بیت المقدس کی مسجد میں حضرت یحییٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو وعظ فرمایا اور پانچ باتوں کے کرنے کی ترغیب دی۔

حضرت حارث اشعری رضی اللہ سے منقول ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی نے یحییٰ بن زکریا علیہما الصلوۃ والسلام کو پانچ باتوں کا خصوصیت کے ساتھ حکم فرمایا کہ وہ خود بھی ان پر عامل ہوں اور بنی اسرائیل کو بھی ان کی تلقین فرمائیں، مگر حضرت یحییٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو ان امور خمسہ کی تلقین میں کچھ تاخیر ہوگئی، تب حضرت عیسیٰ علیہ و الصلوۃ والسلام نے فرمایا: میرے بھائی! اگر تم مناسب سمجھو تو میں بنی اسرائیل کو ان کلمات کی تلقین کردوں جن کے لئے تم کسی وجہ سے تاخیر کررہے ہو۔

حضرت یحییٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: بھائی! میں اگر اجازت دے دوں اور خود تعمیل نہ کروں تو مجھے خوف ہے کہ کہیں مجھ پر عذاب نہ آجائے، یا میں زمین میں دھنسایا نہ دیا جاؤں، اس لئے میں ہی پیش قدمی کرتا ہوں، چنانچہ انہوں نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں جمع کیا، جب مسجد بھرگئی تو وعظ فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالی نے مجھ کو پانچ باتوں کا حکم کیا ہے کہ میں خود بھی ان پر عمل کروں اور تم کو بھی ان پر عمل کی تلقین کروں، اور وہ پانچ احکام یہ ہیں:

(۱)......اللہ تعالی کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہراؤ، اور سمجھ لو کہ جب اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا، وہی تم کو روزی دیتا ہے، تو تم بھی صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کا کسی کو شریک نہ کرو۔

(۲)......خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز پڑھا کرو، کیونکہ تم نماز میں کسی دوسری جانب

متوجہ نہ ہوں گے تو اللہ تعالی برابر تمہاری جانب رضا ورحمت کے ساتھ متوجہ رہے گا۔

(۳)......روزہ رکھو، اس لئے کہ روزہ دار کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ایک جماعت میں بیٹھا ہو اور اس کے پاس مشک کی تھیلی ہو، وہ مشک سب کو اپنی خوشبو سے مست کرتی رہے گی، اور روزہ دار کی بو کا خیال نہ کرو، کیونکہ وہ مشک سے زیادہ پاک ہے۔

(۴)......اپنے مالوں میں سے صدقہ نکالا کرو، کیونکہ صدقہ سے آدمی دشمن سے محفوظ رہتا ہے۔

(۵)......اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، کیونکہ ذکر کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی دشمن سے بھاگ رہا ہو اور دشمن تیزی سے اس کا پیچھا کر رہا ہو، اور ذکر کرنے والا بھاگ کر کسی مضبوط قلعہ میں پناہ لے کر دشمن سے محفوظ ہو جائے، بلا شبہ انسان کے دشمن شیطان کے مقابلہ میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جانا ایسا ہے جیسے کسی محکم قلعہ میں محفوظ ہو جانا۔

(ترمذی۔ابن ماجہ۔مسند احمد۔تذکرۃ الانبیاء ص ۵۸۴ ج ۱)

حضرت عزیر علیہ الصلوۃ والسلام کا سو سال بعد زندہ ہو کر بیت المقدس پہنچنا

یہی وہ بابرکت بیت المقدس کی زمین ہے جہاں حضرت عزیر علیہ الصلوۃ والسلام نے سو سال وفات کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر سفر فرمایا تھا۔حضرت عزیر علیہ الصلوۃ والسلام نے جب سفر میں ایک تباہ شدہ بستی کے کھنڈرات دیکھے تو دل میں خیال آیا کہ یہ دوبارہ کس طرح آباد ہوگی؟ اللہ تعالی کے حکم سے اسی وقت ملک الموت نے روح قبض کر لی، اور جس گدھے کی سواری پر آپ سوار تھے وہ بھی مر گیا، پھر سو سال بعد آپ زندہ کئے گئے، اللہ کی شان کے کھانا ویسا ہی رہا، نہ رنگ بدلا نہ ذائقہ، زندہ ہوئے تو اللہ تعالی نے پوچھا: ''کَمْ لَبِثْتَ '' کتنی مدت اس حالت میں رہے؟ تو آپ نے جواب دیا: ''لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ

یَوْمٍ ''میں ایک دن رہا ہوں گا یا ایک دن سے بھی کم۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ''بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ'' بلکہ آپ تو اس حالت میں سو سال رہے ہیں۔ پھر اللہ تعالی نے ان کے اس خیال کہ: ''اَنّٰى يُحْيِ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا '' اللہ تعالی اس بستی کے باشندوں کو مر جانے کے بعد دوبارہ کیسے زندہ کریں گے؟ کا جواب اس طرح دیا کہ ان سے فرمایا کہ: ''وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ '' کہ اپنے گدھے کو دیکھو، اس مرے ہوئے گدھے کی ہڈیاں حضرت عزیر علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے اللہ تعالی کی قدرت سے جمع ہوئیں، پھر ان پر گوشت چڑھا، اور کھال درست ہوئی، پھر اللہ تعالی کے حکم سے اس میں جان آئی اور وہ زندہ ہو کر پہلے کی طرح کھڑا ہو گیا اور گدھوں کی طرح شور کرنے لگا۔ الغرض حضرت عزیر علیہ الصلوۃ والسلام وہاں سے اٹھ کر اپنی سواری پر سوار ہو کر سیدھے بیت المقدس تشریف لائے، تو یہاں کی دنیا ہی بدلی ہوئی تھی، آپ نے لوگوں سے اپنا تعارف کرایا کہ میں اللہ کا نبی عزیر ہوں، لوگوں کو یقین نہ آیا، بخت نصر نے جب بیت المقدس کو تباہ کیا تو تورات بھی جلادی تھی، انہوں نے کہا کہ: واقعی آپ عزیر ہیں تو ہمیں تورات سنائیں، چونکہ آپ تورات کے حافظ تھے، اس لئے آپ نے فوراً سنادی، تب لوگوں کو یقین آیا کہ آپ واقعی حضرت عزیر علیہ الصلوۃ و السلام ہیں۔

بیت المقدس کے فضائل اور اہمیت پر حضرت مقاتل رحمہ اللہ کا جامع بیان

حضرت مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اللہ تعالی ان لوگوں کی جو مال سے محروم ہیں کفالت فرماتے ہیں بیت المقدس میں، جس سر زمین کے لئے ثواب کی امید اور احتساب کے ساتھ قیام کرنے اور وہیں فوت ہونے پر آسمان میں موت کی بشارت ملی تو بیت المقدس میں، اور کسی زمین کے اردگرد کے

علاقہ میں وفات پانے پر اسی زمین کی فضیلت ملی تو بیت المقدس میں، اور جس زمین کے متعلق اللہ تعالی نے برکت کے نازل ہونے کا اعلان فرمایا وہ مبارک ٹکڑا ہے تو بیت المقدس میں، اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام سے بات فرمائی تو بیت المقدس میں، اور حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہما الصلوۃ والسلام کی توبہ قبول ہوئی تو بیت المقدس میں، حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کو بادشاہت عطا فرمائی تو بیت المقدس میں، ان کو پرندوں کی بولی سکھائی گئی تو بیت المقدس میں، ان کی پانچ دعائیں قبول ہوئیں تو بیت المقدس میں، حضرت زکریا علیہ الصلوۃ والسلام کو حضرت یحی علیہ الصلوۃ و السلام کی بشارت ملی تو بیت المقدس میں، حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے اپنی قربانیاں پیش کیں تو بیت المقدس میں، یاجوج ماجوج اگر کسی جگہ غلبہ سے محروم رہیں گے تو بیت المقدس میں، اللہ ان کو ہلاک کرے گا تو بیت المقدس میں، اللہ تعالی روزانہ رحمت کی نظر ڈالتے ہیں تو بیت المقدس میں، حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے موت کے وقت جس زمین پر دفن ہونے کی وصیت کی تھی وہ جگہ ہے تو بیت المقدس میں، امراۃ عمران کی نذر پوری ہوئی تو بیت المقدس میں، حضرت مریم علیہا السلام کو مختلف موسم کے پھل ملتے تھے تو بیت المقدس میں، حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام پیدا ہوئے تو بیت المقدس میں، آپ نے گہوارے میں کلام فرمایا تو بیت المقدس میں، آپ پر مائدہ اترا تو بیت المقدس میں، اللہ نے آپ کو آسمان پر اٹھایا تو بیت المقدس میں، اور آپ آسمان سے اتریں گے تو بیت المقدس میں، حضرت مریم علیہا السلام کی وفات ہوئی تو بیت المقدس میں، حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے مقام کوثا سے ہجرت کی تو بیت المقدس میں، اور آپ ﷺ نے ایک زمانہ تک نماز پڑھی تو بیت المقدس کی طرف، اور آپ ﷺ کو معراج کرائی گئی تو بیت

المقدس سے ،اور آخری زمانہ میں ہجرت ہوگی تو بیت المقدس میں ،محشر ومنشر ہوگا تو بیت المقدس میں ، قیامت کے دن حساب کی جگہ ہوگی تو بیت المقدس میں ،جہنم پر پل صراط کو بچھایا جائے گا جنت کی طرف تو بیت المقدس میں ،حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے وہ جگہ ہے تو بیت المقدس میں ،میزان اعمال قائم کئے جائیں گے وہ مقام ہے تو بیت المقدس میں ، قیامت کے دن میں ایک پکارنے والا مقام قریب سے پکارے گا وہ مکان قریب ہے تو بیت المقدس میں ،نماز پڑھنے پر آسمان دنیا میں نماز کی فضیلت ہے تو بیت المقدس میں ،ساری زمین خراب ہوگی تو جس زمین کی تعمیر ہوگی وہ بیت المقدس ہے ، نیک بندے زمین کے وارث ہوں گے وہ وعدہ پورا ہوگا تو بیت المقدس میں ،فرشتے صف باندھے ہوں گے تو بیت المقدس میں ،مغفرت کا وعدہ ہے تو بیت المقدس میں ، آسمان کا دروازہ کھلے گا تو بیت المقدس میں ،مؤمنوں کی ارواح لوٹیں گی ان کے اجسام کی طرف تو بیت المقدس میں ، قیامت کے قریب بہترین ہجرت کا مقام ملے گا تو بیت المقدس میں ، چند رکعتوں پر مغفرت کی بشارت ملی تو بیت المقدس میں ،کسی جگہ کی تکلیف پر بکثرت وعدے ہیں تو بیت المقدس میں ،حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا عصا ہوگا تو بیت المقدس میں ،دجال کا داخلہ ممنوع ہوگا تو (بیت اللہ اور مدینہ شریف کے علاوہ) بیت المقدس میں ،ایک روزے پر جہنم سے برائت کا وعدہ ہے تو بیت المقدس میں ٔ وغیرہ ذلک ۔

(تاریخ بیت المقدس ،لابی الفرج ابن الجوزی ،فصل:۱۳۰)

اللہ تعالی ہر مسلمان کے لئے وہاں کی حاضری مقدر فرمائے اور اس سرزمین کے انوارات اور خیر وبرکات سے امت مسلمہ کو مستفید فرمائے ،آمین ۔

مرغوب احمد لاجپوری

سفر کی ابتدا

حسب ترتیب: ۲۸؍جنوری بروز جمعرات ساڑھے بارہ بجے مانچسٹر سے ’ایزی جیٹ‘ (easyjet) ہوائی جہاز سے تل ابیب [۱] (tel aviv) کا سفر شروع ہوا۔ پونے پانچ گھنٹے میں بعافیت تل ابیب کے ایئر پورٹ پر اترے۔ سفر سے پہلے ہی لوگوں نے ڈرا رکھا تھا کہ وہاں بڑی تفتیش ہوتی ہے، اور کٹھن مراحل سے گذرنا پڑتا ہے، الحمدللہ دعائے انس رضی اللہ عنہ [۲] کا معمول پہلے ہی سے ہے، اس کو پڑھ کر صبح سفر شروع کیا تھا، اللہ گواہ ہے ایئر پورٹ پر ذرہ برابر خوف وحراس نہیں محسوس ہوا' اور مکمل قلبی اطمینان حاصل تھا، اللہ تعالی نے بڑا فضل بھی فرمایا کہ مختصر وقت میں کسٹم کے سارے مراحل سے فارغ ہو کر ہم باہر آ گئے۔ [۳] مگر چند نوجوان ساتھیوں کی وجہ سے کئی گھنٹے ایئر پورٹ پر رکنا پڑا۔ [۴] سنا تھا

---

[۱]...... تل ابیب: ۱۴؍مئی ۱۹۴۸ء کو عمل میں آنے والی حکومت اسرائیل کا یہ شہر ہے، یہ شہر (Mediterranean) سمندر کے کنارے پر واقع ہے، اس شہر کا کشادہ اور عالی شان ایئر پورٹ (ben gurion) ہے۔ دنیا کے اور ایئر پورٹوں کی طرح یہاں ہجوم اور زیادہ بھیڑ بھاڑ نظر نہیں آئی۔

[۲]...... دعائے انس (رضی اللہ عنہ) کے لئے دیکھئے! ص: ۲۶۵۔

[۳]...... اللہ تعالی محض اپنے فضل و کرم سے آخرت کے کسٹم میں بھی اسی طرح بلا کسی حساب اور بلا کسی خوف کے پار فرمادیں کہ یہ سب عارضی کسٹم اور امتحانات ہیں، اصل امتحان ہر بندے کا آخرت کا امتحان ہے جو اس میں کامیاب ہوا وہ حقیقی کامیاب ہے۔ انشاءاللہ اللہ تعالی سے قوی امید ہے کہ اس سفر میں بھی آسانی کا معاملہ فرمائیں گے۔ راقم دل ہی دل میں برابر یہ دعا بھی کرتا رہا، اللہ تعالی قبول فرمائیں۔

[۴]...... اللہ تعالی نے کئی ممالک میں جانے کا موقع عنایت فرمایا، مگر سعودی عرب اور یہاں کے علاوہ عامۃً ایئر پورٹ پر لمبے عرصہ تک رکنے اور تنگ آنے کا اور صحیح الفاظ میں روکنے اور تنگ کرنے کا اتفاق کہیں نہیں ہوا۔ یہاں کے بارے میں سنا تھا کہ رکنا ہی پڑتا ہے، سعودی عرب کے بارے میں دسیوں

کہ اکثر نو جوانوں کو اس مرحلہ سے گذرنا ہی پڑتا ہے، اور چند گھنٹے یہاں لگ ہی جاتے ہیں۔ ہمارے ساتھ بھی وفد میں چند نو جوانوں کو تفتیش اور انٹرویو کے لئے علیحدہ لے جایا گیا، اور ڈیڑھ دو گھنٹے کے بعد وہ باہر آئے، مگر ایک نو جوان پر نہ معلوم کیا شبہ ہوا کہ اسے پورے چار دن تک اپنی تحویل وحراست میں رکھا اور واپسی میں ہمارے ساتھ بھیج دیا، بے چارہ زیارت سے محروم رہا، اس کی نو جوان بیوی بھی ساتھ تھی وہ کچھ گھنٹوں بعد ہمارے پاس پہنچادی گئی۔ نہ جانے اس نے بغیر شوہر کے کس پریشانی میں چار دن گذارے ہوں گے، اللہ تعالی اس آزمائش کو ان کے لئے ذخیرۂ آخرت بنادے، یقیناً اس میں بھی اللہ تعالی کی کوئی حکمت پوشیدہ ہوگی چاہے ہماری نظر اور ناقص عقل کی وہاں تک رسائی نہ ہو ''فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمة''۔

مشکل سے سب حضرات کے انتظار کے بعد رات دیر سے ہوٹل سلیمان میں پہنچے، چونکہ نماز وغیرہ سے پہلے ہی فراغت ہو چکی تھی اور فجر میں مشکل سے دو گھنٹے باقی تھے، فوراً آرام کیا، صبح فجر کے لئے جلدی سے اٹھ کر اپنے مقصود اور برسوں کی تمنا کا مرکز مسجد اقصی

مرتبہ کا تجربہ ہوا کہ ہوائی اڈے پر ایک دو نہیں بعض مرتبہ پانچ چھ گھنٹے سے زیادہ سات آٹھ گھنٹے تک بھی رکنے کی نوبت آئی، اللہ تعالی وہاں کے خدام کو اس بات کی توفیق مرحمت فرمائے کہ اللہ کے مہمانوں اور زائرین بیت اللہ پر رحم کھا کر اس سلسلہ میں کوئی نئی تجویز پر غور وفکر کریں تا کہ معذور' مریض' عورتیں' بچے اور مشائخ کے سارے گناہ یہاں ہی معاف نہ ہو جائیں۔ ہمیں امید ہے کہ خادم الحرمین شریفین اور حج کمیٹی کے اہم ذمہ داروں تک اگر کوئی اللہ بندہ اس دشوار گذار مرحلے کا ذکر کرے اور وہاں تک کسی مصیبت زدہ کی آواز پہنچائے تو وہ حضرات جو حجاج بیت اللہ کی راحت رسانی میں اپنی پوری کوشش صرف کرنے ہیں کمی نہیں کرتے' اس پر خاص توجہ فرمائیں گے۔ سعودی حکومت کے اس کارنامہ کی جو وہ حجاج کی راحت رسانی کے لئے کرتی ہے تعریف نہ کرنا اور شکر ادا نہ کرنا حقیقت سے آنکھ بند کرنا ہے، اللہ تعالی پوری دنیا کے مسلمانوں کی طرف سے خدام حرمین شریفین کو بہترین بدلہ نصیب فرمائے، آمین۔

حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہاں اذان تہجد کا بھی رواج ہے [۱] اور شب جمعہ کو تہجد کی جماعت کا اہتمام ہوتا ہے، اور مسجد ہی میں لوگ جماعت سے نوافل پڑھتے ہیں، دوسری راتوں میں چند لوگ محراب زکریا (علیہ الصلوۃ والسلام) میں تہجد جماعت سے ادا کرتے

---

[۱]..... اذان تہجد مشروع نہیں ہے، احناف کے یہاں منسوخ ہے، ابتدائے اسلام میں کچھ مصالح کے پیش نظر تہجد کی اذان دی جاتی تھی، احادیث میں اس کا تذکرہ ملتا ہے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل نہیں فرمایا، لہذا اب یہ اذان منسوخ ہے۔ ''شرح معانی الآثار'' میں ہے: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ہمیں رخصت کرنے کے لئے حضرت علقمہ رحمہ اللہ ہمارے ساتھ آئے، آپ نے رات میں کسی کو اذان دیتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ:

''اما هذا فقد خالف سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم ' لو كان نائما لكان خيرا، فاذا طلع الفجر اذّن، فاخبر علقمة رحمه الله ان التاذين قبل الفجر خلاف لسنة اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ''۔ (طحاوی ص۸۴ ج۱، باب التاذين للفجر)

یہ شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے کے خلاف کر رہا ہے، اگر یہ شخص سوتا رہتا تو اس کے لئے بہتر ہوتا، جب صبح ہوتی تو اذان دیتا، حضرت علقمہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: فجر سے پہلے اذان دینا رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے کے خلاف عمل ہے۔

فقہاء نے بھی اذان کو صرف فرائض کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے، اور فرائض کے علاوہ اذان کو مکروہ لکھا ہے۔ دیکھئے! البحر الرائق ص۲۶۲ ج۱۔ الدر المختار مع الشامی ص۳۸۵ ج۱، سعید۔ بدائع الصنائع ص۱۵۴ ج۱، سعید کمپنی۔

ہمارے اکابر کے فتاوی میں بھی اذان تہجد کو مکروہ اور منسوخ فرمایا گیا ہے۔ دیکھئے! ''فتاوی حقانیہ'' ص۵۳ ج۳۔ ''خیر الفتاوی'' ص۲۰۶ ج۲۔ ''احسن الفتاوی'' ص۲۹۱ ج۲۔ ''فتاوی دار العلوم زکریا'' ص۹۴ ج۲۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل ص۱۶۵ ج۲۔ آداب اذان واقامت ص۳۹۔

نوٹ: یہ چند حوالجات اس لئے لکھ دیئے گئے ہیں کہ بعض مساجد میں اتباع حرمین کی وجہ سے اذان تہجد کا رواج شروع ہو گیا ہے، شریعت نے ہمیں حرمین کی تعظیم وتکریم کا حکم دیا ہے اتباع کا نہیں، کہ حرمین کے سارے اعمال ہمارے لئے قابل اتباع ہوں۔

ہیں، اس میں بڑی جماعت کا اہتمام نہیں ہوتا۔ ہم نے اس جماعت میں شرکت نہیں کی، انفرادی طور پر نوافل کی چند رکعتیں اور دعا کی توفیق ہوئی، اول وقت میں فجر کی اذان ہوئی، ماشاء اللہ مؤذن نے بڑی عمدہ آواز اور مؤثر انداز سے اذان دی، مؤذن کا پرکشش طرز اذان اور آواز کا حسن اس پر مزید براں، اور بیت المقدس کی بابرکت زمین اور مسجد اقصیٰ کا نورانی ماحول، اس اذان نے دل پر گہرا اثر ڈالا۔[۱] اذان کے تقریباً پندرہ بیس منٹ کے بعد فجر کی نماز شروع ہوئی، امام حرم شیخ یوسف حفظ اللہ صاحب [۲] نے نماز کی امامت

---

[۱]...... حدیث شریف میں بیت المقدس کے مؤذن کی خاص فضیلت آئی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ: سب سے پہلے کون جنت میں داخل ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرات انبیاء علیہم السلام، سائل نے پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: شہداء، سائل نے پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بیت المقدس کے مؤذنین، سائل نے پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد حرام کے مؤذنین، سائل نے پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میری مسجد کے مؤذنین، سائل نے پوچھا: پھر کون، آپ ﷺ نے فرمایا: سارے ہی مؤذنین۔

حضرت علاء بن ہارون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ: شہداء بیت المقدس کے مؤذنین کی اذان جمعہ سنتے ہیں۔ (الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۵۶ ج۱)

[۲]...... شیخ یوسف حفظہ اللہ: بڑے ملنسار اور انتہائی متواضع، طویل القامت اور خوب صورت وخوب سیرت اوصاف کے حامل ہیں۔ مدینہ منورہ سے تخصص فی الحدیث کی تعلیم حاصل کی، صاحب مطالعہ اور صاحب ذوق اور علم دوست صفت کے مالک ہیں، زبان بڑی فصیح اور صاف ومؤثر ہے، جمعہ کا خطبہ اور ایک درس سننے کا اتفاق ہوا، جس سے ان کی شخصیت کا دل نے اچھا اثر لیا، تینوں دن ان سے ملاقات رہی اور ہر مرتبہ ہماری حیثیت سے زیادہ اکرام کا معاملہ فرمایا، مفید معلومات سے استفادہ کا موقع عنایت فرمایا، ہمارے اس سوال پر کہ بیت المقدس کی تاریخ وفضائل پر قابل مطالعہ کتاب کون سی ہے؟ موصوف نے فرمایا: بیشمار کتابیں اس موضوع پر لکھی گئی ہیں، مگر مجیر الدین الحنبلی العلیمی رحمہ اللہ کی ''الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل'' بہت عمدہ اور جامع کتاب ہے۔ واقعۃً جب اس کے مطالعہ کا موقع ملا تو قابل

فرمائی۔ مسجد اقصیٰ کے ائمہ کی نماز میں یہ بات قابل تعجب نظر آئی کہ سورۂ فاتحہ کے بعد برائے نام بھی سکتہ کا اہتمام نہیں، حالانکہ شوافع بھی ہلکے سے سکتہ کے قائل ہیں،[۱] اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''باب الصلوۃ'' میں اس پر مستقل باب قائم کیا ہے ''باب ما جاء فی السکتتین''[۲] راقم الحروف نے امام مسجد اقصیٰ شیخ یوسف حفظہ اللہ کی خدمت میں بڑے قدر کتاب پائی۔ موصوف قرآن کریم کے بہترین اور پختہ حافظ تو ہے ہی مگران کی صحبت سے محسوس ہوا کہ ان کو احادیث بھی کم یاد نہیں، چنانچہ ایک بار حدیث کے موضوع پر دوران گفتگو فرمایا کہ: الحمد للہ مجھے ''بخاری شریف'مسلم شریف' ترمذی شریف'' اور ''ابوداؤد شریف'' کی ایک ایک ہزار حدیثیں ازبر یاد ہیں۔ موصوف ماشاء اللہ انگریزی بھی بولتے ہیں، اس لئے انگریزی جاننے والوں کے لئے بھی ان سے استفادہ آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو صحت و عافیت سے رکھے۔ اللہ کرے کہ اہل بیت المقدس ان کی ذات کو غنیمت سمجھے اوران سے استفادہ کریں۔

[۱]......فقہ شافعی کی ایک معتمد کتاب ''تحفۃ الباری فی الفقہ الشافعی'' میں ہے:

سورۂ فاتحہ کے بعد فاتحہ کے آخر اور آمین کے درمیان بہت ہلکا سا سکتہ کرے۔ (ص۱۸۱ج۱)

احناف کے یہاں بھی تین سکتے ہیں: ایک قرأت فاتحہ سے پہلے یہ متفق علیہ ہے جس میں ثنا پڑھی جاتی ہے، دوسرا سکتہ سورۂ فاتحہ کے بعد ہے، حنفیہ کے نزدیک اس میں آمین آہستہ سے کہی جاتی ہے، اور شوافع وحنابلہ کے نزدیک سکوت محض ہوگا، تیسرا سکتہ قرأت کے بعد رکوع سے پہلے ہے جو سانس ٹھیک کرنے کے لئے ہے، شوافع اور حنابلہ اس کو مستحب قرار دیتے ہیں۔ حنفیہ میں سے علامہ شامی رحمہ اللہ نے یہ تفصیل کی ہے کہ: اگر قرأت کا اختتام اسمائے حسنیٰ میں سے کسی اسم پر ہو رہا ہو جیسے ''وھو العزیز الحکیم'' تو سکتہ مستحب نہیں، بلکہ اس کا تکبیر کے ساتھ وصل کرنا اولیٰ ہے، اور اگر اختتام کسی اور لفظ پر ہو تو سکتہ کرنا چاہئے ،لیکن محققین حنفیہ نے یہ فرمایا کہ: اس تفصیل کا مبنیٰ محض قیاس ہے اور حدیث باب میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول قرأت کے بعد سکتہ کی سنیت پر دلالت کررہا ہے، اس لئے قیاس کے مقابلہ میں اس کو ترجیح ہونی چاہئے اور سکتہ کو مسنون ماننا چاہئے۔ (درس ترمذی ص۵۲۶ ج۱۔تحفۃ الالمعی ص۵۹۲ ج۱)

[۲]......ترمذی شریف کی روایت کا مفہوم ومطلب یہ ہے کہ:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: مجھے رسول اللہ ﷺ کے دو سکتے یاد ہیں، یعنی آپ ہر رکعت

ادب کے ساتھ چند گذارشات ایک عریضہ میں پیش کی ہیں، ان میں اس بات کو بھی لکھ دیا ہے، اللہ کرے یہ درخواست کسی اہل قدر تک پہنچ کر عملی نتیجہ کا ذریعہ بنے، ہمارے ذمہ تو بات کا پہنچا دینا ہے، عمل کروانے کی ذمہ داری تو قاضی اور امیر المؤمنین کی ہے۔

نماز فجر کے بعد امام صاحب سے ملاقات ہوئی، موصوف بغیر کسی سابقہ تعلق اور تعارف کے بڑے پر تپاک سے ملے، اور بغیر کسی درخواست کے از خود ہی مسجد اقصیٰ کے خاص خاص مواقع کی زیارت کروائی، جس سے بہت فائدہ ہوا۔ موصوف نے مقام سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت کروائی۔

حضرت سیدنا سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کا مختصر تذکرہ

حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام انبیاء بنی اسرائیل کے مشہور نبی حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کے فرزند اور آپ کی نبوت اور بادشاہت دونوں کے وارث ہوئے۔ آپ کی پیدائش: ۵۷۵ موسوی میں یروشلم (بیت المقدس) میں ہوئی۔ والدہ نے نصیحت فرمائی کہ: بیٹا! رات بھر سوتے رہنا انسان کو قیامت کے دن (اعمال خیر) سے محتاج بنادے گا،

میں دو جگہ خاموشی اختیار فرماتے تھے: ایک تکبیر تحریمہ کے بعد، دوسرے فاتحہ ختم کرنے کے بعد۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے انکار کیا اور فرمایا: ہمیں ایک ہی سکتہ یاد ہے، یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد۔ فاتحہ کے بعد کے سکتہ کا انہوں نے انکار کیا، پھر دونوں نے مدینہ منورہ خط لکھا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے استصواب کیا، ان کا جواب آیا کہ حضرت سمرہ کو ٹھیک یاد ہے۔

سعید بن عروبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: ہم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے پوچھا: وہ دو سکتے کون سے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: جب نماز میں داخل ہو اور جب قرأت سے فارغ ہو، پھر دوسرے موقع پر کہا جب ''ولا الضالین'' پڑھے۔ (پہلے جواب میں بھی قرأت سے فاتحہ ہی مراد ہے۔ پس قتادہ رحمہ اللہ کی دونوں تفسیروں میں کوئی تعارض نہیں) حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کو قرأت سے فارغ ہونے کے بعد سکتہ پسند تھا تاکہ سانس بحال ہو جائے۔ (تحفۃ الالمعی ص۵۹۲ ج۱)

اس لئے رات بھر سوتے نہ رہا کرو۔قرآن کریم کی سات سورتوں میں سولہ جگہوں پر آپ کا تذکرہ آیا ہے۔

آپ کی فہم وفراست کی گواہی قرآن نے دی: ﴿ ففھمناھا سلیمان ﴾۔دو عورتیں اپنے بچوں کے ساتھ حالت سفر میں تھیں کہ بھیڑئے نے ایک کے بچہ کو اٹھالیا، جو بچہ بچ گیا اس پر دونوں عورتوں نے دعوی کر دیا، جب مقدمہ حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں آیا تو چونکہ بڑی عورت کے قبضہ میں بچہ تھا اور دوسری کے پاس کوئی دلیل نہ تھی، بڑی کے لئے فیصلہ ہوگیا، جب حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس سے وہ عورتیں گذریں تو آپ نے تفصیل سن کر چھری منگائی اور فرمایا کہ: بچہ کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا جائے، یہ سن کر بڑی تو خاموش رہی اور چھوٹی نے رونا شروع کر دیا، بالآخر سب سمجھ گئے کہ بچہ چھوٹی کا ہے بڑی کا نہیں، چنانچہ آپ نے بڑی سے بچہ لے کر چھوٹی کو دے دیا۔

آپ نے اللہ تعالی سے مغفرت کے بعد ایسی سلطنت کا سوال کیا کہ جو میرے بعد کسی کے لئے مناسب نہ ہو، چنانچہ اللہ تعالی نے آپ کے لئے ہَوا اور جنات کو مسخر فرما دیا۔زمانہ ملوک وجبارین کا تھا، اس لئے یہ دعا بھی مذاق زمانہ کے موافق تھی، اور انبیاء علیہم السلام کا مقصد ملک سے اپنی شوکت کا اظہار نہیں ہوتا بلکہ دین کا غلبہ اور اس کی اشاعت ہوتی ہے، اس لئے اس دعا کو دنیوی بادشاہوں پر قیاس نہ کیا جائے۔

ہوا کی تسخیر کا کیا کرشمہ تھا کہ وہ تخت سلیمانی کو لے کر شام سے یمن اور یمن سے شام تک مہینہ کی مسافت آدھے دن میں طے کر لیتا ﴿ غدوھا شھر و رواحھا شھر ﴾ اور ہوا میں طوفان تک نہ آتا، بلکہ نرم اور خوش گوار رفتار سے چلتی ﴿ رخاء و اصاب ﴾ اس تخت پر چھ

لاکھ کرسیاں تھیں، جن پر انس وجن بیٹھتے اور پرندے سایہ کرتے، سفر میں حضرت سلیمان علیہ السلام خود سر جھکائے اللہ کے ذکر وشکر میں مشغول رہتے۔

آج کل ہوائی جہاز کے سفر کرنے والوں کے لئے اس میں سبق ہے کہ کب کوئی حادثہ پیش آجائے اور وقت اخیر آجائے، اس لئے ایسے سفر میں برابر اللہ کی یاد میں رہنا چاہئے۔

آپ کا یہ شرف بھی ہے کہ آپ جانوروں کی بولیاں سمجھ لیتے تھے، سفر میں پرندے بھی رہتے تھے اوران کے نظم کا خاص اہتمام تھا، ﴿والطیر فھم یوزعون ﴾ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ایک مرتبہ ملک میں قحط کی وجہ سے اپنی افواج کے ساتھ دعا کے لئے تشریف لے جارہے تھے تو راستہ میں چیونٹیوں کی آبادی (وادی نملہ) پر گذر ہوا' ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیوں ! اپنے اپنے سوراخوں میں گھس جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ (حضرت) سلیمان (علیہ الصلوۃ والسلام) اوران کے لشکر تم کو کچل ڈالیں اوران کو خبر بھی نہ ہو۔چیونٹی کی اس بات پر آپ نے تبسم فرمایا اور اللہ کے شکر پر قائم رہنے کی دعا فرمائی۔آپ نے دیکھا کہ ایک چیونٹی اگلا قدم اٹھائے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر یہ دعا مانگ رہی ہے: ''یا اللہ! ہم بھی تیری مخلوق ہیں' تیرے فضل کے محتاج ہیں' ہم کو بارش سے محروم رکھ کر ہلاک نہ فرما'' حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے قوم سے فرمایا: واپس چلو ایک حیوان کی دعا نے ہمارا کام کردیا، اب تمہاری طلب کے بغیر ہی بارش ہوگی۔

آپ پرندوں سے مختلف کام لیتے، ہدہد سے پانی کی تفتیش اورڈاک کا کام لیتے، آپ کو جہاں قیام کرنا ہوتا تو ہدہد سے زمین کا انتخاب کرواتے کہ کہاں پانی ہے؟ پھر جنات سے زمین کھود کر پانی نکلواتے۔ایک مرتبہ ہدہد نظر نہ آیا تو ناراضگی اور معقول عذر نہ بتانے پر سخت سزا کا ارادہ فرمایا، مگر ہدہد نے کہا کہ: میں یمن کے علاقہ سے سبا کی خبر لایا ہوں،

وہاں ایک عورت (بلقیس) لوگوں پر حکمران ہیں، اور وہ نعمتوں سے نوازی گئی ہیں، اور زرو جواہرات سے مرصع بڑے تخت کی مالکہ ہے، اور اس کا وطن مآرب باغوں کی دوطرفہ قطاروں سے گھیرا ہوا ہے، ان نعمتوں کے باوجود وہ اور ان کی قوم آفتاب پرستی میں مبتلا ہے، اور شیطان نے ان کو صحیح راہ سے روک رکھا ہے، چنانچہ آپ نے ملکہ کے نام گرامی نامہ لکھا اور ہدہد ہی کو دیا اور جواب کا بھی مطالبہ فرمایا، ملکہ نے درباریوں سے مشورہ چاہا کہ مجھے ایک خط اس حالت میں ملا کہ میرے کمرہ میں اور میرے سینہ پر رکھا ہوا تھا، اور مکتوب بڑی شخصیت کا ہے۔ بلقیس آپ کا نام اور آپ کی حکومت کے دبدبہ کی خبریں پہلے ہی سن چکی تھیں، اس مختصر خط میں کمالات وعجائبات پوشیدہ تھے، اپنا تعارف' اللہ کے نام سے ابتدا' اپنی طاقت کا اظہار اور دعوت الی اللہ، بلقیس نے مشورہ کے بعد بڑے بڑے قیمتی جواہرات' گھوڑے' خوب صورت باندیاں اور مختلف ہدایا بھجوائے، آپ نے ان ہدایا کو دیکھ کر فرمایا: کیا تم مال سے میری مدد کرنا چاہتی ہو، اللہ تعالی نے مجھے جو دیا' وہ اس سے کہیں بہتر ہے، یہ تحائف تمہیں مبارک ہو، بلقیس سمجھ گئیں کہ آپ واقعۃً دینوی بادشاہ نہیں ہیں، اللہ کے نبی ہیں، اس لئے حاضری کا ارادہ کرلیا اور نکل پڑیں، حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے وزیر آصف بن برخیا کے ذریعہ جن کے پاس کتاب کا علم یعنی اسم اعظم تھا، چشم زدن سے پہلے اس کا وہ تخت جو سات محلات کے درمیان ایک محفوظ جگہ میں جہاں پرندہ بھی پر نہ مار سکے رکھا تھا' جس کا طول اسی ہاتھ' اور چوڑائی ۴۰/ ہاتھ اور بلندی ۳۰/ ہاتھ تھی' جس پر موتی اور یاقوت احمر اور زبرجد کا کام ہوا تھا' اور اس کے پائے موتیوں اور جواہرات کے تھے' اور پردے ریشم وحریر کے اندر سے باہر یکے بعد دیگرے سات مقفل عمارتوں میں محفوظ تھا' حاضر کردیا، اس حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے بجائے فخر کرنے کے فرمایا: یہ

میرے رب کا فضل ہے۔حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے بلقیس کے امتحان کے لئے تخت میں معمولی تبدلی کرادی، چنانچہ بلقیس نے کہا: تخت تو میرے جیسا ہے، مگر کچھ تراش وخراش معلوم ہوتی ہے، الغرض بلقیس نے دربار سلیمانی دیکھا اور انسانی ذہن سے بڑھ کر خود مشاہدہ کیا تو اپنی جان پر ظلم کا اعتراف کرتے ہوئے اسلام لے آئیں، اور تاریخی روایات کے مطابق ان سے حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے نکاح بھی فرمالیا۔

حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام جنات سے سمندر میں غوطہ لگوا کر تہہ سے موتی ' جواہرات وغیرہ نکلواتے تھے، اوران سے بڑی بڑی مضبوط عمارتوں کا کام لیتے تھے، چونکہ آپ کے لئے اللہ تعالی نے تانبہ کا چشمہ بھی بہادیا تھا، اسی طرح جنات سے آپ نے بیت المقدس اور مسجد اقصی کی تعمیر کا کام بھی لیا۔

حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کو موت کا وقت قریب معلوم ہوا تو سوچا کہ مسجد اقصی کی تعمیر نامکمل رہ جائے گی، کیونکہ جنات آپ کے بعد تعمیر کے کام نہ کریں گے، تو آپ نے ایک نقشہ بنا کر جنات کے سپرد کردیا کہ اس کے مطابق تعمیر کا کام ہوتا رہے، اور خود ایک شیشہ کے مکان میں بند ہوکر عبادت میں مشغول ہوگئے، جنات آپ کو دیکھتے رہتے تھے کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام شیشہ کے مکان میں سے ہمیں دیکھ رہے ہیں، آپ عبادت میں مصروف تھے کہ اسی دوران ملک الموت نے آپ کی روح قبض کرلی، وفات کے بعد لکڑی کے سہارے کھڑے رہے، جنات کو پتہ بھی نہ چلا کہ آپ وفات پاگئے، جنات اسی دھوکہ میں بدستور تعمیر کے کام میں لگے رہے، مختصر یہ کہ لکڑی کو دیمک لگ گئی اور آپ کا مجسمہ زمین پر گر گیا، اس سے جنات کو معلوم ہوا کہ آپ کا تو وصال ہوگیا۔

آپ کا وصال نبی کریم ﷺ سے تقریبا: ۱۵۴۶ر سال قبل ہوا۔ چالیس سال آپ

بڑے رعب اور شاہی دبدبہ کے ساتھ حکومت کرتے رہے۔

اس جلالت قدر کے باوجود ایک آزمائش سے بھی گذرنا پڑا، کہ ایک مرتبہ آپ نے قسم کھالی کہ آج رات میں اپنی تمام ازواج کے پاس جاؤں گا، (جن کی تعداد ستر اور سو کے درمیان تھی) اس کے بعد ہر بیوی سے ایک بچہ پیدا ہوگا، جو خدا کی راہ میں جہاد کرے گا، مگر آپ انشاء اللہ کہنا بھول گئے، اللہ کی شان کہ کسی بیوی سے ایک بچہ بھی پیدا نہ ہوا، صرف ایک بیوی سے ایک بچہ پیدا ہوا وہ بھی ادھورا، دایہ نے بچہ لاکر تخت پر رکھ دیا، اور کہا کہ یہ ہے آپ کی قسم کا نتیجہ، آپ نے فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور ندامت سے معافی مانگی۔

(انتہی حالات حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام۔ ملخص از: تذکرۃ الانبیاء علیہم السلام ص ۵۵۷ ج ا)

پھر مسجد اقصی کے صحن کی دیوار سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے دو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہما کی قبروں کی نشاندہی کی، ایک حضرت عبادہ بن صامت اور دوسرے حضرت اوس بن شداد رضی اللہ عنہما اور ان دونوں کا مختصر تعارف بھی کروایا۔ وہیں سے ایک چرچ بتلایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت مریم علیہا السلام کا قیام تھا، اور بعض حضرات کی تحقیق کے مطابق یہیں حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت ہوئی، موصوف نے فرمایا کہ: یہی اصل مقام بیت اللحم ہے، جہاں حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت ہوئی، اور جو مقام بیت اللحم کے نام سے معروف ہے وہ اس لئے صحیح نہیں کہ قرآن کریم نے: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ م اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا﴾[ا] فرمایا، اور مسجد اقصی سے جانب شرق یہی جگہ ہے، بیت اللحم کا مقام جانب شرق نہیں ہے، واللہ اعلم۔

موصوف کا یہ استدلال کہ بیت اللحم جو مشہور ہے وہ نہیں بلکہ وہ چرچ ہے جو مسجد اقصی

ا......اور اس کتاب میں مریم (علیہا السلام) کا بھی تذکرہ کرو۔ اس وقت کا تذکرہ جب وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ ہوکر اس جگہ چلی گئیں جو مشرق کی طرف واقع تھی۔ (آسان ترجمہ)

سے مشرق کی طرف سامنے نظر آتا ہے، بظاہر قابل اشکال ہے، اس لئے کہ آگے قرآن کریم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ: ﴿فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا﴾۔

پھر ہوا یہ کہ مریم (علیہا السلام) کو اس بچے کا حمل ٹھہر گیا (اور جب ولادت کا وقت قریب آیا) تو وہ اس کو لے کر لوگوں سے الگ ایک دور مقام پر چلی گئیں۔

یہ دور مقام وہی بیت اللحم ہے جو مسجد اقصی سے دور ہے قریب نہیں، اس لئے جو مقام مشہور ہے وہی درست معلوم ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

مسجد اقصی کے صحن میں مشرق کی جانب ایک قبہ دکھلا کر فرمایا کہ: یہ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ کا قبہ ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ [1] نے یہیں قیام فرمایا اور نصف سے زائد ''احیاء

[1]۔۔۔۔۔محمد بن محمد المعروف بہ امام غزالی ۴۵۰ھ میں طاہران میں پیدا ہوئے، امام الحرمین کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے، خود استاذ کا بیان ہے کہ: ''غزالی بحر ذخار ہیں''۔ استاذ کے انتقال کے بعد نیشاپور سے نکلے تو عمر ۲۸ سال تھی مگر کبیر السن علماء سے ممتاز اور باکمال سمجھے جاتے تھے۔ فراغت کے بعد نظام الملک کے دربار میں پہنچے تو اہل کمال کے مجمع میں علمی مباحث میں سب سے غالب رہتے، اسی لئے ۳۴ سال کی عمر میں مدرسہ نظامیہ کی صدارت کے لئے منتخب کئے گئے' جو اس وقت کسی عالم کے لئے منتہائے اعزاز وترقی تھا۔ بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں آپ کی درس کی دھوم مچ گئی اور آپ مرجع خلائق بن گئے، اور تین تین سو منتہی طلباء اور سوسو امراء مجلس درس میں شریک ہوئے، اللہ نے وہ اثر ورسوخ دیا کہ ارکان سلطنت اور بارگاہ خلافت کی شوکت بھی ماند پڑ گئی۔ مگر اس ظاہری علم پر اکتفانہ کرتے ہوئے باطنی علم کی تلاش میں اس اعزاز کو قربان کر کے ۱۱ سال تک گوشہ نشینی کی زندگی گذار کر دوبارہ اپنے منصب جلیل پر فائز ہوئے تو دنیا ہی بدلی ہوئی تھی، پہلے کے مشغلے دنیا اور حب جاہ کے لئے تھے، اب سارے شعبوں میں خالص اللہ ہی اللہ تھا۔ آپ کی دو خصوصیتیں: اخلاص اور علوہمتی کا اعتراف مخالف کو بھی کرنا پڑا۔ آخری عمر میں حدیث کا مشغلہ اختیار کرنے کا شوق ہوا تو مشہور محدث حافظ عمر بن ابی الحسن رحمہ اللہ کو اپنے یہاں مہمان رکھ کر ان سے ''بخاری ومسلم'' کا درس لیا، اور سند حاصل کی۔ پیر کے دن صبح وضو کر کے نماز پڑھی، کفن منگوایا اور آنکھوں سے لگا کر فرمایا: آقا کا حکم سرآنکھوں پر'' یہ کہہ کر پاؤں پھیلا دیئے، ۱۴/

العلوم'' کا حصہ یہیں لکھا گیا۔ موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ ''احیاء العلوم'' کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے، ایک زمانہ تھا کہ علماء نے اس کی اہمیت کو خوب سمجھا تھا، بعض اہل علم نے اس کتاب کا سو سو مرتبہ مطالعہ کیا، اور بعض حضرات نے چالیس مرتبہ اس کا درس دیا۔ [۱]

دورانِ گفتگو فرمایا کہ: بڑے بڑے اکابر اس مقام پر آئے ہیں جن میں: حافظ ابن حجرؒ علامہ زکریا انصاریؒ ابن الصلاح رحمہم اللہ وغیرہ کا ذکر کیا۔ علامہ زکریا انصاری رحمہ اللہ کے بارے فرمایا کہ: بڑے مضبوط اور طویل القامت تھے اور اخیر تک ایسے ہی رہے، اس لئے کہ ایک ہی شادی کی تھی، اور علامہ مقدسی رحمہ اللہ کے متعلق فرمایا کہ: بالکل جھک گئے تھے، اس لئے کہ ان کی بیویاں زیادہ تھیں۔

بہرحال ان سے فارغ ہو کر ہم ہوٹل پہنچے کہ رات کی بیداری اور فجر میں جلد اٹھنے کی وجہ سے سونے کا تقاضہ تھا اور نماز جمعہ کے لئے جلدی سے نکلنے کا بھی پروگرام تھا، آ کر ناشتہ اور آرام کے بعد گیارہ ساڑھے گیارہ تک مسجد پہنچ گئے تو دیکھا کوئی مختصر بیان کر رہا ہے پھر کسی قاری کی قراءت شروع ہوئی، اول وقت میں اذان اور مختصر طور پر بھی چار رکعت نہ پڑھی جا سکے اس سے پہلے ہی خطبہ شروع ہو گیا۔ مشکل سے جلدی جلدی اپنی سنتیں پوری کیں۔ [۲]

جمادی الاخری ۵۰۵ھ میں: ۵۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔

[۱]...... تاریخ اسلام میں جن چند کتابوں نے مسلمانوں کے دل و دماغ پر گہرا اثر ڈالا ان میں ''احیاء علوم الدین'' کو ممتاز مقام حاصل ہے، یہ اعلیٰ ترین تصنیف ہے، اس جیسی تصانیف کم لکھی گئیں، اس میں ہر طبقے پر تنقید و احتساب ہے، اصلاح و تربیت کا بے مثال شاہکار ہے، عقائد و فقہ اور تزکیہ نفس تینوں شعبوں کی جامع ہے، دل پر عجیب تاثیر پیدا کرنے والی ہے، مؤثر حصہ وہ ہے جہاں ترغیب و ترہیب کو بیان کیا گیا ہے، ابن تیمیہ اور ابن جوزی نے تنقید کے باوجود اس کے حسن کا اعتراف بھی کیا ہے۔ الغرض قابل مطالعہ اور نافع کتاب ہے۔ (تاریخ دعوت و عزیمت، از ص: ۱۳۰ ج ۱، تذکرہ امام غزالی رحمہ اللہ)

[۲]...... جمعہ سے قبل چار رکعتیں پڑھنا آپ ﷺ سے ثابت ہے، چند روایات یہ ہیں:

امام صاحب شیخ یوسف حفظہ اللہ کی باری تھی، موصوف نے بڑا درد انگیز اور فصیح و بلیغ

(۱)......حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ جمعہ سے پہلے چار رکعت اور جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھتے تھے، اور سلام آخری (چوتھی) رکعت میں پھیرتے تھے۔(نصب الرایہ ص ۲۰۶ ج ۲)

(۲)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ جمعہ سے پہلے چار رکعت اور جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھتے تھے، اور ان رکعتوں میں فصل نہیں کرتے تھے۔(مجمع الزوائد ص ۱۹۵ ج ۲)

(۳)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ: جمعہ کے دن جو نماز پڑھے وہ چار رکعتیں جمعہ سے پہلے اور چار رکعتیں جمعہ کے بعد پڑھے۔(کنز العمال)

(۴)......حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ سے پہلے بھی اور جمعہ کے بعد بھی چار رکعتیں پڑھتے تھے۔(مصنف عبدالرزاق ص ۲۴۷ ج ۳۔ ترمذی ص ۱۱۷ ج ۱)

(۵)......حضرت عبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم: جمعہ سے پہلے بھی چار رکعتیں پڑھیں اور جمعہ کے بعد بھی، حتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ: ہم جمعہ کے بعد پہلے دو رکعتیں پڑھیں پھر چار رکعتیں پڑھیں۔(مصنف عبدالرزاق ص ۲۴۷ ج ۳)

(۶)......حضرت جبلہ بن سحیم رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ: آپ جمعہ سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے اور ان کے درمیان (دو رکعت پر) سلام سے فصل نہیں کرتے تھے، پھر جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے پھر چار رکعتیں۔(طحاوی ص ۲۳۱ ج ۱)

نوٹ:...... جمعہ کی سنتوں کے بارے میں راقم کا مختصر رسالہ ''سنن رکعات الجمعۃ قبلھا و بعدھا عشرۃ'' قابل مطالعہ ہے۔

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ: جمعہ سے پہلے چار رکعتیں بھی سنت مؤکدہ ہیں، عرب ممالک میں ان رکعتوں کی زیادہ اہمیت نہیں، حتی کہ حرمین شریفین میں بھی جمعہ کی اذان اول کے بعد بڑی مشکل سے چار رکعت کا وقت دیا جاتا ہے، اہل اثر علماء کو ان حکومتوں یا ائمہ کرام تک اس بات کو پہنچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جیسے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ نے مدینہ منورہ کے قاضی سے کہہ کر اتنا فاصلہ کروادیا کہ چار رکعت اطمینان سے پڑھی جاسکیں۔(تذکرۃ الخلیل ص ۳۰۰)

اب حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ جیسے حق گو بزرگ کہاں تلاش کئے جاویں، ایک قصہ پڑھ لیجئے!

خطبہ دیا، جس میں استقامت علی الاعمال اور استقامت علی الایمان پر بڑی پر اثر بات فرمائی، درمیان میں اقوام کی طغیانی اوران کی ہلاکت کے اسباب اور ظالموں سے قطع تعلقی کا اظہار وغیرہ موضوع بڑے عمدہ تھے۔ دوسرے خطبہ میں غزہ کے حالات اور اہل فلسطین کی ذمہ داریاں اور بابرکت سرزمین کے حقوق پر بڑا ہی فاضلانہ خطبہ دیا، راقم نے موصوف سے درخواست کی کہ آپ کا یہ خطبہ نشر ہوتا ہے یا نہیں؟ نفی میں جواب دیا، مگر ارادہ کیا کہ آئندہ اس کی کوشش کروں گا کہ ان خطبات کی اشاعت کا کوئی بندوبست ہوجائے۔ اللہ کرے کوئی اللہ کا بندہ اس کے لئے تیار ہوجائے کہ ان خطبات کو نشر کیا کرے، ان میں بڑی قیمتی نصیحتیں ہیں۔

جمعہ کے بعد مسجد براق کی زیارت کی، دیوار کی بائیں جانب دیوار پر ایک دروازہ تھا اب وہ بند ہے، رہبر کا بیان ہے کہ یہ وہی دروازہ ہے جہاں سے براق اندر آیا تھا، اور وہیں باندھا گیا تھا۔

مسجد اقصی کے بارے میں رہبر کا بیان ہے کہ اس میں: ۰۰۰ ۷/ ہزار مصلیوں کی گنجائش

مدینہ منورہ میں شافعی امام نے فجر کی نماز میں سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھ کر رکوع کرلیا کہ یہ بھی سجدہ کے قائم مقام ہے، سلام کے بعد حضرت رحمہ اللہ نے امام صاحب سے فرمایا کہ: ہم حنفیوں کے یہاں سجدہ واجب ہے اور رکوع سے جب تک کہ اس کی نیت نہ کی جائے ادا نہیں ہوتا، اور کتنے لوگوں کو معلوم بھی نہیں کہ یہ سجدہ کی آیت ہے، امام نے روکھا جواب دیا کہ ہم پر کسی کے مذہب کی رعایت واجب نہیں، ہم اپنے مذہب کے موافق عمل کریں گے۔ حضرت نے فرمایا: ایسا ہے تو آپ کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی، اور حضرت نے اعلان فرمادیا کہ جس شخص نے رکوع میں سجدہ کی نیت نہ کی ہو وہ اپنی نماز دو بارہ پڑھے، چنانچہ بہت لوگوں نے نماز دوبارہ پڑھی، اس کے بعد حضرت نے مدرسہ میں اپنی علیحدہ جماعت کا اہتمام کرلیا، اس وقت کے ارباب حکومت نے امام سے بازپرس کی اور حضرت سے معذرت کی، اور اطمینان دلایا کہ آئندہ ایسا نہ ہوگا، چنانچہ آپ حرم شریف میں جانے لگے۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۲۹۹)

ہے۔ رمضان المبارک میں مجمع زیادہ ہوتا ہے اور شب قدر میں تقریباً بیس ہزار کا مجمع ہوجاتا ہے، جو صحن مسجد اور قبۃ الصخراء وغیرہ میں عشاء وتراویح ادا کرتا ہے۔

وہاں سے قدیم مسجد اقصیٰ کی زیارت کے لئے گئے، یہاں جانے کے لئے مسجد کے نیچے اترنا پڑتا ہے، وہاں گئے تو عجیب عجیب چیزیں دیکھنے کو ملیں۔ بنائے سلیمان کی نشانات اب بھی موجود ہیں، واقعی ان پتھروں کو دیکھ کر عین الیقین حاصل ہوتا ہے کہ اس قدر بڑے اور بھاری پتھر کون اٹھا سکتا ہے، جنات کے علاوہ کسی انسان کے بس میں نہیں کہ انہیں اٹھائے اور تعمیر کے لئے اوپر تک نصب کرے، اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ و السلام کے لئے بطور معجزہ جناتوں کو تابع کیا تھا، اسی کی برکت ہے کہ اس قدر مضبوط پتھروں سے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے جن کو ایسی مخلوق بنایا ہے کہ جو مشکل سے مشکل اور سخت سے سخت کام انجام دے سکتی ہے، اس لئے حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ ارادہ فرمایا کہ مسجد کے چہار جانب ایک عظیم الشان شہر آباد کیا جائے اور مسجد کی تعمیر بھی از سرنو کی جائے، ان کی خواہش یہ تھی کہ مسجد اور شہر کو بیش قیمت پتھروں سے بنوائیں اور اس کے لئے بعید سے بعید اطراف سے حسین اور بڑے بڑے پتھر منگوائیں، ظاہر ہے کہ اس زمانہ کے رسل ورسائل کے محدود اور مختصر وسائل حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کی خواہش کی تکمیل کے لئے کافی نہیں تھے، اور یہ کام صرف جن ہی انجام دے سکتے تھے، لہذا انہوں نے جن ہی سے یہ خدمت لی، چنانچہ وہ دور دور سے خوبصورت اور بڑے بڑے پتھر جمع کر کے لاتے تھے اور بیت المقدس کی تعمیر کا کام انجام دیتے تھے۔ الغرض جنوں کی تسخیر کی وجہ سے بے نظیر اور شاندار تعمیر عالم وجود میں آئی جو آج تک لوگوں کے لئے باعث حیرت ہے کہ ایسے دیو پیکر

پتھر کہاں سے لائے گئے؟ کس طرح لائے گئے؟ اور جرثقیل (بھاری بوجھ کھینچنے اور اٹھانے کا آلہ) کے وہ کون سے آلات تھے جن کے ذریعہ ان کو ایسی بلندیوں پر پہنچا کر باہم اتصال پیدا کیا گیا؟۔ (قصص القرآن ص ۱۰۷ ج ۲)

مسجد کے نیچے دائیں جانب ایک کونہ میں تیل کی جگہ ہے، جہاں عالم سے مسجد اقصی کے لئے تیل بھیجا جاتا تھا، اور وہ اس کنویں میں جمع ہوتا تھا، اور وہیں سے پوری مسجد اقصی میں روشنی کا انتظام ہوتا تھا۔ چونکہ حدیث شریف میں مسجد اقصی کے لئے تیل بھیجنے کا حکم اور فضیلت آئی ہے:

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں بیت المقدس جانے کی استطاعت نہ پاؤں (تو کیا کروں)؟ فرمایا: وہاں کے لئے تیل بھیج دو جس سے روشنی کا انتظام ہو، جو ایسا کرے وہ بھی وہاں جانے والے کی مانند ہے۔

(ابن ماجہ، باب ما جاء فی الصلاۃ فی مسجد بیت المقدس، رقم الحدیث: ۱۴۰۷)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بیت المقدس نہ جا سکے کہ اس میں نماز پڑھے تو وہ تیل بھیج دے جس کے ذریعہ اس میں چراغ جلایا جائے۔

(کنز العمال، رقم الحدیث: ۳۵۰۶۲)

وہیں پر عبد الملک بن مروان کی مسجد ہے۔ عیسائیوں نے جب بیت المقدس کو فتح کیا تو اس مسجد کے ایک حصہ کو اصطبل بنایا، اس میں گھوڑوں کے باندھنے کے نشانات اب تک ظاہر ہیں۔

محراب مریم (علیہا السلام) پر حاضری ہوئی، یہ وہی محراب ہے جہاں حضرت مریم علیہا السلام اللہ کی یاد میں مصروف رہتیں اور بطور معجزہ اللہ تعالی کی طرف سے رزق دیا جاتا، اور

وہ بھی غیر موسمی پھل کا۔قرآن کریم میں اسی کو بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَجَدَ عِنۡدَهَا رِزۡقًا ﴾۔اسی پھل کو دیکھ سیدنا حضرت زکریا علیہ الصلوۃ والسلام نے آپ سے تعجب سے سوال کیا کہ:اے مریم! یہ چیزیں تیرے پاس کہاں سے آتی ہیں؟ ﴿یٰمَرۡیَمُ اَنّٰی لَکِ هٰذَا ﴾اس کے جواب میں حضرت مریم علیہا السلام نے فرمایا: ﴿هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ﴾اللہ تعالی کی طرف سے آئی ہیں۔اسی معجزہ اور بے موسمی پھل کو دیکھ حضرت زکریا علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ دعا فرمائی: ﴿رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ﴾مطلب یہ ہے کہ جو اللہ اس پر قادر ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام کو بغیر موسم کے پھل دے سکتے ہیں، اس کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ باوجود میرے بڑھاپے کہ آپ کی عمر اس وقت: ۷۰/ یا ۹۰/ سال کی تھی، اور بیوی کے بانجھ ہونے کے اولاد عطا فرمادیں، اس لئے فرمایا کہ: مجھ کو اپنی بارگاہ سے نیک اولاد عطا فرما، اللہ تعالی نے اس دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اور حضرت یحیٰی علیہ الصلوۃ والسلام کی بشارت سنائی۔

اس مختصر زیارت کے بعد مولانا سلیمان ماکڈا صاحب [۱] کی برکت سے ان کے کسی اہل تعلق نے دعوت کا انتظام کیا تھا، وہاں گئے تو شاندار ہوٹل میں بڑی نفیس اور عمدہ کھانوں سے صاحب دعوت نے میزبانی کی، فراغت پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے نماز عصر کے

[۱]...... بزرگوں کے صحبت یافتہ' باٹلی کے سنجیدہ علماء میں سے ہیں۔اصل وطن ڈابھیل ہے۔جلال آباد میں تعلیم کے ساتھ تربیت پائی۔قرآن کریم کے بہترین حافظ ہونے کے ساتھ اچھے قاری بھی ہیں، غالبا یہ ہردوئی کے قیام کی برکت ہے۔انگریزی میں مؤثر بیان کرلیتے ہیں، راقم کو بھی ایک دو مرتبہ بیان سننے کا موقع ملا۔نہ جانے عالم ارواح میں موصوف کی روح نے دمادم کتنی مرتبہ لبیک کہا ہے کہ دسیوں مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت میسر آئی، نہ جانے کتنے حج وعمرہ کی توفیق ملی۔نوجوانوں کے ساتھ اچھے روابط ہیں اور ان کی تربیت کے لئے اپنی سی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔تعلیم وتدریس کی خدمت بھی برابر انجام دے رہے ہیں۔اللہ تعالی قبول فرمائے اور مزید ترقیات سے نوازے۔

لئے پھر مسجد میں حاضر ہوئے، مشورہ یہ ہوا تھا کہ آج کی نماز عصر بجائے مسجد کے قبۃ الصخرہ میں ادا کرنی ہے، حسب پروگرام قبۃ الصخرہ [۱] میں جماعت کے ساتھ نماز عصر ادا کی، پھر

---

[۱]......قبۃ الصخرہ:......خانہ کعبہ اور گنبد خضراء کے بعد روئے زمین پر ''قبۃ الصخرہ'' مسلمانوں کے لئے مقدس ترین مقام ہے۔ صخرہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی چٹان کے ہیں۔

اس وقت عام طور پر جو تصویر مسجد اقصیٰ کی مشہور ہے اور اشتہارات میں اسی نام سے شائع ہوتی رہتی ہے، وہ مسجد اقصیٰ نہیں بلکہ وہ صخرہ کی تصویر ہے، اس عمارت میں صخرہ موجود ہے، اور اس کے نیچے وہ بابرکت غار ہے جس کو معبد انبیاء کہا جاتا ہے۔ اس چٹان کے متعلق بہت سی روایات ہیں:

سارے پتھروں کا سردار بیت المقدس کا صخرہ ہے۔ صخرہ جنت سے ہے۔ مشہور نہریں چار ہیں: سیحان، جیحان، نیل اور فرات، اور وہ صخرہ سے نکلتی ہیں۔ سارے بادل اور سارے سمندر اور ہوا صخرہ کے نیچے سے چلتی ہیں۔ معراج کے سفر میں آپ ﷺ کو صخرہ سے عروج الی السماء کرایا گیا۔ آپ ﷺ نے معراج کی رات صخرہ کے داہنی جانب نماز پڑھی۔ صخرہ میں دائیں یا بائیں ایک ہزار رکعتیں پڑھے تو موت سے پہلے جنت میں داخل ہوگا، (یعنی موت سے پہلے ہی جنت میں اپنا مقام دیکھ لے گا)۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کے صخرہ سے فرمایا: تو میرا قریبی عرش ہے، تیرے ذریعہ میں آسمان پر مستوی ہوا، اور تجھ ہی میں میری جنت اور جہنم ہے، اور تجھ ہی میں میری جزا اور سزا ہے، پس بشارت ہو اس کے لئے جو تیری زیارت کرے، پھر بشارت ہو اس کے لئے جو تیری زیارت کرے، پھر بشارت ہو اس کے لئے جو تیری زیارت کرے۔ صخرہ کے دائیں اور بائیں نماز پڑھنے اور دعا کرنے سے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو، اگر اللہ تعالیٰ سے شہادت طلب کرے تو اللہ اسے شہادت عطا فرمائیں گے۔ ساتویں آسمان پر جنت بیت المقدس کے بالکل سامنے اور برابر ہے، اگر وہاں سے کوئی پتھر گرے تو سیدھے صخرہ پر گرے گا۔ سارے ہی شیریں اور میٹھے پانی صخرہ سے نکلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ صخرہ پر سے قیامت کے دن اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے، اور اسی سے وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ صخرہ پر سے حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے بھی دو ہزار سال پہلے فرشتے اس کا طواف کر چکے تھے۔ طوفان نوح کے بعد حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام کی کشتی اسی چٹان پر آ کر رکی تھی۔ اس کا نام ''بیت الجنت'' بھی ہے۔ سارے انبیاء

اس کے نیچے غار میں گئے جہاں عجیب طرح کا سکون اور ایک روحانی ماحول اور سکون کا احساس مجھ جیسے بے حس کو بھی ہوتا تھا، معلوم ہوا کہ یہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی عبادت کی جگہ ہے اور غالباً اسے معبد الانبیاء کے نام سے بھی لوگ جانتے ہیں۔ جمعہ کے دن عصر کے بعد کے درود شریف کی جو فضیلت ہے وہ درود شریف اسّی (۸۰) مرتبہ پڑھنے کی سعادت اس بابرکت جگہ میں حاصل کی، [۱] اور دعا کی توفیق بھی ملی، اللہ تعالی قبول

علیہم الصلوۃ السلام نے اس چٹان پر عبادت کی ہے۔ صخرہ ہی پر یہودی اپنی قربانیاں لاکر رکھ دیا کرتے تھے اور آسمان سے آنے والی آگ کا شعلہ اسے جلا کر راکھ کر دیتا تھا، جو ان کی قربانیوں کے قبول ہونے کی علامت سمجھی جاتی تھی۔

حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیشہ صخرہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی، حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد تمام انبیاء بنی اسرائیل نے بھی صخرہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔

صخرہ میں داخل ہونے کے آداب:...... علماء نے لکھا ہے کہ: صخرہ میں داخل ہونے کے آداب میں سے یہ ہے کہ: اس طرح داخل ہو کہ صخرہ کو اپنی داہنی جانب رکھے تاکہ طواف بیت اللہ کی شکل نہ ہوجائے، اور اس پر ہاتھ رکھے، مگر اس کو بوسہ نہ دے، پھر دعا کرے، اور ممکن ہو تو صخرہ کے نیچے (غار) میں اترے، اور وہاں دعا میں خوب کوشش کرے، اس لئے کہ اس جگہ دعا انشاء اللہ قبول ہوگی۔

نوٹ:...... فضائل صخرہ کی تمام روایتیں: علامہ محمد بن عبدالواحد بن احمد المقیسی رحمہ اللہ کی "فضائل بیت المقدس" اور ابو الفرج عبد الرحمٰن ابن الجوزی رحمہ اللہ کی "تاریخ بیت المقدس" اور سید قاسم محمود کی "اسلامی انسائیکلو پیڈیا" سے ماخوذ ہیں۔

ان روایات کی صحت وضعف کی تحقیق نہیں ہوسکی، انہیں کتابوں اور ان کے جلیل القدر مصنفین پر اعتماد کر کے نقل کی گئی ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے راقم کا رسالہ: بیت المقدس کے متبرک مقامات، ص ۱۷۵)

[۱]...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں نقل کیا گیا ہے کہ: جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اسی (۸۰) مرتبہ یہ درد شریف پڑھے تو اس کے اسی (۸۰) سال کے گناہ معاف ہوں گے اور اسی (۸۰) سال کی عبادت کا ثواب اس کے لئے لکھا جائے گا: "اللھم صلی علی محمد ن الامی وعلی الہ وسلم تسلیما"۔ (القول البدیع ص ۱۸۹)

فرمائے۔

غار سے واپس آئے تو مولانا سلیمان صاحب نے بتایا کہ بائیں جانب دیوار پر اوپر جو سنگ مرمر لگا ہے اسے دیکھ! سرسری نظر سے کوئی خاص چیز محسوس نہیں ہوئی، تو انہوں نے ایک خاص پتھر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: اسے غور سے دیکھ! دیکھا تو ایک صاف تصویر نظر آئی، جو ایک باریش اور کسی نیک اللہ کے بندے کی صورت پر دکھائی دے رہی تھی، مولانا نے بتایا کہ: لوگوں کا بیان ہے کہ یہ تصویر بلا کسی صنعت کے جب پتھر نصب کیا گیا تو خود بخود اسی طرح ظاہر ہوئی، اور یہ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کی تصویر ہے، بعد میں ایک مقامی آدمی سے بھی اس بارے میں سوال کیا تو اس کا جواب بھی ایسا ہی تھا، واللہ تعالی اعلم۔ اس بابرکت قبہ اور وہاں کی زیارت سے فراغت پر مسجد اقصی میں نماز مغرب اور عشا ادا کی، پھر کمرے آ گئے۔

آج کا یہ دن مصروف ترین دن رہا اور تھکاوٹ بھی کافی ہوگئی تھی کہ رات میں بمشکل ایک ڈیڑھ گھنٹے کی نیند ملی اور جمعہ سے قبل بھی اسی قدر پر اکتفا کرنا پڑا، بقیہ سارا دن زیارت میں گذرا، اس لئے عشاء کے بعد جلدی سے کچھ کھانا کھا کر آرام کر لیا کہ صبح کوئی اور مقامات پر جانے کا پہلے سے نظم طے تھا۔ الحمد للہ رات آرام ملا اور جلد ہی اٹھ کر مسجد کی حاضری ہوئی، نماز تہجد اور دعا سے فراغت پر اذان اور نماز فجر ادا کی اور ہوٹل آ کر ہلکا سا آرام اور ناشتہ کر کے آج کے پروگرام کے لئے سفر شروع کر دیا۔

سنیچر کے دن صبح جلدی ہی زیارت کے لئے نکلنا ہوا تو سب سے پہلے منزل مقام یونس تھی، یہ مسجد سیدنا حضرت یونس علیہ الصلوۃ والسلام کی یادگار میں تعمیر کی گئی ہے، اس کے متعلق وہاں کے حضرات کا کہنا ہے کہ: اسی جگہ پر سیدنا حضرت یونس علیہ السلام کا قیام رہتا

تھا اور آپ مصروف عبادت رہتے۔ الحمدللہ اس مسجد میں حاضری کی سعادت بھی اللہ کی بڑی نعمت تھی، یہاں نوافل اور دعا کا موقع ملا۔

یہاں سے الخلیل کا قصد تھا، یہ وہ بابرکت مقام ہے جہاں حضرات انبیاء علیہم السلام میں سے چار حضرات اور ان میں سے دو حضرات کی اہلیہ محترمات آرام فرما ہیں۔ یہاں پہنچنے کا راستہ بھی معذوروں کے لئے بڑا کٹھن ہے، جاتے ہوئے مشکل ڈھلان اور آتے ہوئے تھکا دینے والی چڑھائی کی صعوبت برداشت کئے بغیر حاضری ناممکن ہے، اس لئے ضعفاء اور بیماروں کے لئے یہاں کی حاضری بڑے دل گردہ کی بات ہے۔ بہرحال ہم تو الحمدللہ آسانی سے وہاں پہنچے، اکثر جگہوں کی طرح تفتیش کے مرحلے سے گذر کر مسجد میں حاضری ہوئی، مسجد کے اندرونی حصہ کے جماعت خانہ ہی میں قبلہ کے دائیں جانب سیدنا حضرت اسحاق علیہ الصلوۃ والسلام کی مزار مبارک ہے۔[۱]

[۱]......الخلیل: وہ بابرکت مقام ہے جہاں سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی کا ایک طویل زمانہ گذرا، یہی آپ کی قبر مبارک بنی، اس سرزمین پر حضرت نبی پاک ﷺ نے شب معراج میں نماز ادا فرمائی، اور نہ جانے کتنے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کے قدم مبارک یہاں پڑے ہیں۔ اس کے فضائل میں احادیث اور آثار بکثرت مروی ہیں، چند یہ ہیں:

اللہ تعالی نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے حبرون کی زمین! تو میری پاکیزہ جگہ ہے، تو میرے علم کا خزانہ ہے، اور تجھ پر میری رحمت اور برکت ہوگی، اور تجھ پر میرے نیک بندوں کا حشر ہوگا، بشارت ہو ان کے لئے جو تجھ پر میرے لئے سجدہ کرتے ہوئے اپنی پیشانی رکھے، میں اس کو اپنے قدس کی حاضری سے سیراب کروں گا اور قیامت کبری کو پریشانی کے خوف سے امن دوں گا۔

حضرت کعب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام جب بیت المقدس کی بنا سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالی نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ: میرے خلیل کی قبر پر نشانی بنا دیں، تو حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے مقام رامہ پر علامت بنائی، اللہ تعالی نے فرمایا: یہ وہ جگہ نہیں

ہے، لیکن آسمان اور زمین کے درمیان دیکھئے! ایک نور معلق نظر آئے گا، وہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ و السلام کے دفن کا مقام ہے، جب حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ السلام نے دیکھا تو مقام حبرون میں وہ نظر آیا، اس سے آپ سمجھ گئے کہ اسی جگہ کا قصد ہے۔

آخری زمانہ میں لوگ حج کے لئے جائیں گے تو ایک پہاڑ درمیان میں حائل ہوجائے گا، تو اگر کوئی اس صورت میں حج کو نہ پہنچ سکے تو اسے چاہئے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر کی زیارت کرے، اس لئے کہ اس کی زیارت (ثواب میں) حج کے برابر ہے۔

جس نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر کی زیارت کی اور اس کی وہاں حاضری میں کوئی اور نیت نہ ہو تو قیامت کے دن وہ فزع اکبر سے ماموں رہے گا، اور جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ و السلام کی قبر کی زیارت کرے گا اللہ تعالی اسے (قیامت کے دن) حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ جمع کریں گے۔

جس نے بیت المقدس اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ السلام کی قبر کی زیارت کی اور اس میں پانچ نمازیں پڑھیں پھر اللہ تعالی سے کسی چیز کا سوال کیا تو اللہ تعالی اسے وہ چیز عطا فرمائیں گے۔

یہ بھی مروی ہے کہ: جو حضرت ابراہیم' حضرت اسحاق' حضرت یعقوب' حضرت سارہ حضرت ربعہ اور حضرت ربقہ' علیہم الصلوۃ والسلام کی قبر کی زیارت کرے، اللہ تعالی اس کے بدلے میں اسے دنیا میں ہمیشہ کی عزت وکرامت اور دائمی اور وسیع رزق عطا فرمائیں گے، اور (آخرت میں) اس کو ابرار کے درجہ میں پہنچائیں گے، اور اس کے گناہ معاف فرمادیں گے، اور موت سے پہلے اسے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی (خواب میں) زیارت نصیب ہوگی اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام اس کو بشارت دیں گے کہ اللہ تعالی نے تیری مغفرت فرمادی۔

حضرت عبد اللہ بن سلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر کی زیارت فقراء کے لئے حج کے برابر ہے یا انبیاء کے درجات کے برابر ہے۔

زیارت قبر شریف کے آداب:...... علماء نے لکھا ہے کہ: حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر کی زیارت کے آداب میں سے یہ ہے کہ: نیت کو خالص کرے۔ اور اللہ تعالی سے توفیق اور مدد طلب کرے۔ جانے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔ کوئی بے ادبی کا کام نہ کرے، اس لئے حضرات انبیاء

سیدنا حضرت اسحاق علیہ الصلوۃ والسلام

آپ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے دوسرے اور چھوٹے صاحبزادے، جبکہ والد کی عمر: ۱۰۰ سال کی اور والدہ کی عمر ۹۰/ یا ۹۵/سال کی تھی' بیت اللہ کی تعمیر کے سال پیدا ہوئے۔ آٹھ دن پر آپ کی ختنہ کی گئی۔ اسحاق عبرانی لفظ ہے، اس کے معنی ہے: ''یضحک'' ہنستا ہے۔ والد ماجد کے بھتیجے کی لڑکی حضرت رفقہ سے ۴۰/سال کی عمر میں شادی ہوئی، انہیں سے حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام پیدا ہوئے۔ بنی اسرائیل کے تقریبا ساڑھے تین ہزار انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام آپ ہی کی نسل سے پیدا ہوئے۔

حضرت اسحاق علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر اطہر پر سلام پیش کرنے اور ان سے شفاعت کی درخواست کے بعد قبلہ سے بائیں جانب ان کی اہلیہ محترمہ حضرت رفقہ علیہا السلام کی مزار پر حاضری دی، وہاں بھی سلام اور ایصال ثواب کیا۔ آپ کو نبی کی اہلیہ' نبی کی زوجہ' نبی کی بہو' نبی کی والدہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

پھر قبلہ سے پیچھے کی طرف ایک حجرہ میں داخل ہوا تو سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ

کرام علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ قبر کا قصد کرے اور پورے وقار اور سکون کے ساتھ حاضر ہو۔ ذکر و استغفار زبان پر جاری ہو۔ مسجد میں ادب کے ساتھ داخل ہو۔ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے، پھر قبر مبارک پر حاضر ہوکر آپ پر سلام پیش کرے، مکمل وقار اور سکون کے ساتھ جس طرح زندگی میں کرتا۔ یہاں کثرت سے دعا کرے کہ یہ قبولیت دعا کی جگہ ہے، اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا وسیلہ چاہے اور شفاعت کی درخواست کرے، جن لوگوں نے آپ کے توسل سے دعا کی ان کی دعا قبول ہوئی۔

انہیں آداب کے ساتھ اور حضرات انبیاء کرام مثلا: حضرت اسحاق' حضرت یعقوب' حضرت یوسف علیہم الصلوۃ والسلام پر بھی سلام پیش کرے، پھر حضرت سارہ' حضرت رفقہ رضی اللہ عنہما پر۔

الصلوۃ والسلام کی مزار مبارک پر حاضری اور سلام وشفاعت کی درخواست پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، یہاں حضرت سیدنا ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام کی یاد اور نسبت خلیلی اور حضرت رسالت مآب ﷺ کی نسبت کی یادیں تازہ ہوکر بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، عجیب نا قابل اظہار کیفیت تھی۔

ابن عساکر رحمہ اللہ نے وہب بن منبہ رحمہ اللہ تک اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت وہب رحمہ اللہ نے فرمایا: حضرت ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر اطہر کے پاس ایک پتھر پر یہ اشعار لکھے ہوئے ہیں۔

الهى جهولا امله یموت من جاء اجله
ومن دنا من حتفه لم تغن عنه حیله
وكيف يبقى آخرا من مات عنه اوله
والمرء لا يصحبه فى القبر الا عمله

جس کی امیدوں نے اس کو تاریکیوں میں چھوڑ دیا، اور جس کا مقرر وقت آ گیا وہ مر جائے گا۔

اور جس کی موت خود آ گئی، اس کو اس سے چھٹکارے کے لئے کوئی حیلہ و تدبیر کام نہ دے گی۔

اور دوسرا بعد والا شخص کیسے باقی رہ سکتا ہے جبکہ اس سے پہلا شخص مر گیا۔

اور آدمی کے کوئی چیز ساتھ نہ ہوگی اس کی قبر میں سوائے اس کے عمل کے۔[۱]

(البدایہ والنہایہ ص ۲۲۸ ج ۱، اردو)

---

[۱]......گرچہ مجھے قبر کی جالی سے یہ اشعار نظر نہیں آئے۔

سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کا انبیاء کرام کی جماعت میں ایک خاص مقام ہے، آپ حضور اکرم ﷺ کے سوا سارے انبیاء کرام سے افضل ہیں۔آپ حضور ﷺ کے جد امجد ہونے کی بنا پر ابو محمد اور ابو الانبیاء کے لقب سے بھی موسوم ہیں۔آپ ﷺ ان سے بہت مشابہ تھے۔نماز میں درود ابراہیمی شاید اسی نسبت اور تعلق کی وجہ سے پڑھا جاتا ہے۔شب معراج میں آپ ﷺ نے ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ و السلام سے ملاقات فرمائی۔مہمان نوازی میں آپ بے مثل تھے،اسی وجہ سے آپ کی کنیت بھی ''ابوالضیفان'' ہے۔آپ کا زمانہ آپ ﷺ سے ۲۵۸۵/سال قبل کا بتایا جاتا ہے۔ ۷۵/سال کی عمر میں حضرت اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت ہوئی،اور بحکم خداوندی معصوم اور اہلیہ حضرت ہاجر کو سرزمین مکہ مکرمہ میں جو اس وقت چٹیل میدان تھا' چھوڑنا پڑا۔ اسّی (۸۰) سال کی عمر میں ختنہ کا حکم ملا، حضرت اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ بیت اللہ کی تعمیر بنفس نفیس فرمائی۔قرآن مجید کی: ۲۵/سورتوں میں: ۶۳/جگہ آپ کا تذکرہ آیا ہے۔آپ کی پیدائش بھی نجومی کی پیشنگوئی کی بنا پر ایک غار میں ہوئی اور اسی میں پانچ سال تک رہنا ہوا،بچپن میں والدہ سے عجیب مکالمہ ہوا،میرا رب کون؟ آپ کا رب کون؟ آزر کا رب کون؟ نمرود کا رب کون؟ الغرض بچپن ہی سے خالق کی فہم اللہ نے عطا فرمادی تھی۔زندگی کے لمحات بڑے امتحانات میں گذرے۔چاند سورج اور ستاروں کو دیکھ کر ربوبیت کی معرفت اور سرعام ﴿ انی بریٓ ءٌ مما تشرکون ﴾ کا اعلان فرمایا۔باپ بت گر اور بت فروش تھا،تو بت کو اس آواز سے فروخت کرنے کے لئے نکلے کہ: کون اس بے جان بتوں کو خریدے گا جو نہ نقصان دے نہ نفع۔باپ کو بڑے حکیمانہ اور آداب بھرے الفاظ میں

دعوت دی، مگر اس کے انکار پر ہدایت کی دعا فرمادی۔قوم کوڈ نکے کی چوٹ توحید کی دعوت دی، غیر اللہ کی عبادت پر عقلی دلائل سے اتمام حجت فرمادی، ایک موقع پر ''انی سقیم '' کہہ کرتوریہ سے کام لیا اور بت خانہ میں پہنچ کر بت شکنی کا کام انجام دیا۔مجمع عام میں طلبی پر ''بڑے سے پوچھ لو کہ کس نے یہ کام کیا'' کہہ کر دعوت غور وفکر دی، اوران کو اپنے ظلم کا اقرار کرنا پڑا۔حق الیقین کو عین الیقین سے دیکھنا چاہتے تھے تو اللہ تعالی سے التجا کی کہ: ﴿کیف تحی الموتی ﴾ تو اللہ تعالی کے حکم سے مور، مرغ، کوا، اور کبوتر کو ذبح کر کے علیحدہ علیحدہ چار پہاڑوں پر اس طرح رکھوایا کہ ایک پر سر، دوسرے پر پر، تیسرے پر دھڑ اور چوتھے پر پاؤں، پھر درمیان میں کھڑے ہوکر ایک ایک کو پکارا سب دوڑتے ہوئے آ گئے۔نمرود سے مناظرہ ہوا، ظاہر ہے ہار تو اسی کی ہونی تھی، تو آگ میں ڈالے جانے کا فیصلہ کیا گیا، اللہ نے آگ کو بردوسلام بنا دیا۔پھر بھی قوم نے مخالفت کی اور ایذاء سے باز نہ آئے تو ہجرت کا ارادہ کرلیا اور سب سے پہلے مہاجر کہلائے،اور عراق سے کلدانیین اور حراں کی طرف رخ فرمایا، یہیں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا، پھر فلسطین اور مصر پہنچے، مصر میں ایک اور امتحان حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ پیش آیا، اللہ تعالی کی مدد سے حفاظت ہوئی۔اور بادشاہ کی بیٹی ہاجرہ ہدیہ میں ملی، حضرت اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کی قربانی کا عجیب مرحلہ پیش آیا مگر کامیابی اور اس کے نتیجہ میں جنت سے مینڈھا ملا، اور امت کو قربانی کی سنت عطا ہوئی۔ناشکری پر بہو کو علیحدہ کرنے کا حکم دیا، اور شکر پر دوسری بیوی کو برقرار رکھنے کا حکم فرمایا۔اللہ تعالی نے تعمیر بیت اللہ کی عظیم خدمت لی، اور حج کی اذان کہلوا کر قیامت تک کے لئے لبیک کہنے والوں کو حاضری کی سعادت کا ذریعہ بنا دیا۔

(انتہی تذکرہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام)

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے مزار مبارک کے پچھلے حصہ میں ہم مسلمانوں کا داخلہ ممنوع ہے، معلوم ہوا کہ چند سال پہلے نماز فجر کی جماعت کے دوران ایک یہودی نے یہاں آکر عین حالت نماز میں مصلیوں پر گولیوں کی بارش برسادی، جس میں: ۲۷/افراد شہید ہوگئے، حکومت نے فوراً احاطہ کو قبضہ میں لے کر مسجد کو بند کردیا، تفتیشی مراحل کے بعد جب دوبارہ مسجد کو کھولا تو سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے مزار مبارک کے پیچھے والے حصہ کو اپنے قبضہ میں رکھ کر مسلمانوں کا داخلہ بند کردیا۔ اس ممنوع احاطہ میں سیدنا حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام اور ان کے صاحبزادے سیدنا حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام اور ان کی والدہ اور سیدنا حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام کی اہلیہ محترمہ حضرت لیا رضی اللہ عنہا کے مزارات واقع ہیں۔

سیدنا حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام

آپ حضرت اسحاق علیہ الصلوۃ والسلام کے بیٹے' حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے پوتے اور حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کے والد ماجد ہیں۔ عبرانی زبان میں آپ کا نام ''اسرائیل'' (علیہ الصلوۃ والسلام) ہے، ''اسرا'' کے معنی ''عبد'' کے اور ''ایل'' کے معنی ''اللہ'' کے ہوتے ہیں۔ آپ کی پیدائش کی بشارت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو حضرت اسحاق علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ہی دی تھی۔ والدہ رفقہ رضی اللہ عنہا کو آپ سے بڑی محبت تھی۔ آپ کی یہ خصوصی شان ہے کہ یہودی' نصرانی' آپ ہی کی نسل ہیں، اور تمام انبیاء بنی اسرائیل آپ ہی کی نسل سے ہوئے، آپ کے بعد کسی نبی کی نسل سے اتنے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نہیں ہوئے۔ حضرت اسحاق علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات کے بعد والدہ کے حکم اور مشورہ سے عراق تشریف لے گئے اور اپنے ماموں کے

پاس بیس سال سے زائد رہے، اور ان کی دو لڑکیوں: لیا اور راحیل سے آپ کا نکاح ہوا۔ آپ کی بارہ اولاد ہوئیں، جن سے پھلتے پھلتے بارہ قبیلے بن گئے اور وہی بنی اسرائیل کہلائی۔ ماموں کے یہاں مقیم تھے وہیں سے اللہ تعالی نے آپ کو کنعان کے باشندوں کے لئے نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔ ماموں نے بڑی خوشی اور تحائف کے ساتھ روانہ کیا۔ آپ نے اہل کنعان اور بادشاہ وقت کو توحید کی دعوت دی۔ وفات کے وقت اپنی اولاد کو وصیت فرمائی کہ: تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ اولاد نے جواب دیا کہ: اس کی عبادت کریں گے جو آپ کا معبود ہے اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق (علیہم الصلوۃ والسلام) کا معبود ہے۔ بڑے امتحانات آئے، دو دو بیٹوں کی جدائی اور اس پر غم سے بینائی زائل ہوگئی، بالآخر طویل عرصہ کے بعد اولاد سے ملاقات ہوئی اور حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کی دعوت پر مصر میں شاہانہ انداز سے تشریف لائے اور وہیں قیام فرمایا۔ ۱۴۷/سال کی عمر میں مصر میں وفات ہوئی، آپ نے حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کو وصیت فرمائی کہ: مجھے میرے والد اور دادا حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے پہلو میں دفن کرنا، حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے حسب وصیت جنازہ کو شاہی اعزاز کے ساتھ ارض فلسطین دونوں بزرگوں کے پہلو میں سپرد خاک کیا۔

سیدنا حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام

آپ کے تذکرے پر ایک پوری سورت آپ ہی کے نام سے اللہ تعالی نے نازل فرمادی۔ کریم' بن کریم' بن کریم' بن کریم، کی شان امتیازی کے مالک تھے۔ بچپن میں عجیب خواب دیکھا کہ: گیارہ ستارے اور سورج اور چاند مجھے سجدہ کررہے ہیں، والد ماجد نے ارشاد فرمایا: اس خواب کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔ بھائیوں کو والد کی ان پر نظر عنایت اور

کثرت محبت کی بنا پر حسد پیدا ہوگیا، اور حسد یہاں تک پہنچا کہ جان لینے کو تیار ہوگئے، اور مشورہ سے کنویں میں ڈال دیا۔ مسافروں کے ہاتھ مصر پہنچائے گئے اور بازار مصر میں نیلام ہوئے اور تقدیر الٰہی سے بادشاہ کے مکان ہی پر رہنے اور پلنے کا موقع ملا، حسنِ یوسف تو مشہور ہے، بادشاہ کی بیوی عشق میں مبتلا ہوئی اور زنا کی دعوت دی، مگر اللہ نے برہان سے حفاظت فرمائی، اور خاندان کے ایک بچے نے معقول دلیل سے کہ ’’اگر قمیص آگے سے پھٹی ہے تو عورت سچی ہے اور اس کے برعکس ہے تو یوسف سچے‘‘ الزام سے بری تو کر دیا مگر یہ انکار جیل تک پہنچنے کا ذریعہ بن گیا۔ دو قیدیوں کے خواب کی تعبیر بتلائی، ایک نے خواب دیکھا تھا کہ وہ انگور سے شراب نچوڑ رہا ہے اور دوسرے نے دیکھا تھا کہ: اس نے سر پر روٹیاں اٹھا رکھی ہیں اور ان میں سے پرندے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔ خواب سے پہلے اپنا فرض منصبی دعوت الی اللہ کا کام کیا اور ان کو اللہ کی طرف بلایا، پھر تعبیر بتلائی کہ: پہلا تو بری ہوگا اور دوسرے کو صولی دی جائے گی، اور جانور اس کے سر پر نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ وہ تعبیر کما حقہ درست نکلی، رہا ہونے والے سے کہہ بھی دیا کہ اپنے مالک سے ہمارا ذکر کر دینا، مگر اللہ کی شان کہ وہ بھول گیا اور سات سال جیل میں گزارنے پڑے، اب بادشاہ نے خواب دیکھا کہ: سات موٹی گایوں کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں، اور سات سبز بالیاں ہیں اور سات خشک۔ بادشاہ نے اہل دربار سے تعبیر معلوم کی، مگر ان کے بس سے باہر تھا تو رہائی پانے والے کو جیل کا قصہ یاد آ گیا، اور اس نے کہا: مجھے قید خانہ جانے کی اجازت مل جائے تو تعبیر بتلا سکتا ہوں۔ آپ نے فوراً تعبیر اور تدبیر دونوں بتلا دی کہ سات سال خوش حالی کے ہیں، اور سات سال قحط سالی کے، اس لئے خوش حالی کے زمانہ میں جو پیداوار ہو اسے حفاظت سے رکھے اور احتیاط سے خرچ کرے، جس قدر غلہ کی ضرورت ہو

اسے الگ کر لینا، اور تھوڑا تھوڑا ضرورت کے مطابق خرچ کرنا اور باقی غلہ کو بالیوں میں رکھ چھوڑنا تا کہ کیڑے وغیرہ سے محفوظ رہے۔ اور خوش خبری سنائی کہ سات سال قحط کے بعد فریادرسی ہوگی اور خوب بارش برسے گی' غلہ' پھل وغیرہ کی بہتات ہوگی، تعبیر سن کر بادشاہ نے ملاقات کا شوق ظاہر کیا، مگر آپ کی شان نبوت نے اس الزام کی براءت سے پہلے رہائی کو منظور نہیں فرمایا تا کہ منصب نبوت میں ادنی سی بدگمانی بھی باقی نہ رہے، بالآخر عزیز مصر کی بیوی نے بھی اپنی غلطی کا اقرار کیا۔ جیل سے رہائی پر عزیز مصر کی وفات کا حادثہ پیش آیا تو زلیخا سے نکاح کے اسباب بھی پیدا ہو گئے اور ان سے دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی جو حضرت ایوب علیہ الصلوۃ والسلام کے نکاح میں آئیں۔ شاہ مصر نے آپ کو مشیر مملکت کیا بنایا' تخت شاہی سپرد کر دیا۔ پھر وہی ہوا جو آپ نے تعبیر میں بتلایا تھا، چنانچہ آپ نے پوری امانت داری سے خزانہ کو خرچ کیا۔ اسی دوران بھائی بھی مصر سے غلہ لینے کے لئے آئے، ان سے گھر کے احوال معلوم ہوئے اور چھوٹے بھائی بنیامین کی یاد آئی تو اسے بھی دوسری مرتبہ بلا کر حیلہ سے اپنے پاس رکھ لیا، بالآخر وہ وقت بھی آ گیا کہ والد اور اہل خاندان کو بھی بلا کر ہمیشہ کی جدائی کو ختم کیا جائے۔ حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے وفات سے پہلے جو دعا مانگی ہے، وہ ہم سب کے لئے عبرت کی دعا ہے کہ اللہ تعالی کے ایک برگزیدہ بندے اور نبی نے کس چیز کی تمنا ظاہر کی کہ: ''اسلام پر موت دیجئے اور صالحین سے ملائیے''۔ وفات کے بعد حسب وصیت سیدنا حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام نے وحی کے ذریعہ ان کی قبر کو کھول کر نعش کو فلسطین پہنچایا اور اپنے والد اور دادا کے ساتھ الخلیل میں دفن کئے گئے۔ (انتھی تذکرہ سیدنا حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام)

سیدنا حضرت ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام کی مزار مبارک کے قریب ہی کھڑے ہو کر

ان حضرات کی خدمت میں سلام اور شفاعت کی درخواست سے فارغ ہو کر مسجد میں شکرانہ کی دو رکعتیں پڑھیں اور دعا کی۔ اللہ تعالی یہاں کی حاضری قبول فرمائے اور ان حضرات کے طفیل دنیا و آخرت کی بھلائیاں مقدر فرمائے، آمین۔

مقام خلیل سے نکل کر بیت اللحم کا پروگرام تھا، راستہ میں کہیں انگور کے باغات، کہیں زیتون کے درختوں کی قطار عجیب حسن کا منظر پیش کر رہی تھی ''بارکنا حوله '' کی ایک تفسیر پھلوں کے باغات سے بھی کی گئی ہے۔

راستہ میں اس دیوار کے قریب سے بھی گذرنا ہوا، جسے ''الجدار العازل'' سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہاں سے بیت اللحم پہنچے۔

بیت اللحم

بیت اللحم :...... فلسطین کا ایک قصبہ ہے جو بیت المقدس سے تقریبا دس کیلومیٹر دور واقع ہے' یہ مقام چوتھی صدی عیسوی سے برابر مسیحیوں کی زیارت گاہ ہے، اس کے بعد یہ مقام حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت گاہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی نظر میں بھی محترم ہو گیا۔

عرب جغرافیہ نویسیوں نے اس کھجور کے درخت کی بھی نشان دہی کی ہے جس کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ مریم میں آیا ہے۔ چونکہ یہ مقام بیت المقدس سے بہت قریب ہے، اس وجہ سے اس کو زیادہ شہرت حاصل نہ ہوسکی۔ پہلی صلیبی جنگ میں جب جرمنوں کا اس سے الحاق ہوا تو ایک مسیحی مرکز بنانے کی اجازت حاصل کی گئی۔ ۵۸۳ھ مطابق ۱۱۸۷ء میں صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے جب فلسطین کو نئے سرے سے فتح کیا تو یہ علاقہ بھی سلطان کے قبضے میں آ گیا، بعد میں الملک الکامل اور فریڈرک دوم کے درمیان جو معاہدہ ہوا

اس کے تحت یہ علاقہ بھی عیسائیوں کو واپس دے دینا پڑا۔

آج کل بیت اللحم ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جہاں مسلمانوں کی تھوڑی سے اقلیت ہے۔ مذہبی ادارے اور جدید قسم کے مکانات کثرت سے ہیں۔

آپ ﷺ کا شب معراج میں یہاں نماز ادا فرمانا

شب معراج میں آپ ﷺ کا گذر ایک جگہ پر ہوا تو جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا: (اے اللہ کے رسول! (ﷺ) اتر کر نماز ادا فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اتر کر نماز پڑھی، جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا: یہ مقام بیت اللحم ہے جہاں حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیت اللحم کے لئے تیل بھیجنا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیت اللحم کے لئے تیل ارسال فرمایا کرتے تھے۔(انتہی فضائل بیت اللحم)

معمولی چڑھائی کے بعد اولا بیت اللحم کے قریب ایک مسجد میں جو مسجد عمر کے نام سے موسوم ہے' نماز ظہر ادا کی، پھر بیت اللحم میں گئے، تو دیکھا کہ چرچ کا دروازہ اس طرح بنایا گیا ہے کہ سب کو جھک کر ہی داخل ہونا پڑتا ہے، گویا سجدہ کر کے داخل ہو، ہم نے بجائے سجدہ کی صورت کے پشت کی طرف داخل ہونے کو ترجیح دی تا کہ صورت سجدہ سے بھی حفاظت ہو جائے، اسلام کا کمال تو یہی ہے اس نے اللہ وحدہ لاشریک لہ کے علاوہ کسی کے سامنے سر جھکانے کو روا اور درست نہیں قرار دیا، یہ سر صرف اسی ایک چوکھٹ پر جھکانا ہی وحدانیت کا حق ہے۔ دروازہ کی اس صورت حال کو دیکھ کر حضرت دانیال علیہ الصلوۃ و السلام کا وہ قصہ یاد آ گیا اور ساتھیوں کے سامنے اس کا تذکرہ بھی کیا کہ جب بخت نصر نے

آپ کو جیل سے رہا کر کے بلایا اور اس کے دربار میں داخلہ کے لئے بھی یہی شرط تھی کہ ہر آدمی کو جھک کر آنا پڑتا تھا، بھلا اللہ تعالی کے نبی سے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ کسی غیر اللہ کے سامنے ظاہراً ہی سجدہ کی صورت اختیار فرمالیں، انہوں نے انکار کر دیا، چونکہ بخت نصر کو حضرت دانیال علیہ الصلوۃ والسلام سے اپنے خواب کی تعبیر کے حصول کی غرض وابستہ تھی اور حضرت دانیال علیہ الصلوۃ والسلام نے جس عاقلانہ انداز میں اسے نہ جھکنے کا سبب بتایا تو اس کے لئے سوائے اقرار کے کوئی چارہ نہ تھا۔[۱]

---

[۱]......حضرت دانیال علیہ الصلوۃ والسلام کا قصہ:...... بخت نصر نے ایک خواب دیکھا اور بھول گیا، کہ کیا خواب دیکھا، مگر خواب تھا ہیبت ناک، اس لئے الجھن میں تھا، اس نے درباریوں سے کہا: مجھے خواب کی تعبیر بتلاؤ، پوچھا خواب کیا ہے؟ کہنے لگا خواب تو میں بھول گیا، درباریوں نے کہا: پھر تعبیر کیسے بتلائیں؟ کہنے لگا: میں لاکھوں تم پر خرچ کر رہا ہوں تم جو غیب کے دعویدار ہو، میرا ایک خواب نہیں بتلا سکتے، تین دن کی مہلت ہے، اگر خواب اور تعبیر نہ بتلائی تو پورے خاندان کو تہس نہس کر دوں گا۔ یہ سارے پریشان، خیر بات پھیلتے پھیلتے جیل تک پہنچی اور حضرت دانیال علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی اس کا علم ہوا تو آپ نے جیلر سے کہا: کہ تو بادشاہ سے جا کر کہہ کہ میرے قیدیوں میں سے ایک شخص تیرے خواب اور تعبیر دونوں کو جانتا ہے، اس میں تیرا فائدہ یہ ہوگا کہ تیری بات سے خوش ہو کر بادشاہ تیرا عہدہ بڑھا دے گا اور مجھے رہائی مل جائے گی۔ جیلر بہت خوش ہوا اور بادشاہ کو اطلاع کی، بادشاہ نے فوراً بلانے کا حکم دیا، چنانچہ حضرت دانیال علیہ الصلوۃ والسلام شاہی لباس میں جیل سے دربار پہنچے، بخت نصر نے کہا کہ: آپ نے میرے دربار کے ادب کا خیال نہیں کیا اور مجھے سجدہ کر کے داخل نہیں ہوئے۔ حضرت دانیال علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: میں نے عمداً سجدہ نہیں کیا، اس لئے کہ میں سجدہ کر لیتا تو تیرا بھی نقصان ہوتا اور میرا بھی، وہ اس طرح کہ اللہ تعالی نے مجھے ایک علم دیا ہے اسی علم سے میں تیرے خواب کی تعبیر بتلاتا ہوں، اگر میں تجھے سجدہ کر لیتا تو میرا علم چھین لیا جاتا اور میں علم سے محروم ہو جاتا اور تو خواب اور اس کی تعبیر سے۔ بخت نصر جواب سے حیران ہوا، اور کہا کہ: ایسا دانشمند آدمی میں نے نہیں دیکھا۔ پھر حضرت دانیال علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ: خواب یہ تھا کہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک عظیم الشان بت ہے، جس کا سر آسمان پر اور پاؤں زمین پر لگے ہیں، ایک مونڈھا مشرق میں اور

اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا بھی بادشاہ کے دربار میں جھک کر نہ جانے کا واقعہ بھی یاد آ گیا۔ ١؎

دوسرا مغرب میں، پوری فضا اس سے گھری ہوئی ہے، تو اس کو حیرانی سے دیکھ رہا ہے کہ کتنا خوبصورت بت ہے، اور اس بت کی شان یہ ہے کہ چہرہ اس کا سونے کا، اور سینہ چاندی کا، اور پیٹ پیتل کا، رانیں تانبے کی، اور پنڈلیاں لوہے اور سیسے کی، اور پاؤں مٹی کے ہیں، ہر دھات الگ الگ چمک رہی ہے، سونا سب سے زیادہ قیمتی اس لئے سب سے اوپر، پھر اسی ترتیب سے بقیہ اشیاء، تو ابھی اسی حیرت میں تھا کہ آسمان سے ایک پتھر اس زور سے اس بت کے سر پر آ کر گرا کہ بت چکنا چور ہو گیا، اور جتنی دھاتیں تھیں سب مل کر ایک جان ہو گئیں، پھر تو نے دیکھا کہ وہ پتھر پھیلنا شروع ہوا اور ساری فضا میں پھیل گیا جہاں تک وہ بت پھیلا تھا، اس پر تیری آنکھیں کھل گئیں، بخت نصر نے قسمیہ بیان کیا کہ: بالکل میرا یہی خواب تھا نہ ذرہ برابر کم نہ زیادہ۔

حضرت دانیال علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اب تعبیر سن، بت تو دنیا کی قومیں ہیں، سونا عراقی قوم ہے، جس میں سب سے پہلے تمدن آیا، یہ تو تیری قوم ہے جو اعلیٰ تمدن کی وجہ سے سونے کی طرح چمک رہی ہے، تیرے بعد دوسری قوم آئے گی جو تیرے بیٹے کی ہوگی وہ چاندی کی طرح ہوگی، اور پیتل زرد رنگ کی قومیں ہیں، جیسے چینی اور جاپانی، اور تانبا یہ سرخ اقوام ہیں جیسے عربی، حجازی، شامی، اور لوہا یہ کالی قومیں ہیں جیسے حبشی، اور مٹی یہ دو ملکہ پیدا ہوں گی، جو بہت کمزور حالت میں ہوں گی، ان کی قوم کو کمزور دکھایا، تو تو نے دنیا کی قومیتوں کی اونچ نیچ کو دیکھا، کوئی کہتی ہے: میں سونا ہوں کوئی کہتی ہے: میں چاندی ہوں، اس طرح دنیا میں کبر و عصبیت کا دور دورہ تھا، اچانک پتھر گرا، یہ آپ ﷺ کا دین تھا، جس نے آ کر دنیا کی قومیتوں کے اوپر ضرب لگائی اور سب کو یکساں کر دیا، اس کے بعد پتھر کا پھیلنا دیکھا یہ دین اسلام کی اشاعت ہے کہ یہ دین عالم میں پھیل کر رہے گا۔ یہ تیرے خواب کی تعبیر ہے، بخت نصر نے ہاتھ چوم لئے اور کہا کہ: اتنا عقلمند آدمی دنیا میں، میں نے نہیں دیکھا، اور حکم جاری کیا کہ میری سلطنت کا کوئی کام آپ کے مشورہ کے بغیر جاری نہ ہوگا۔ (خطبات حکیم الاسلام ص ۱۵۱ ج ۴ ملخص)

١؎ ...... حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ جب جہانگیر کے دربار میں پیش کئے گئے تو دشمنوں نے بادشاہ کو یہ باور کرایا تھا کہ مجدد مغرور ہے اور شاہی احترام کا خیال نہیں رکھتا، آپ امتحان کر لیجئے وہ دربار میں حاضر ہو کر بھی سر نہیں جھکائے گا، چنانچہ جب حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ دربار میں پہنچے تو درباریوں نے

اندر داخل ہو کر حضرت سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کا مقام ولادت دیکھا۔

الغرض ہم بزدلوں کے لئے جنہیں بادشاہ وقت اور امت کے ظالموں کے سامنے حق بات کہنے کی جرأت نہیں ہوتی‘ اس سنت نبوی اور سنت مجددی کی مشابہت کا نصیب ہو جانا بھی ایک طرح کی سعادت مندی ہے۔

وہاں سے مقام موسی (علیہ الصلوۃ والسلام) پر حاضری ہوئی، یہاں سیدنا حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کی مزار مبارک بتلائی جاتی ہے، صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے یہاں ایک بہترین مسجد کی تعمیر کرائی تھی، اس مسجد میں حاضری دی، پہلے نماز عصر باجماعت ادا کی پھر سیدنا حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر صلوۃ وسلام پیش کیا اور شفاعت کی درخواست کی۔ یہاں بھی بڑا پرسکون ماحول تھا اور خوب قلبی طمانیت محسوس ہوئی۔ ہم گنہگاروں کے لئے ان مواقع کی زیارت اور حاضری کم سعادت کی بات نہیں، اللہ تعالی ان مقامات کی برکات سے محروم نہ رکھے، آمین۔

مقام موسی علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ بھی فضیلت حاصل ہے کہ شب معراج میں آپ ﷺ میں ان کی قبر کے پاس سے گذرے تو دیکھا کہ آپ کثیب احمر کے پاس قبر میں

درباری آداب بجالانے کی ہدایت کی، جب تخت بوسی یا سجدہ کی فرمائش کی گئی تو حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ نے سختی سے منع فرمادیا، جس کی سزا دو سال کی قید سنائی گئی، آپ نے قید کی صعوبت برداشت کر لی مگر غیر اللہ کے سامنے سر جھکانا قبول نہیں کیا۔ (تذکرہ مجدد الف ثانی ص ۷۳)

بھلا جو شخص بادشاہ کے سامنے حق بات کہنے میں ذرا بھی مداہنت سے کام نہ لے وہ کیا سر جھکائے گا؟ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

جو گفتگو بادشاہ سے ہوتی رہتی ہے اس میں بال برابر بھی مداہنت ومساہلت‘ چشم پوشی اور چرب زبانی کو دخل نہیں، وہی باتیں‘ انہیں الفاظ اور عبارتوں سے جو خلوتوں اور خصوصی مجالس میں بیان کی جاتی تھیں، ان معرکوں میں بھی حق تعالی کی توفیق سے وہی باتیں ہو رہی ہیں۔ (تذکرہ مجدد الف ثانی ص ۷۵)

کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے اپنے وصال سے پہلے اللہ تعالی سے دعا کی تھی کہ مجھے ارض مقدسہ (یعنی بیت المقدس) سے قریب کردے اگر چہ ایک پھینکے ہوئے پتھر کے بقدر ہو۔اس کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ: اگر میں بیت المقدس کے قریب ہوتا تو تمہیں حضرت موسی علیہ الصلوۃ و والسلام کی قبر کا (نشان) دکھادیتا جو ایک راستہ کے کنارے پر سرخ ٹیلے کے قریب ہے۔

(بخاری، باب من احب الدفن فی الارض المقدسة او نحوها، رقم الحدیث :۱۳۳۹)

حدیث شریف میں جس سرخ ٹیلے کا ذکر ہے وہ ایک بستی اریحا کے قریب ہے، اور یہ بستی میدان تیہ کے سب سے قریب وادی مقدس کا علاقہ ہے۔

(مظاہر حق ص۲۸۲ ج۵، باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء علیهم الصلوۃ والسلام)

آج بھی مسجد سے باہر نکل کر سامنے پہاڑ پر نظر کی جائے تو صاف سرخ ریتیلے پہاڑ نظر آتے ہیں، جو سرخ ٹیلے کی تفسیر ہیں۔

سیدنا حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام

آپ بنی اسرائیل کے اولو العزم پیغمبر ہیں، آپ کو کلیم اللہ ہونے کا شرف بھی حاصل ہے، قرآن کریم میں: ۱۳۰ رمرتبہ آپ کا نام نامی آیا ہے، آپ کی ولادت بھی آزمائش کے دور میں ہوئی، فرعون کو نجومیوں نے ڈرایا تھا، اور بنی اسرائیل کے ہر نومولود کے قتل کا حکم صادر ہو چکا تھا، مگر اللہ تعالی کی قدرت کا کون مقابلہ کرسکتا ہے، فرعون کے گھر میں اللہ نے آپ کی پرورش کا غیبی نظام بنادیا۔ ولادت کے بعد صندوق میں رکھ کر درختوں کے نیچے پانی میں بہا دیئے گئے، اسی لئے موسی نام مشہور ہوا، کہ موسی کے معنی عبرانی زبان میں پانی

سے نکلے ہوئے کے ہیں۔ایک قول یہ بھی ہے کہ ''مو'' پانی اور ''سا'' درخت کو کہتے ہیں، چونکہ آپ درخت کے نیچے پانی میں بہادیئے گئے تھے اس لئے موسی نام ہوا، واللہ اعلم۔بہر حال سمندر کے حوالے کئے جانے کے بعد والدہ کو بشارت دی گئی کہ خوف نہ کرنا ہم تمہاری طرف بچے کو لوٹائیں گے، سمندر کے کنارے صندوق میں سے آپ کو لیا گیا اور حضرت آسیہ (رضی اللہ عنہا) کی محبت نے فرعون کے محل ہی میں پروان چڑھایا، اور والدہ ہی کو دایہ بنادیا۔ایک مرتبہ دربار میں فرعون کی زور سے داڑھی کھینچ لی، اور طمانچہ بھی رسید کیا، شاید علامت ہو کہ بڑے ہو کر تیری حکومت کھینچ لوں گا۔فرعون کے غضب پر معصوم کا امتحان لیا گیا تو ایک چنگاری منہ میں رکھ لی جس سے زبان میں ہلکی سی لکنت آگئی۔بڑے ہوئے اور قبطی کی حمایت میں ایک طمانچہ سے اسرائیلی کا کام ہی تمام کردیا، اور یہ واقعہ مدین کی روانگی کا سبب بن گیا۔مدین میں دو بچیوں کی پانی بھرنے میں مدد فرمائی تو اللہ تعالی نے جائے پناہ عطا فرمادی اور بعد میں نکاح بھی ہوگیا۔مدین سے ایک عرصے بعد روانگی ہوئی تو نبوت کے شرف سے نوازے گئے۔طرح طرح کے معجزات سے اللہ تعالی نے آپ کی مدد فرمائی اور فرعون کے چال اور ساحروں کے سحر سے نہ صرف حفاظت کی بلکہ ان پر غالب کر کے ایک جماعت کو حلقہ بگوش اسلام بنادیا۔فرعون کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تو دعا فرمائی اور بھائی پر عظیم احسان فرمایا اور ان کے لئے نبوت کا تمغہ مانگ لیا' وہ دعا قبول بھی ہوئی۔فرعون نے دھمکیاں دیں مگر فتح آخر میں آپ ہی کی ہوئی اور غرق تک معاملہ پیش آگیا۔ہامان جو فرعون کا مشیر تھا' ظلم وتشدد کی کارروائیوں میں فرعون کا مددگار تھا، اسی طرح قارون آپ کا چچازاد بھائی تھا، فرعون نے اس کو بنی اسرائیل پر نگران مقرر کیا تھا، جس کی وجہ سے وہ بنی اسرائیل کو بہت ستاتا تھا۔خزانہ اس قدر تھا کہ اس کی چابیاں اٹھاتے

ہوئے لوگ تھک جاتے تھے۔اس کی تحریک پر ایک عورت نے یہ الزام عائد کیا کہ موسی (علیہ الصلوۃ والسلام) نے میرے ساتھ زنا کیا ہے (العیاذ باللہ) آپ نے صدمہ سے سجدہ کیا اور سر اٹھا کر عورت سے دوبارہ قسمیہ بیان چاہا تو عورت پر لرزہ طاری ہو گیا اور اس نے اقرار کیا کہ قارون نے مال کی لالچ دے کر اس کام پر ابھارا تھا۔اللہ کی ایسی پکڑ آئی کہ زمین میں دھنسا دیا گیا۔اب تک بنی اسرائیل فرعون کے ظلم سے نکل نہ سکے تو حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام نے بددعا فرمائی، اور قوم فرعون پر مختلف قسم کے عذاب آئے: مثلا: قحط کا عذاب' طوفان کا عذاب' ٹڈیوں کا عذاب' چچڑی کا عذاب' مینڈک کا عذاب' خون کا عذاب، مگر اس پر رجوع الی اللہ نہ کیا تو رجز یعنی طاعون یا چیچک جیسی مہلک بیماریوں نے آ پکڑا اور آدھی رات میں ستر ہزار نوجوان موت کی بھینٹ چڑھ گئے۔اس کے بعد کچھ ہوش آیا کہ بنی اسرائیل کو روکے رکھنا آگ سے کھیلنا ہے، اب حضرت موسی علیہ الصلوۃ و السلام اپنی قوم کو لے کر مصر سے نکلے اور قوم کو عجائبات وانعامات دکھائے اور قبطیوں کی ہلاکت ہوئی، اور ہوتے ہوتے میدان تیہ پہنچے، اور چالیس سال گزارنے پڑے، اور آرام سے گذارے، پھر پانی کے مطالبے پر بارہ چشمے جاری ہوئے، ابر کا سایہ ہوا، من وسلوی کا نزول ہوا، مگر ان نعمتوں پر ناشکری کی، اور یہاں تک کر گذرے کہ بچھڑے کی پرستش تک نوبت آئی۔

حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی کا ایک اہم وقعہ ملاقات حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام بھی ہے، جس کی تفصیل سورۂ کہف میں دیکھی جاسکتی ہے۔

موت کے وقت فرشتے نے بلا اجازت روح قبض کرنی چاہی تو ایک تھپڑ سے ان کی آنکھ باہر نکال دی، بارگاہ خداوندی میں شکایت کی تو اللہ تعالی نے فرمایا: کسی بیل یا بھیڑ کی

کمر پر ہاتھ رکھیں اور جتنے بال ہاتھ کے نیچے آئیں' ہر بال کے بدلہ میں ایک سال عمر بڑھادی جائے گی، اس کے بعد پھر موت آئے گی، اس پر فرمایا: جب موت آنی ہی ہے تو دیر کیسی؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جنت کا ایک سیب دیا اس کو سونگھا تو فوراً روح نکل گئی اور انتقال ہوگیا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۱۲۰/ سال کی تھی۔

(انتہی تذکرہ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام)

اب شام ہو چکی تھی اور واپسی کا سفر تھا، خانہ بدوش بدوؤں کی چھوٹی چھوٹی بستیاں اور ان میں کچے مکانات اور صحیح لفظوں میں جھونپڑیاں نظر آرہی تھیں، وہ اپنے جانوروں کے ساتھ اسی اپنی دنیا میں مست تھے، دوسری طرف راستے میں عمدہ سڑک اور دونوں طرف پہاڑوں کا حسین منظر خوب فرحت بخش تھا، پہاڑوں کو ایک عجیب انداز سے اس طرح تراشا گیا تھا کہ بالکل محسوس نہیں ہوتا تھا کہ پہاڑوں کو تراش کر یہ راستے بنائے گئے ہیں، عجیب صنعت اور ایک خاص طریقہ سے راستے تیار کئے گئے تھے۔ غروب کا وقت قریب تھا، سورج کے ڈوبنے کا منظر اور اس کی شعاؤں کی زردیاں راستے میں اپنا سایہ بچھائے اپنا ایک نرالا سماں دکھلا رہا تھا، صاحب عقل کو اس غروب میں روزانہ ہی زندگی کے غروب کا سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ نہ جانے کس وقت ہماری اس عارضی زندگی کی شام بھی غروب ہو جائے۔

اس طرح دو متضاد اشیاء کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی حکمت ہی پر ایمان لائے بغیر چارہ کار نہ تھا، نہ جانے اس حکیم قادر نے جس کے لئے بہتر سمجھا آرائش و راحت کی زندگی مقدر فرمادی اور جس کے لئے بہتر سمجھا آزمائش اور سختی سہنا مقدر فرمادیا۔

بہرحال اس طرح آرام اور پرسکون راستوں اور راحت بخش سواری میں سوار ہوتے

ہوئے ان حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قافلوں اوران کے اسفار کی یاد سے دل تڑپ اٹھا کہ یا اللہ! تیرے ان برگزیدہ بندوں اور پاکیزہ نفوس نے ان دشوار گذار پہاڑوں اوراونچ نیچ کے راستوں میں کس طرح لمبے لمبے اسفار کیئے ہوں گے؟ اور تیرے حکموں کو کس طرح امت تک پہنچایا ہوگا،؟ علیہم الصلوۃ والسلام ورضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اللہ تعالی ان حضرات کی روح پاک پر ہم سب نا اہلوں کی طرف سے اربوں کھربوں درود وسلام نازل فرمائے اور ان اصحاب کرام کی قبروں پر رحمتوں کی بارش تا قیام قیامت برستی رہے اوران کے درجات عالیہ میں ترقی ہوتی رہے۔

ہوٹل آکر مغرب کی نماز باجماعت ادا کی اور عشاء کی تیاری کرکے فوراً مسجد اقصی پہنچے، نماز عشا سے فراغت پر دوبارہ مولانا سلیمان صاحب کی برکت سے ایک اور صاحب کے یہاں دعوت عشاء تھی۔

آج عشاء کے لئے روانہ ہوئے تو مسجد اقصی کے ماحول میں کچھ تنگی اور حراس کی کیفیت نظر آرہی تھی، تحقیق سے معلوم ہوا کہ حرم کے چاروں طرف دروازے سارے ہی بند کردیئے گئے ہیں اور باہر یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان لڑائی ہورہی ہے، ہم نے یہ سنا اور کچھ ڈر کا احساس بھی ہوا مگر الحمدللہ دعائے انس (رضی اللہ عنہ) ہی کی برکت ہوگی کہ خوف وگھبراہٹ اپنے حدود ہی میں رہے۔ نماز عشا سے فارغ ہوئے تو دروازے حسب معمول کھل چکے تھے اور ماحول میں سکون تھا۔ دعوت سے فارغ ہوکر آرام کیا۔

صبح نماز فجر کے بعد پھر تھوڑی دیر آرام اور ناشتہ کے بعد حرم کے قریب کی چند زیارتوں کے لئے نکلے، پہلے خانقاہ صلاح الدین ایوبی (رحمہ اللہ) میں حاضری دی، یہ ایک مسجد اور خانقاہ پر مشتمل بڑی عمارت ہے، اس میں اس وقت تو کچھ رہائش گاہیں بنی ہوئی ہیں اور

بچوں کا اسکول بھی چلتا ہے، اندر گئے تو ایک ضعیف العمر صاحب نے آکر سلام کیا، انہوں نے باوجود اجنبی ہونے اور بظاہر مالی وسعت نہ ہوتے ہوئے بھی فوراً قہوہ سے تواضع کی، ہم نے زیارت کی تمنا کا اظہار کیا تو کہنے لگے یہ تو اسکول کا وقت ہے اور مسجد بھی بند ہے، ظہر کے وقت مسجد کھلے گی اور اس وقت اسکول بھی بند ہو چکا ہوگا، ہم نے کہا کہ ہم ظہر کے وقت آنے کی کوشش کریں گے، اسی درمیان ایک بچی نکلی اس نے بھی کچھ جگہوں کی رہبری کی، اسے دیکھ کر بڑا ہی دل دکھا، ہمارے ساتھ عورتیں بھی تھیں، کسی عورت نے اس کے والد کے بارے میں پوچھ لیا، تو کہنے لگی پولیس چوکی گئے ہیں، اس لئے کہ میرے بھائی کو پولیس نے حراست میں لے لیا ہے، آج ان کا فیصلہ ہے، رہائی ہوگی یا قید، ہم نے کہا انشاء اللہ رہائی ہوگی، اس نے بڑی ہی امید اور یقین کے ساتھ ہمارے انشاء اللہ پر کہا کہ: انشاء اللہ رہائی ہوگی، اور اللہ تعالی میرے بھائی کو قید سے محفوظ رکھے گا، اس معصوم بہن کی درد بھری آواز سے دل بھر آیا، ہم کر بھی کیا سکتے تھے، دل دل میں اس کی رہائی کے لئے برابر دعا جاری رہی۔ اس قسم کے واقعات وہاں بکثرت سننے کو ملے کہ کسی کا بھائی قید میں ہے، کسی کا شوہر کسی کے والد، اللہ تعالی اہل فلسطین اور اہل بیت المقدس کو اس آزمائش سے رہائی عطا فرما کر وہاں امن وسکون کا ماحول پیدا فرمائے اور ان مظلوموں کی نصرت واعانت فرمائے، ہر مسلمان کو ان مظلوموں کے لئے دعا کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔

وہاں سے ہم حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے آئے جو مسجد سے کچھ فاصلہ پر ایک کمرے میں تھی، عورتوں کا راستہ علیحدہ تھا اور مردوں کا علیحدہ، مردوں اور عورتوں کے اختلاط کی وجہ سے اسلام پر قدامت پسندی اور تنگ نظری کا اعتراض کرنے والے ان مواقع سے عبرت حاصل کریں۔ ہم اپنے راستہ سے ایک کمرہ سے

ہوتے ہوئے دوسرے حجرہ میں پہنچے جہاں حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کا مزار مبارک تھا، آپ کی خدمت میں سلام پیش کرنے اور شفاعت کی درخواست کی توفیق ملی، یہاں پہنچے تو کئی یہودی نوجوان اپنی اپنی عبادت میں بڑے انہاک سے مشغول تھے، انہیں دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ نصاری نے اپنے مذہب کی پابندی میں از حد کمی کردی ہے، چند بڑے بڑھوں کے علاوہ وہ بھی سنیچر یا اتوار کو چرچ میں کچھ آجاتے ہیں، مگر یہود اب تک برابر اپنے مذہبی رسوم کو پابندی سے ادا کر رہے ہیں۔

سیدنا حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام

آپ بنی اسرائیل کے مشہور نبی ہیں۔ حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کے پانچ سو سال بعد آپ کی ولادت ہوئی۔ بیت اللحم سے قریب ''بیت جلا'' نامی بستی میں بچپن گذرا۔ آپ کی شجاعت بھی مشہور تھی، باوجود کم سنی کے جالوت جو کہ چھ ہاتھ اور ایک بالشت قد کا حامل تھا، پیتل کی زرہ اور موزے پہنے ہوئے تھا' کو قتل کیا۔ بادشاہ طالوت نے اسی پر اپنی آدھی بادشاہت دے دی اور اپنی بیٹی سے نکاح کر دیا۔اسی کے ساتھ اللہ تعالی کی طرف سے نبوت بھی عطا ہوئی۔قرآن مجید میں آپ کا تذکرہ:۹ رسورتوں میں سولہ جگہ آیا ہے۔اللہ تعالی کی طرف اوّاب یعنی رجوع کرنے والے تھے۔آپ ایک بڑے علاقے کے بادشاہ بھی تھے، اس لئے معمول یہ تھا کہ ہفتہ میں ایک دن اللہ تعالی کی عبادت کا' ایک دن دربار اور مقدمات کے فیصلوں کا' اور ایک دن اپنے اہل وعیال کے ساتھ گذارنے کا۔آپ کو زبور کتاب عطا ہوئی۔آواز بھی مثالی تھی، اور زبور کی تلاوت کا ایسا معجزہ عطا فرمایا تھا کہ: اپنی سواری تیار کرنے کا حکم دیتے اور سواری پر زین کسے جانے سے پہلے پہلے زبور ختم کر لیتے تھے۔ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ پہاڑوں اور پرندوں کو آپ کے تابع کر دیا گیا

تھا۔لوہے کا آپ کے لئے نرم ہو جانا بھی آپ کا ایک معجزہ تھا۔زرہ میں کڑیوں کی ایجاد آپ ہی کی فراست کا نتیجہ تھا۔ایک مرتبہ آپ عبادت میں مشغول تھے کہ دو آدمی دیوار پھاند کر آ گئے، جس سے آپ کی عبادت میں خلل ہوا اور آپ اتنے انتظامات کے باوجود دونوں کے اندر آ جانے سے گھبرا گئے کہ یہ انسان معلوم نہیں ہوتے، خیر انہوں نے خود کہا: آپ ڈریئے نہیں ہم ایک مقدمہ کے لئے آئے ہیں۔مقدمہ یہ ہے کہ میرے اس بھائی کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک، یہ چاہتا ہے کہ وہ ایک بھی مجھ سے چھین لے اور سو پوری کر لے، اور یہ مال کی طرح بات میں بھی مجھ سے تیز ہے۔حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام سمجھ گئے کہ میرا امتحان ہے، تو فوراً اللہ کی طرف رجوع کیا۔معاملہ یہ تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک مرتبہ یہ فرمایا تھا کہ: یا اللہ! رات دن ایک گھڑی بھی ایسی نہیں کہ ہمارے گھر کا کوئی نہ کوئی فرد آپ کی عبادت میں مصروف نہ رہتا ہو۔اللہ تعالی کو اپنے برگزیدہ بندہ کا یہ طرز تکلم پسند نہ آیا، اس لئے امتحان لیا، اور متنبہ فرمادیا کہ سارے انتظامات کے باوجود دو آدمی دیوار سے کس طرح اندر داخل ہو گئے۔

جب بنی اسرائیل فرعون سے آزادی حاصل کر کے وادی تیہ میں رہنے لگے تو یہاں اللہ تعالی کی طرف سے ایک ''خیمۂ عبادت'' بنانے کا حکم ملا، یہ چلتا پھرتا عبادت خانہ تھا، حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام نے اس خیمہ کو یروشلم (بیت المقدس) ''کوہ صیہون'' کے اس مقام پر نصب کیا، جہاں حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام نے اللہ تعالی سے خواب میں شرف ہم کلامی حاصل کیا تھا، اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام نے اسی جگہ عبادت خانہ بنا دیا تھا۔حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات کے بعد حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کی وصیت کے مطابق خیمۂ عبادت کی جگہ ''ہیکل'' کی

مستقل عمارت تعمیر کردی (اسرائیلی اسی کو ہیکل سلیمانی کہتے ہیں) حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ ہیکل طوفان نوح سے: ۱۴۴۰ر سال بعد اور میلاد مسیح سے ۱۸۰۰ر سال پہلے اس کی تعمیر کی، سات سال میں یہ تعمیر مکمل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی صلب سے نکال کر ان کو ان کی ذریت کو پیش کیا تو آپ نے ایک خوبصورت چمکتی ہوئی صورت کو دیکھا، آپ نے دریافت فرمایا: یا اللہ یہ کون ہیں؟ آپ کو بتلایا گیا کہ آپ کی اولاد میں سے پیدا ہونے والے (حضرت) داؤد (علیہ الصلوۃ والسلام) ہیں، حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے پھر دریافت فرمایا: ان کی عمر کتنی ہوگی؟ جواب ملا: ساٹھ سال، یہ سن کر حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے عرض کیا کہ: میں اپنی عمر میں سے چالیس سال ان کو بخشتا ہوں، الخ۔ بیت المقدس میں مدفون ہیں۔

(انتہی تذکرہ سیدنا حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام)

یہاں سے واپسی پر سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ کی طرف منسوب مسجد میں نماز ظہر ادا کی، یہ وہی جگہ ہے جہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فتح بیت المقدس کے سفر میں نماز ادا فرمائی تھی۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس میں عیسائیوں کے گرجا گھر میں گئے اور وہاں کی ہر چیز کا معائنہ کیا، جب نماز کا وقت آیا تو پوپ نے کہا کہ: آپ نماز یہاں ادا کرلیں، آپ نے معذوری ظاہر کردی اور باہر زینہ پر آکر نماز ادا کی اور فرمایا: اگر آج میں تمہارے چرچ میں نماز پڑھ لیتا تو (ہوسکتا ہے کہ) کل مسلمان اس پر یہ کہہ کر قبضہ جمالیں کہ یہاں ہمارے خلیفہ نے نماز ادا کی ہے۔ (نور القمر بسیرۃ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ص ۲۶۹ ج ۱)

[1]......اس واقعہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے! راقم کا رسالہ ''تاریخ بیت المقدس'' ص ۲۱۳۔

مسجد کے صحن میں ایک کتبہ لگا ہوا ہے، یہ وہی کتبہ ہے جو حضرت عمر رضی اللہ نے نصاری کے ساتھ ہونے والے معاہدہ کے وقت لکھا تھا، جس کی عبارت یہ ہے:

حضرت عمر رضی اللہ کا نصاری کے ساتھ کئے گئے معاہدہ کا مضمون

هـذا مـا اعـطـى عبد الله عمر امير المؤمنين اهل ايلياء: من الامان اعطاهم امانا لانـفسهـم وامـوالهـم ولـكـنـايسهم وصلبانهم، وسقيمها و بديها و ساير ملتها انه لا يسـكـن كـنـايسهـم ولا تهـدم ولا ينتقض منها ولا من خيرها ولا من صلبهم ولا من شئـى مـن اموالهم، ولا يكرهون على دينهم، ولا يضار احد منهم، ولا يسكن بايلياء مـعهـم احـد مـن اليهـود، وعلى اهل ايلياء ان يعطو الجزية كما يعطى اهل المدائن ، وعليهم ان يخرجوا منها الروم واللصوت فمن خرج منهم فهو امن على انفسه و ماله حتـى يبـلغوا مأمنهم، ومن اقام منهم فهو امن ، وعليه مثل اهل ايلياء من الجزية، ومن احـب مـن اهـل ايـلياء ان يسير بنفسه وماله مع الروم و يخلى بيعهم و صلبهم فانهم اٰمنون على انفسهم وعلى بيعهم و صلبهم حتى يبلغوا مأمنهم ،

وعلى مافى هذا الكتاب عهد الله ' و ذمة رسوله' وذمة الخلفاء' وذمة المؤمنين اذا اعطوا الذى عليهم من الجزية،

شهـد عـلـى ذلک خـالـد بـن الوليد وعمرو بن العاص وعبد الرحمن بن عوف ومعاوية بن ا بى سفيان،(رضى الله عنهم) وكتب و حضر :۱۵ھ۔(الفاروق ص۳۰۴)

یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المؤمنین عمر نے ایلیاء کے لوگوں کو دی، یہ امان ان کی جان' مال' گرجا' صلیب' تندرست' بیمار' اور ان کے تمام مذہب والوں کے لئے ہے، اس طرح پر کہ ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائے' نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ ان کو یا ان

کے احاطے کو کچھ نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ان کی صلیبوں میں اور نہ ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی، مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہ کیا جائے گا، اور نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا، ایلیاء میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے، ایلیاء والوں پر یہ فرض ہے کہ اور شہروں کی طرح جزیہ دیں اور یونانیوں کو نکال دیں، ان یونانیوں میں سے جو شہر سے نکلے گا اس کی جان اور مال کو امن ہے تا آنکہ وہ جائے پناہ میں پہنچ جائے، اور جو ایلیاء ہی میں رہنا اختیار کرے تو اس کو بھی امن ہے اور اس کو جزیہ دینا ہوگا، اور ایلیاء والوں میں سے جو شخص اپنی جان اور مال لے کر یونانیوں کے ساتھ چلا جانا چاہے تو ان کو اور ان کے گرجاؤں کو اور صلیبوں کو امن ہے یہاں تک کہ وہ اپنی جائے پناہ تک پہنچ جائیں۔ اور جو کچھ اس تحریر میں ہے اس پر خدا کا عہد ہے' رسول خدا کا' خلفاء کا' مسلمانوں کا ذمہ ہے، بشرطیکہ یہ لوگ جزیہ مقررہ ادا کرتے رہیں۔ اس تحریر پر گواہ ہیں:

خالد بن الولید (رضی اللہ عنہ) عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ)

عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہ) معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہ)

یہ ۱۵ھ میں لکھا گیا۔

مسجد سے باہر نکلے تو نصاری کا ایک وفد ایک نصرانی عورت کی رہبری میں سیر و تفریح کے لئے نکلا ہوا نظر آیا، وہ عورت ان کی رہبری کرتی تھی اور وہاں کے حالات سناتی تھی، ہمارے ساتھیوں نے کچھ کھڑے ہو کر سنا کہ وہ کس طرح رہبری کرتی ہے اور کیا بتاتی ہے، بڑی عجیب بات سنی کہ وہ عیسائی عورت گروپ کو بتا رہی تھی کہ: مسلمانوں نے اس سرزمین پر قبضہ کیا تو قتل و غارت گری نہیں کی اور نہ ہماری اور یہود کی عبادت گاہوں کو ختم کیا، بلکہ وہاں کے اہل کتاب اور غیر مسلموں کے ساتھ نرمی اور اخلاق کا معاملہ کیا، اور جب غیروں

نے یہاں حملہ کیا اور مسلمانوں سے مسجد اقصی اور بیت المقدس کو چھینا تو وہاں کے مسلمانوں پر بے انتہا مظالم کئے، ان کی مسجدوں کو نیست و نابود کیا، وغیرہ ''الفضل ما شهدت به الاعداء ''اس کی بات سن کر مجھے لگا کہ اب بھی غیروں میں اچھے لوگ موجود ہیں جو حقائق سے صرف نظر نہیں کرتے اور میڈیا کے زبردست پروپیگنڈہ کے باوجود حق کے اظہار میں کوتاہی سے کام نہیں لیتے۔

نماز کے بعد پھر خانقاہ صلاح الدین ایوبی میں آئے تو مسجد کھلی تھی، ایک رہبر کے ساتھ ان کا کمرہ بھی دیکھا، اس کمرہ سے مسجد میں جانے کا ایک راستہ ہے اسے دیکھنے کا بھی موقع ملا، صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ یہیں سے مسجد میں نماز کے لئے آتے جاتے تھے، مسجد کے نیچے دو چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے ہیں، رہبر نے بتایا کہ یہ ان کی اعتکاف کی جگہ ہے، یہیں پر آپ اعتکاف کرتے تھے، اس مسجد میں بڑے بڑے اکابر نے اعتکاف کیا ہے۔ بادشاہ کی رہائش گاہ کے اوپر سے مسجد اقصی اور بیت المقدس کی بستی بڑی خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔

نماز عصر کے بعد قبرستان کی حاضری دی، یہاں نہ جانے کتنے اولیاء اور کتنے شہداء کے مزارات ہوں گے، اس قبرستان میں ایصال ثواب کا موقع ملا، اور خاص طور پر دو قبروں کی زیارت کی، ایک سیدنا حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی اور دوسری سیدنا حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی، یہ دونوں قبریں مسجد اقصی کے صحن کی مشرقی دیوار سے متصل ہیں، پہلے ایک کونہ پر حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی قبر ہے، اس سے ذرا سے فاصلہ پر حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک ہے، دونوں کی مزاروں کے قریب کچھ پڑھ کر ایصال ثواب کیا۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ

آپ جوانی ہی میں اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے، انصار کے وفود: ۳ر سال تک مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ آئے ان سب میں آپ شامل تھے۔ پہلے یا دوسرے وفد کی آمد پر آپ ﷺ کے دست بابرکت پر بیعت کی۔آپ ﷺ نے ان کو خاندان وقوافل کا نقیب بھی مقرر فرمایا۔ مسلمان ہوکر والدہ کو بھی مشرف باسلام کیا، اپنے دوست کعب بن عجرہ کے گھر بڑا سا بت تھا موقع پا کر توڑ دیا، اس پر کعب کو غیبی ہدایت نصیب ہوئی اور اسلام لے آئے۔غزوۂ بدر، بیعت رضوان اور خلافت صدیقی کے بعض لڑائیوں میں بھی شریک رہے، سن ۲ھ میں بنو قینقاع عبداللہ بن ابی کے اشارے سے آپ ﷺ سے بغاوت پر آمادہ ہوئے تو جلاوطنی کی سزا پائی، حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے ان سے دیرینہ تعلق تھا، مگر قطع کردیا اور اخراج البلد کا کام بھی انہی کے متعلق ہوا۔خلافت فاروقی میں ایک کمک کی فوج پر افسر بھی بنائے گئے۔صدقات کی افسری، فلسطین کی قضا اور حمص کی امارت کی ذمہ داری بھی نبھائی۔ایک مرتبہ فلسطین سے ناراض ہوکر مدینہ منورہ آگئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واپس بھیجا کہ آپ ہی جیسے لوگوں سے دنیا قائم ہے، جہاں آپ لوگ نہ ہوں گے خدا اس زمین کو خراب کردے گا۔تادم موت شام (فلسطین) میں رہے، وفات سے پہلے لوگ عیادت کے لئے آتے اور سوال پر فرماتے: خدا کے فضل سے اچھا ہوں۔ بیٹے نے وصیت کی درخواست کی تو فرمایا: تقدیر پر یقین رکھنا ورنہ ایمان کی خیر نہیں۔شاگرد صنابحی رحمہ اللہ پہنچے، استاذ کا حال دیکھ کر زاروقطار رو پڑے، تو منع فرمایا اور فرمایا: ہر طرح راضی ہوں شفاعت کی ضرورت ہوگی تو شفاعت کروں گا، شہادت کی ضرورت ہوگی تو شہادت دوں گا، پھر فرمایا: جتنی احادیث ضروری تھیں، پہنچا چکا ہوں، ایک حدیث باقی ہے، اس کو بیان

کیا اور انتقال ہو گیا، اس وقت عمر :۷۲؍ سال کی تھی۔

فضلائے صحابہ میں تھے، قراءت کا خاص ذوق تھا، حافظ قرآن تھے، اصحاب صفہ آپ ہی کی زیر ریاست تھا، بعض تلامذہ کے رہنے سہنے کھانے کا انتظام بھی خود فرماتے، عہد نبوی میں شام میں معلم بنا کر بھیجے گئے، پھر فلسطین کو اپنا مستقر بنایا۔ حدیث میں بعض اولیات کے موجد ہوئے، صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں رسول اللہ ﷺ تک سلسلۂ حدیث پہنچانے کا یہ طرز تھا کہ صحابی کہتے تھے کہ: میں نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے سنا، لیکن بعض بزرگ ایسے بھی تھے جنہوں نے الفاظ روایت میں وہ مدارج قائم کئے جو بعد میں روایت حدیث کا جز قرار پا گئے۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھی ان الفاظ میں ایک اضافہ کیا، ایک شخص سے حدیث بیان کی تو فرمایا کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں یہ نہیں کہتا کہ مجھ سے فلاں فلاں لوگوں نے حدیث بیان کی۔

ایک مجمع میں خطبہ دیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے لاعلمی ظاہر کی تو آپ نے فرمایا: ’’ اشهد انی سمعت رسول الله ‘‘ میں گواہ ہوں کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا۔

اشاعت حدیث کا خاص اہتمام تھا، مجامع وعظ‘ مجالس علم‘ نجی صحبتیں ہر جگہ چرچا رہتا تھا، کبھی چرچ میں جاتے تو وہاں بھی رسول اللہ ﷺ کا کلام مسلمانوں اور عیسائیوں کو سناتے۔ مرویات کی تعدد: ۱۸۱؍ ہیں۔ فقہ میں علمی مقام مسلم تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے طاعون عمواس کے خطبہ میں ذکر کیا، تو فرمایا کہ: مجھ سے اور عبادہ سے اس مسئلہ میں گفتگو ہو چکی ہے، لیکن بات وہی ٹھیک ہے جو انہوں نے فرمائی، تم لوگ ان سے فائدہ اٹھاؤ،

کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ فقیہ ہیں۔حق گوئی میں بے مثل تھے،شام گئے تو بیع وشراء میں شرعی خرابیاں دیکھی تو ایک خطبہ دیا جس سے تمام مجمع میں ہل چل پڑ گئی۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کسی نے شکایت کی تو شام سے مدینہ بلائے گئے، پوچھنے پر مجمع میں فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: میرے بعد امراء منکر کو معروف اور معروف کو منکر سے بدل دیں گے،لیکن معصیت میں اطاعت جائز نہیں،تم لوگ بدی میں ہرگز آلودہ نہ ہونا۔ایک مرتبہ فرمایا کہ: ہم نے آپ ﷺ سے ان شرائط پر بیعت کی تھی کہ: چستی اور سستی میں آپ ﷺ کا کہنا مانیں گے،فراخی اور تنگی میں مالی امداد دیں گے،اچھی باتیں پہنچائیں گے‘ بری باتوں سے روکیں گے، سچ کہنے میں کسی سے نہ دبیں گے،آپ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائیں گے تو مدد کریں گے،اور جان و مال اور اولاد کی طرح نگہبانی کریں گے،ان سب باتوں کا صلہ جنت کی صورت میں دیا جائے گا،پس ہم کو ان باتوں پر پورے طور سے عمل کرنا چاہئے اور جو نہ کرے وہ خود اپنا ذمہ دار ہے۔

ایک دفعہ کسی سمت جا رہے تھے،عبداللہ بن عباد زرقی کو دیکھا کہ چڑیاں پکڑ رہے ہیں، ہاتھ سے چھین کر اڑا دی اور فرمایا: بیٹا! یہ حرم ہے یہاں شکار جائز نہیں۔

آپ ﷺ کو بھی ان سے خاص محبت تھی، بیمار ہوئے تو آپ ﷺ عیادت کے لئے تشریف لائے ،انصار کے کچھ لوگ ساتھ تھے،فرمایا: جانتے ہو شہید کون ہے؟ لوگ خاموش رہے،آپ نے جواب دیا: جو مسلمان ہو‘ ہجرت کرے اور معرکہ میں قتل ہو۔آپ ﷺ نے فرمایا: اس صورت میں شہیدوں کی تعداد بہت کم ہو جائے گی،قتل ہونا‘ ہیضہ میں مرنا‘ ڈوب جانا‘ عورت کا ولادت کے وقت انتقال کر جانا یہ سب شہادت میں داخل ہے۔آپ ﷺ جب بیمار ہوئے تو صبح و شام دیکھنے جاتے۔(سیر الصحابہ ص ۴۸ ج ۳، سیر انصار:۲)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ

آپ حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے، تقریباً سارا خاندان مسلمان ہو چکا تھا، عہد نبوت کے بعد شام، حمص اور فلسطین میں قیام پذیر رہے۔ ۵۸/ھ میں ۷۵/سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ: لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں: بعض عالم ہیں لیکن غصہ والے اور مغلوب الغضب، بعض حلیم اور بردبار مگر جاہل، حضرت شداد رضی اللہ عنہ علم اور حلم کے مجمع البحرین تھے۔

مسجد جابیہ میں حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ابو الدرداء، حضرت ابن غنم رضی اللہ عنہم ٹہل ٹہل کر باتیں کر رہے تھے، حضرت شداد رضی اللہ عنہ بھی آپہنچے اور کہا لوگو! مجھ کو تم سے کچھ ڈر ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ: میری امت پیروی نفس اور شرک میں مبتلا ہو جائے گی، اخیر کا فقرہ تعجب خیز تھا، حضرت ابو الدرداء اور حضرت عبادہ رضی اللہ عنہما نے اعتراض کیا اور اس کی سند میں ایک حدیث پیش کی کہ: شیطان جزیرہ عرب میں اپنی پرستش سے بالکل ناامید ہو چکا ہے، پھر ہمارے مشرک ہونے کے کیا معنی؟ حضرت شداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک شخص نماز، روزہ، زکوۃ ریاء کے طور پر ادا کرتا ہے، آپ لوگ اس کو کیا سمجھتے ہیں؟ سب نے جواب دیا: مشرک، فرمایا: میں نے اس کے متعلق خود آپ ﷺ سے سنا ہے کہ ان چیزوں کو ریاء سے بجالانے والا مشرک ہے۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے، بولے کہ: جتنا عمل خالص ہوگا اس کے قبول ہونے کی امید ہے، باقی جس میں شرک کی آمیزش ہے، وہ مردود ہوگا، اس بنا پر ہم کو اپنے عمل پر اعتماد نہ کرنا چاہئے، حضرت شداد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ: حدیث قدسی میں ہے کہ: مشرک کا تمام عمل

اس کے معبود کو دیا جائے گا، خدا اس کا محتاج نہیں۔

حدیث میں فہم وبصیرت حاصل تھی اور اصول درایت اور نقد سے کام لیتے تھے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے زہد وقناعت اور ترک دنیا کی حدیثوں نے شام میں کھلبلی ڈال دی تھی، ان کے متعلق رائے دیتے ہوئے فرماتے تھے کہ: وہ آپ ﷺ سے کوئی حدیث جس میں شدت اور سختی ہوتی تھی سنتے تھے، پھر اپنی قوم میں جا کر اس کی اشاعت کرتے تھے، بعد کو آپ ﷺ اس سخت حکم میں رخصت عطا فرما دیتے تھے، لیکن حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کو خبر تک نہ ہوتی، اس بنا پر وہ اپنی اسی شدت پر قائم رہے۔

آپ کی مرویات کی تعداد: ۵۰ ر ہیں، انہوں نے اکثر آپ ﷺ سے اور کچھ کعب احبار رحمہ اللہ سے سنی تھیں۔

نہایت عابد اور پرہیز گار تھے، خوف خدا ہر وقت غالب رہتا تھا، بسا اوقات رات کو آرام فرمانے کے لئے لیٹتے پھر اٹھ جاتے اور ساری رات نماز پڑھتے، کبھی کبھی زبان سے نکلتا: خدایا! آتش جہنم میرے اور میری نیند کے درمیان حائل ہو گئی ہے۔

بات فرماتے تو دل آویز اور شریں ہوتی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: دو خصلتوں میں حضرت شداد رضی اللہ عنہ ہم سے بڑھ گئے: بولتے وقت وضاحت بیان میں، اور غصہ کے وقت عفو اور درگذر میں۔ حفظ لسان اور کم گوئی کا یہ عالم تھا کہ: ایک مرتبہ سفر میں غلام سے کہا: چھری لاؤ، اس سے ہم کھیلیں، ایک شخص نے اس پر ٹو کا تو فرمایا: جب سے میں مسلمان ہوا میرے منہ میں لگام رہی، آج یہ کلمہ منہ سے نکل گیا تو تم اس کو بھول جاؤ۔ مسلمانوں کے انقلاب اور تغیر کو سختی سے محسوس کرتے تھے، ایک مرتبہ رونے لگے تو لوگوں نے وجہ دریافت کی، تو فرمایا: آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ: مجھے اپنی امت کے

خواہش نفس اور شرک میں مبتلا ہونے کا خوف ہے، میں نے عرض کیا کہ: کیا آپ کی امت مشرک ہو جائے گی؟ فرمایا: ہاں، لیکن اس طرح کہ سورج' چاند' بت' پتھر کو نہ پوجے گی، البتہ ریاء اور مخفی خواہشوں کا غلبہ ہوگا، صبح کو آدمی روزہ دار اٹھے گا، لیکن جب خواہش تقاضا کرے گی تو روزہ بے خوف وخطر توڑ دے گا۔

مریضوں کی عیادت کرتے تھے۔ایک مریض کی عیادت کو گئے تو مریض سے پوچھا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: اچھا ہوں، آپ نے فرمایا: میں تم کو مرض کے کفارہ گناہ ہونے کی بشارت سناتا ہوں، حدیث شریف میں وارد ہے کہ: جو شخص خدا کے ابتلا میں اس کی حمد کرے اور راضی برضا رہے تو وہ اس طرح گناہ سے پاک ہوتا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔

آپ ﷺ سے محبت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ بقیع تشریف لے جا رہے تھے اور آپ ﷺ حضرت شداد رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چہرہ پر اداسی تھی، آپ ﷺ نے وجہ دریافت فرمائی: تو عرض کیا کہ: مجھ پر دنیا تنگ ہے، فرمایا: تم پر دنیا تنگ نہ ہوگی، شام اور بیت المقدس فتح ہوگا اور وہاں تمہاری اولاد امام ہوگی۔ یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی، وہ اپنی اولاد کے ساتھ بیت المقدس میں اقامت گزیں ہوئے اور پورے علاقے کے علم وفضل میں مرجع بنے۔ (انتہی تذکرہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ)

نماز مغرب کے بعد مسجد اقصی کے امام شیخ یوسف صاحب کا قرآن کریم کی تفسیر کے درس کا پروگرام ہوتا ہے، اس میں شرکت کی، بلکہ موصوف نے از راہ محبت ہمارے لئے اپنی

کرسی کے ساتھ ہی چند کرسیاں خالی رکھی تھیں، موصوف نے نماز مغرب میں سورۂ فتح کی آخری آیات تلاوت کیں اور انہیں پر درس دیا۔ درس بڑا عالمانہ و فاضلانہ تھا۔ سکینہ پر گفتگو فرماتے ہوئے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں چھ جگہوں پر سکینہ کا ذکر فرمایا ہے، اور ان چھ مواقع کی تفصیل بڑی دلچسپ انداز سے بیان کی، دوران درس فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے مؤمن کے قلب میں سکینہ اور طمانیت رکھی ہے اور غیروں کا سکینہ تابوت میں تھا، وہ ختم ہوگیا اب انہیں سکون کہاں سے ملے گا؟ سکون تو مؤمن کے قلب میں ہے۔

موصوف کی بڑائی اور حوصلہ افزائی کی بات ہے کہ انہوں نے دوران درس سامعین سے فرمایا کہ: چند مہمان علماء آئے ہیں، میں ان سے بھی امید رکھتا ہوں کہ وہ حضرات بھی مختصرا کچھ نصیحت کریں گے۔ اولاً تو ہم نے انکار کیا، مگر ان کے اصرار کی وجہ سے کچھ بولنا ہی پڑا، پہلے مفتی ابراہیم راجا صاحب [۱] نے مختصر بات کی، اور اہل بیت المقدس کو مبارک باد پیش کی، اس کے بعد مفتی یوسف ساچا صاحب مدظلہ [۲] نے سنت کی اہمیت اور سنت کو لازم

---

[۱]...... مفتی ابراہیم راجا صاحب مدظلہ: باٹلی کے مشہور راجہ خاندان کے فرد اور علمی شخصیت کے مالک ہیں، دار العلوم بری کے قابل قدر اور مؤقر استاذ اور صاحب ذوق و صاحب مطالعہ علماء میں سے ہیں، خاموش طبع اور ذاکر ہیں، اچھی علمی صلاحیت اور استعداد رکھتے ہیں، فراغت کے بعد ایک سال دعوت و تبلیغ میں بھی وقت گذارا، پھر تبلیغی مرکز ڈیوز بری کے مدرسہ میں کچھ عرصہ تدریسی خدمت بھی انجام دی، غالبا خانقاہی مزاج کی وجہ سے زیادہ یہاں ٹھہر نہ سکے، سفر میں بڑی سادگی اور بے تکلفی کا برتاؤ فرمایا، اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو صحت و عافیت سے دین کی مزید خدمت کے لئے قبول فرمائے۔

[۲]...... مفتی یوسف ساچا صاحب مدظلہ: برطانیہ کے مشہور اور معتمد مفتی ہیں، عوام ہی کو نہیں علماء کو بھی آپ کے فتاوی پر اعتماد ہے۔ برطانیہ کے علماء اور ارباب افتاء کو کئی مسائل میں آپ سے تحقیق کرتے اور تبادلۂ خیال کرتے دیکھا گیا۔ ڈابھیل اور گجرات کے مدارس سے علمی فیض حاصل کر کے جلال آباد میں افتاء کی مشق کی اور ساتھ ہی حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں رہ کر علوم باطنی اور

پکڑنے کی نصیحت فرمائی۔اس کے بعد راقم نے بھی سنت کی عظمت پر دو چار باتیں کرنے کی

تربیت واصلاح کی تعلیم لی۔حضرت رحمہ اللہ کا اعتماد بھی آپ پر رہا۔ برسوں سے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، مرکز ڈیوزبری کے جامعہ میں ایک طویل عرصہ فنون کی مختلف کتابیں پڑھائیں اور حدیث تک پہنچے، پھر تقدیر الٰہی سے علیحدہ ہوئے (بلکہ کئے گئے) تو بریڈفورد کے مدرسہ میں خدمت شروع کی اور ماشاء اللہ حدیث وفقہ کے قابل قدر اور مسلم استاذ مانے جاتے ہیں۔شام کو ایک مدرسہ میں بچیوں کو دو دن ''بخاری شریف'' بھی پڑھاتے ہیں۔علم متحضر ہے اور مسائل پر اللہ تعالیٰ نے اچھا عبور عطا فرمایا ہے۔جزئیات بھی بکثرت یاد ہیں۔اللہ نے حافظہ بھی اچھا دیا ہے۔اپنے اسلاف کے طرز پر مسائل میں تساہل کے قطعاً قائل نہیں، راقم نے کئی مرتبہ مزاحاً کہا بھی کہ: مفتی صاحب کچھ نرم ہو، آپ تو کٹر حنفی ہیں، مگر اپنے مسلک پر برابر جمے ہوئے ہیں اور تصلب کی صفت سے مالا مال ہیں۔اس دور پر فتن میں جبکہ اکابر کے مسلک سے بے اعتنائی کا مزاج حد سے زیادہ ہو رہا ہے، ضرورت ہے کہ ارباب افتاء میں اس صفت کے افراد موجود ہوں۔بعض لوگ ان کو ضد پر بھی محمول کرتے ہیں، اور بعض علماء سے بھی سنا گیا کہ: مفتی صاحب ضدی ہیں، لیکن کیا اپنی تحقیق چھوڑ کر ہر ایک کے مسلک پر چل پڑنا یہی دین کا تقاضا ہے، اس طرح تو کل کوئی کہہ دے گا حضرت تھانوی' حضرت مدنی رحمہما اللہ ضدی تھے، اپنے رائے سے آخر تک نہ ہٹے، اور کل کوئی امام صاحب کے بارے میں کہہ دے گا ضدی تھے کہ ائمۂ ثلاثہ ایک طرف ہیں اور بعض مسائل میں ائمہ ثلاثہ کے ساتھ صاحبین رحمہم اللہ بھی ہیں اور امام صاحب رحمہ اللہ ایک طرف ہیں تو کیا یہ امام صاحب کی ضد ہے۔(ضد یہ ہے کہ عمداً جمعہ کا خطبہ طویل پڑھا جائے جبکہ صحیح حدیث میں ہے کہ: جمعہ کی نماز' خطبہ سے طویل کرنا امام کی فقاہت اور سمجھ کی علامت ہے۔ (مسلم، کتاب الجمعۃ، رقم الحدیث: ۱۹۹۷)۔آج امام حضرات اس کا الٹا کر کے فقاہت کی ضد کا ثبوت دے رہے ہیں، اور فقاہت کا عکس کیا ہے؟ اس کے اظہار کی ضرورت نہیں۔وہاں کوئی نہیں کہتا کہ امام صاحب آپ ضدی ہیں۔ضد یہ ہے کہ لمبی لمبی نمازیں پڑھائیں چاہے مصلی حضرات ناراض ہوں، بیمار اور ضعفاء شکایت کرتے رہیں، جبکہ شریعت میں امام کے لئے حکم ہے کہ نماز مختصر پڑھائے۔آپ ﷺ نے لمبی نماز پڑھانے والوں کے لئے' نفرت دلانے والے، فتنہ انگیزی کرنے والے جیسے سخت جملے ارشاد فرمائے ہیں۔(مشکوۃ، ص ۹۷/۱۱۰۔تفصیل کے لئے دیکھئے! راقم کا رسالہ ''امامت'' (مرغوب الرسائل فی عمدۃ المسائل ص ۱۰۲ ج ۱) وہاں نہیں کہتے کہ: آپ ضدی ہیں۔اصل یہ ہے کہ ضد اور تصلب

سعادت حاصل کی۔ راقم نے محسوس کیا کہ اہل فلسطین کا یہ مجمع نماز کا پابند ہے، اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے بھی تین دن سے دیکھا گیا ہے، مگر آپ ﷺ کی سنت کے اتباع میں کمی محسوس ہوئی، اس لئے مناسب سمجھا کہ سنت کی اہمیت اور اس کی فضیلت اور ترک سنت پر وعید کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہئے تو خطبہ کے بعد عرض کیا کہ:

سنت کی عظمت میں تین احادیث

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ ﷺ کی اتباع کا حکم دیا ہے اور اس کو صرف اسوہ نہیں بلکہ اسوۂ حسنہ فرمایا گیا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾۔

(سورۂ احزاب، آیت نمبر: ۲۱)

پھر چند احادیث کی طرف توجہ دلائی کہ: آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے میری امت میں فساد کے وقت میری ایک سنت کو مضبوطی سے پکڑا (یعنی اس پر عمل کیا) تو اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ (مشکوۃ ص ۳۰)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله

کا فرق نہیں کیا، اور کیا بھی تو اس فرق کے ساتھ کہ اپنے مسلک پر ہیں تو تصلب، اپنے مسلک پر نہیں تو ضد۔ انشاء اللہ ایک مضمون میں اس کو تفصیل سے لکھنے کا ارادہ ہے۔ (یہ تو جملہ معترضہ کے طور پر چند سطریں آگئیں) میرا بار بار اصرار رہا کہ مفتی صاحب آپ سارے کاموں کو آگے پیچھے کرکے آپ کے وہ فتاوی جو انگریزی زبان میں ہیں ان کی طباعت کا انتظام کیجئے، الحمد للہ اب اس کی صورت بن رہی ہے، ایک شاگرد نے اس پر کام شروع کیا ہے اور کافی حد تک کر چکا ہے، اللہ کرے وہ فتاوی جلد از جلد شائع ہوں اور انگریزی داں ان سے استفادہ کریں۔ مہمان نوازی بھی مثالی ہے، ہند و پاک کے اکثر اکابر سے آپ کے دولت کدہ پر ہی ملاقات اور مجلس کا موقع ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور آپ کے تمام نیک کاموں کو قبول فرمائے، اور ہماری مردہ پرست قوم کو زندگی میں ایسے اہل علم سے استفادہ کی اور قدر کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

اجر مأة شهيد۔

نیز ایک حدث میں ہے:

''من حفظ سنتی اکرمه الله باربع خصال :المحبة فی قلوب البررة، والهيبة فی قلوب الفجرة، والسعة فی الرزق، والثقة فی الدين۔ (شرح شرعۃ الاسلام ص۸)

جس نے میری سنت کی حفاظت کی (دل و جان سے اس کو مضبوط پکڑ لیا اور اس پر عمل کیا) تو اللہ تعالیٰ چار باتوں سے اس کی تکریم کریں گے: نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کریں گے، فاجر اور بدکار لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت ڈالیں گے، رزق میں فراخ (اور برکت) دیں گے، دین میں پختگی نصیب فرمائیں گے۔

پھر اس حدیث کی کچھ مختصر تشریح کی۔

اس فضیلت کے بعد ایک وعید بھی سنائی کہ: علامہ ابن حجر ہیثمی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳) نے اپنی کتاب ''الزواجر عن اقتراب الکبائر'' میں محدث مالک بن دینار کی روایت سے ایک نبی کی وحی نقل کی ہے:

'' اوحی الله الی نبی من الانبیاء، ان قُل لقومک: لا یدخل مداخل اعدائی، ولا یلبس ملابس اعدائی، ولا یرکب مراکب اعدائی، ولا یطعم مطاعم اعدائی، فیکونون اعدائی کما هم اعدائی''۔

یعنی خدا نے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں سے ایک نبی (علیہ الصلوۃ السلام) کی طرف وحی بھیجی کہ اے نبی! اپنی قوم سے کہہ دو کہ: وہ میرے دشمنوں کے داخل ہونے جگہ سے داخل نہ ہوں، اور میرے دشمنوں کے لباس جیسا لباس نہ پہنیں، اور میرے دشمنوں کی سواریوں پر سوار نہ ہوں، اور میرے دشمنوں کے کھانے جیسا کھانا نہ کھائیں، (یعنی

تمہارے اور ان کے درمیان امتیاز ضروری ہے)ورنہ تمہاری قوم بھی اسی طرح میرے دشمنوں کے زمرے میں داخل ہوجائیں گی جیسے وہ میرے دشمن ہیں۔

(الزواجر عن اقتراب الکبائر ص ۱۱ ج ۱۔فتاوی رحیمیہ ص ۱۳۳۱ ج ۱۰)

عشاء کے بعد گروپ کے ایک ساتھی بھائی یوسف صاحب نے بڑی محبت سے پورے وفد کی مہمانی کی اور عمدہ کھانوں سے ضیافت کر کے محبت کا ثبوت دیا۔ اللہ تعالی انہیں بہترین بدلہ عطا فرمائے ،اوران کے مقاصد حسنہ میں کامیابی عطا فرمائے۔

پیر کے دن صبح کو مسجد اقصی میں حاضری اور بقیہ چند مقامات کی زیارت نصیب ہوئی، سب سے پہلے ہندوستان کے مشہور عالم مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ کی قبر پر حاضری دی، کئی مرتبہ کوشش کی حجرہ کے اندر جانے کا موقع ملے ،مگر حجرہ ہمیشہ ہی بند ملا،اس لئے باہر ہی سے کچھ پڑھ کر ایصال ثواب کیا۔

رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ

مولانا ۱۸۸۷ء میں نجیب آباد ضلع بجنور میں پیدا ہوئے، والد صاحب کی وفات دو سال کی عمر میں ہوگئی،اس لئے والدہ کی تربیت میں اعلی تعلیم پائی۔بچپن ہی سے بہت زیادہ ذہین تھے، گومحنت میں کمی تھی،مزاج میں تیزی مگر حاضر جوابی مثالی تھی۔علی گڈھ میں داخل ہوئے اور پورا سال کھیل وتفریح میں گذارتے ،امتحان سے ڈیڑھ دو ماہ پہلے ہر طرف سے یک سو ہوکر کتابوں کے ہوکر رہ جاتے اور امتیازی نمبر سے کامیاب ہوتے۔طالب علمی ہی کے زمانہ سے زوردار مقرر تھے،زبان شستہ اور مؤثر تھی،شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔علی گڈھ میں ایک انگریزی مضمون لکھا تو پرنسپل نے کہا: تم ایک زمانہ میں انگریزی کے بے مثل ادیب ہوں گے''۔علی گڈھ سے فارغ ہوئے تو بڑے شان سے آکسفورڈ پہنچے، داخلہ آئی

سی ایس میں لیا، مگر مضامین اپنی پسند کے پڑھتے رہے، چنانچہ امتحان میں نا کام ہوئے۔ والدہ نے بلالیا اور شادی کرادی، دوبارہ برطانیہ پہنچے اور بی اے کی تیاری کی، اور کامیاب ہوکر واپس آئے۔ برطانیہ کے آزادانہ ماحول میں باوجود نوجوانی اور خوبصورتی کے عفت کا دامن نہ چھوٹا۔ تعلیم سے فراغت پر ریاست رام پور کے تعلیمات کے بڑے افسر اور پرنسپل کا عہدہ سنبھالا۔ گجرات بروڈہ میں محکمہ افیون کے اعلیٰ منصب پر فائز ہوکر سات سال تک خدمات انجام دیں، آپ کے حسن تدبر سے ساڑھے چار سال میں سترہ لاکھ روپے کے منافع ہوئے، اس قابلیت کی وجہ سے نوساری کے کمشنر بنائے گئے، ایک ٹھیکہ پر بڑا ہدیہ (رشوت) کا سختی سے انکار کیا، اور دوسرے افسروں کو بھی محروم رکھا۔ ایک زمانہ تک ولی عہد کے پرنسپل کے عہدہ پر بھی رہے۔ اللہ کو آپ سے کوئی اور کام لینا تھا تو ان ملازمتوں سے دل بیزار ہوگیا، اور اخبار نکالنے کا فیصلہ کیا تو ''کامریڈ'' انگریزی میں شروع کیا، بہت مقبول ہوا، وائسرائے اور اونچے عہدے دار اہتمام سے پڑھتے تھے۔ والدہ کی وفات اور کام کے معاون نہ ملنے پر بند کرنا پڑا۔ علی گڈھ سرسید کے عزائم ''فلسفہ ہمارے دائیں ہاتھ میں ہوگا، سائنس بائیں ہاتھ میں، اور سر کا تاج 'لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پر نہ رہ سکا، اس لئے کہ با صلاحیت افراد کی کمی تھی، مرحوم نے اپنے مادر علمی کی ترقی کے لئے انتھک کوشش کی اور کورٹ کے ممبر بنے' ٹرسٹی مقرر ہوئے، کالج کو یونیورسٹی بنانے میں اہم رول ادا کیا۔ ترک موالات اور عدم تعاون کی تحریک میں علی گڈھ کا تعاون نہ ملا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ کالج سے نکالے گئے تو تھوڑا سا دور خیمہ لگا کر تعلیم کا آغاز کیا، اور وہی خیمہ ایک دن جامعہ ملیہ کی شکل اختیار کر گیا۔ کالج سے طلبہ آتے اور بڑھتے گئے تو خیمہ نا کافی ہوا، اس لئے کرایہ کی جگہ پر کام شروع کیا، بالآخر یہ جامعہ دہلی منتقل ہوگیا۔ بلقان کی جنگ کے مجروحین اور مقتولین کی

مدد میں بھی خوب کام کیا۔ جب دار الحکومت کلکتہ سے دہلی منتقل ہوا تو مرحوم بھی دہلی آ گئے اور اخبار ''ہمدرد'' کا اجراء کیا، اور اس کو بام عروج تک پہنچایا۔ کانپور میں مسجد کی شہادت اور مسلمانوں کے قتل نے انہیں متحرک کر دیا تو پوری کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے تو خفیہ طور پر برطانیہ پہنچ کر تحریک چلائی اور کامیاب ہوئے، واپسی پر زبردست استقبال ہوا۔ لندن ٹائمز کے اس مشورہ پر کہ ترک ۱۹۱۴ء کی جنگ سے الگ رہیں، مرحوم نے کھل کر مخالفت کی جس کے نتیجہ میں اخبار پر پابندی لگائی گئی، کورٹ میں خود ہی وکیل بنے اور اس انداز سے وکالت کی کہ حکومت کے آرڈر کی دھجیاں اڑا دیں۔ کورٹ سے باہر نکلے تو لوگوں کی زبان پر تھا: ''کاش آپ بیرسٹر ہوتے'' جواباً فرمایا: ''اب بھی جو کچھ ہوں اس کی کونسی قدر ہو رہی ہے جو بیرسٹی میں ہوتی''۔ اسیری میں مسلم لیگ کی صدارت سپرد ہوئی تو فرمایا۔

یہ صدر نشینی ہو مبارک تمہیں جوہر لیکن صلۂ روز جزا اور ہی کچھ ہے

تحریک خلافت کے لئے یورپ کا وفد بنا تو قائد کی حیثیت سے چنے گئے، اور جلسہ میں جو تقریر ہوئی وقت کی کمی کے باوجود سامعین کی طلب پر مزید وقت کی مستحق سمجھی گئی۔ یہ ''انڈین خلافت ڈیلیگیشن'' واپس آیا تو بے مثال استقبال ہوا، اور ترک موالات کا زور شروع ہوا۔ سی آر داس جیسے ذہین اور اہم تنخواہ والے کو لاکھوں کی آمدنی سے چھڑا کر میدان میں لانے والے آپ ہی تھے۔ تحریک خلافت میں بھی پیش پیش رہے۔ کراچی خلافت کانفرس کی پاداش میں جیل جانا پڑا، اسی پر گاندھی جی نے سول نافرمانی کی تحریک جاری کی۔ جیل میں صاحبزادی آمنہ کی بیماری کی اطلاع ملی تو لکھا۔

تیری صحت ہمیں منظور، لیکن اس کو نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

رہائی کے بعد ہندوستان کے حالات بدل چکے تھے، بعضوں نے ہندو مسلم فسادات کی

بنا ڈالی، اس مکر کو ناکام بنانے میں جان کی بازی لگا دی۔ آپ نے کانگریس کا بھرپور تعاون کیا۔ سلطان ابن سعود نے ''مؤتمر عالم اسلامی'' میں مدعو کیا تو سلطان کو اپنے مواعید یاد دلائے اور پرزور الفاظ میں بیان کیا کہ: ''اسلام میں شورائیت ہے ملوکیت وقیصریت نہیں'' اور ہر وہ بات جو آپ کے نزدیک حق وصواب تھی اس کا برملا اظہار کیا، سلطان کے جلال سے ذرا بھی متأثر نہیں ہوئے۔ ۱۹۳۰ء میں گول میز کانفرس' کا انعقاد طے ہوا، تو برطانیہ پہنچے، علیل تو تھے ہی، مگر طویل سفر نے اور ضعف میں اضافہ کر دیا، تاہم برطانیہ پہنچ کر اپنے کام میں مکمل مستعدی سے مصروف رہے۔ گول میز کانفرس' میں تاریخی تقریر کی، اس کے جملے جملے قابل دید ہیں۔ بالآخر اسی سفر میں ۴/ جنوری ۱۹۳۱ء کو وفات ہوئی۔ تدفین پر اختلاف ہوا کہ برطانیہ میں ہو یا ملک میں، مگر اللہ تعالی نے انبیاء کی سرزمین بیت المقدس کی آغوش میں پہنچا دیا، نعش مصر ہوتی ہوئی بیت المقدس پہنچائی گئی، جمعہ کے بعد نماز جنازہ ادا کی گئی اور مسجد اقصی میں قبۃ الصخرہ کے سامنے مغرب کی طرف ایک بند کمرے میں واقع تدفین ہوئی، باہر عربی میں ایک تحریر ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: ''اللہ تعالی مؤمنوں کو ان کی جان ومال کے بدلے جنت دے گا'' یہ مجاہد عظیم مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ کی قبر ہے۔

شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم نے کہا تھا ؎

خاک قدس اورا بہ آغوش تمنا در گرفت

سوئے گردوں رفت زاں راہِ کہ پیغمبر گزشت

(دیکھئے! سیرت محمد علی، اور ''بیس بڑے مسلمان)

پھر سیدنا حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر مبارک اور وہ جگہ جہاں آپ نے لکڑی کے سہارے سے ٹیک لگا کر جنات سے مسجد کا کام کروایا تھا' پر حاضری دی۔

اسی کے قریب حضرت مریم علیہا السلام اور سیدنا حضرت حنّہ بنت عمران کی قبر بھی ہے، ان کی خدمت میں بھی سلام پیش کیا۔

حضرت مریم علیہا السلام کے مختصر حالات

حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کا نام حنّہ ہے،اور والد ماجد کا نام عمران تھا۔ والدہ حنہ نے منت مانی تھی کہ میرا بچہ ہوگا میں اس کو اللہ کے گھر بیت المقدس اور مسجد اقصی کے لئے نذر کروں گی ،اس وقت آپ حمل سے تھیں، آپ کا خیال تھا اور اللہ تعالی سے دعا کی تھی کہ لڑکا پیدا ہو،مگر اللہ کی قدرت کہ لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام ''مریم'' رکھا گیا،مریم کے معنی ہیں: عابدہ' عبادت کرنے والی۔ والدہ کو افسوس ہوا کہ لڑکی تو ایسی خدمت کے لائق نہیں ہوتی، پھر بنی اسرائیل مقدس گھر کی خدمت کے لئے لڑکیوں کو قبول نہیں کرتے تھے، پھر بھی آپ کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کو خدمت میں لے گئیں ،خدام نے اول تو قبول کرنے سے انکار کیا، آخر میں راضی ہوگئے، راضی ہونے کے بعد ہر خادم نے آپ کو لینا چاہا، اختلاف ختم کرنے کے لئے قرعہ اندازی کی گئی تو حضرت زکریا علیہ الصلوۃ والسلام کا نام نکلا، جو آپ کے خالو تھے۔

آپ کا یہ شرف ہی کیا کم ہے کہ آپ وہ واحد خاتون ہیں جن کا بیت المقدس کی خادمہ کی حیثیت سے انتخاب ہوا۔ پھر اللہ تعالی کی طرف سے یہ کرامت عطا ہوئی کہ بے موسم پھل آپ کے پاس آتے تھے، اسی کو دیکھ کر حضرت زکریا علیہ الصلوۃ والسلام نے اولاد کی دعا کی تھی۔ قرآن پاک نے آپ کے نام سے ایک مکمل سورت نازل فرما کر قیامت تک کے لئے ان کی زندگی کو محفوظ کردیا۔

قرآن کریم نے کس شان سے آپ کی توصیف بیان فرمائی:

﴿وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَ طَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَاءِ الْعٰلَمِيْنَ﴾۔ (سورۂ آل عمران، آیت نمبر:۴۲)

ترجمہ:......اور (اب اس وقت کا تذکرہ سنو) جب فرشتوں نے کہا تھا کہ: اے مریم! بیشک اللہ نے تمہیں چن لیا ہے، تمہیں پاکیزگی عطا کی ہے، اور دنیا جہاں کی ساری عورتوں میں تمہیں منتخب کر کے فضیلت بخشی ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کے فضائل پر چند احادیث

(۱)......آپ ﷺ کا رشاد ہے کہ: دنیا کی عورتوں میں چار عورتیں بہت برگزیدہ ہیں: حضرت مریم، حضرت آسیہ، حضرت خدیجہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن۔

(۲)......آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: مردوں میں بہت کامل ہوئے ہیں، عورتوں میں صرف عمران کی بیٹی مریم اور فرعون کی بیوی آسیہ کامل ہوئی ہیں۔

(۳)......آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: عورتوں میں سب سے نیک مریم بنت عمران ہیں اور عورتوں میں سب سے نیک خدیجہ ہیں۔

(۴)......آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد ہیں، اور فاطمہ بنت محمد ﷺ ہیں، اور مریم بنت عمران ہیں، اور فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم ہیں۔ (سنن کبری للنسائی، ص۹۳ ج۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۱ھ)

(۵)......آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: تمام جہانوں کی عورتوں میں تمہیں یہ کافی ہیں: مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد ﷺ اور فرعون کی بیوی آسیہ، (رضی اللہ عنہن)

(۶)......آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: میری امت کی عورتوں پر خدیجہ کو اس طرح فضیلت دی گئی ہے جس طرح مریم کو تمام جہاں کی عورتوں پر فضیلت دی گئی ہے، (رضی اللہ عنہما)۔

(۷)......آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: جہاں کی سردار چار عورتیں ہیں: مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد ﷺ، اور ان میں سب سے افضل فاطمہ بنت محمد ﷺ ہیں، (رضی اللہ عنہن)۔

(۸)......آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: مریم بنت عمران، فرعون کی بیوی آسیہ اور خدیجہ بنت خویلد کے بعد تمام جہانوں کی سردار فاطمہ ہیں، (رضی اللہ عنہن)۔

(مختصر تاریخ دمشق ص ۳۳۳ ج ۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ۔ تبیان القرآن ص ۱۵۴ ج ۲)

حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت بھی عجیب طریقہ سے ہوئی، آپ کو بشارت ملی کہ اللہ تعالی ان کو ایک ایسا کلمہ عطا فرمائیں گے جو اللہ کی جانب سے ہوگا، یعنی اس کے لفظ کن سے پیدا ہوگا۔ اس سے بڑی فکر لاحق ہوئی کہ یا اللہ! میری قوم مجھ پر تہمت لگائے گی، میں کس طرح اپنی پاک دامنی کو ظاہر کروں گی؟ اللہ تعالی نے فرمایا: اس کی فکر نہ کرو، بس آپ بولنے کا روزہ رکھ لیں اور بچہ خود ہی گواہی دے گا کہ میں کون ہوں اور کس طرح آیا ہوں؟

الغرض آپ بارہ یا تیرہ سال کی تھیں کہ آپ کو حیض آیا، اس کے بعد پاک ہونے کے لئے غسل کرنے گئیں تو وہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام نوجوان خوبصورت مرد کی شکل میں پہنچے، حضرت مریم علیہا السلام نے پہلی دفعہ میں تو یہ سمجھا کہ کوئی اجنبی آدمی ہے، خوف کی وجہ سے کہا: میں اللہ کی پناہ چاہتی ہوں اگر تو خدا سے ڈرنے والا ہے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: مجھے تو اللہ تعالی نے بھیجا ہے تا کہ آپ کو ایک پاکیزہ لڑکا عطا کروں، آپ نے فرمایا کہ: میں نے شادی ہی نہیں کی اور نہ میں بدکار رہوں کہ کسی مرد سے ناجائز تعلق ہو، مجھے تو کسی مرد نے چھویا بھی نہیں، مجھے کیسے بچہ ہوگا؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: یونہی

ہوگا، اللہ کا فیصلہ ہے، اور اللہ کے لئے یہ کوئی مشکل نہیں، اور اس میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالی لوگوں کے لئے ان کو ایک نشانی بنائیں گے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پھونک ماری اور اللہ تعالی کی قدرت سے حمل ٹھہر گیا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ: جب حضرت مریم علیہا السلام کو حمل ٹھہرا تو آپ کے عم زاد یوسف نجار بہت حیران ہوا کہ یہ حمل کیسے ہوگیا؟ بالآخر اس نے حضرت مریم علیہا السلام سے کہا: اے مریم! یہ بتاؤ کیا بغیر بیج ڈالے فصل اُگ سکتی ہے؟ کیا بغیر بارش کے درخت پیدا ہوسکتے ہیں؟ اور کیا بغیر مرد کے بچہ پیدا ہوسکتا ہے؟ حضرت مریم علیہا السلام نے فرمایا: جب اللہ تعالی نے پہلے درخت کو پیدا فرمایا تو کیا اس کو بغیر بیج کے پیدا نہیں کیا؟ کیا حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر مرد کے پیدا نہیں کیا؟ جب حضرت مریم علیہا السلام نے یہ جواب دیا تو یوسف کے دل سے شک وشبہ زائل ہوگیا۔

(تفسیر کبیر ص ۵۲۵ ج ۷۔ جامع البیان ص ۸۱۔ تبیان القرآن ص ۲۶۶ ج ۷)

اب ولادت کا وقت قریب آیا تو سوچا کہ قوم تو جہالت سے نہ معلوم کیا کیا الزام لگائے گی؟ حالانکہ بیت المقدس میں اپنی زندگی کے لیل ونہار اللہ تعالی کی عبادت میں گذارے ہیں، جس سے سارے لوگ واقف تھے، تاہم ان سے بدگمانی کا خوف تھا، اس لئے ارادہ کیا کہ یروشلم کی کسی تنہائی کی جگہ چلے جانا چاہئے، تو نو میل کے فاصلہ پر ''بیت اللحم'' نامی جگہ پر چلی گئیں، وہاں پہنچ کر آپ کو دردزہ شروع ہوا، اس تکلیف کی حالت میں کھجور کے ایک درخت کے نیچے اس کے تنہ سے سہارا لگا کر بیٹھ گئیں، چونکہ زندگی میں ولادت کا پہلا مرحلہ تھا، اور تنہائی وبے کسی، سامان ضرورت وآرام کا فقدان، اور سب سے بڑھ کر رسوائی کا تصور سخت بے چین کئے ہوا تھا، اس لئے پریشانی کے عالم میں کہنے لگیں: کاش میں اس

حالت سے پہلے ہی مرگئی ہوتی کہ دنیا میں میرا نام ونشان نہ رہتا اور کسی کو بھولے سے بھی یاد نہ آتی۔ اللہ تعالی نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا اور تسلی دی کہ آپ غمگین نہ ہو، آپ کے رب نے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے، اس سے پانی پیجئے اور کھجور کے تنہ کو اپنی طرف ہلائیے تو تازہ کھجوریں جھڑیں گی، ان کو کھاؤ، اور بچہ کو دیکھ کر اپنی آنکھ کو ٹھنڈی کیجئے۔ اب مسئلہ تھا بدنامی اور الزام کا کہ لوگ نہ جانے کیسی کیسی باتیں کریں گے؟ تو اللہ تعالی نے فرمایا: اگر کوئی کچھ بھی کہے تو اشارہ سے بتلا دو کہ میرا تو بولنے کا روزہ ہے، بہر حال آپ بچے کو لے کر بیت المقدس واپس آئیں اور معصوم بچہ ساتھ تھا، وہی ہوا جس کا خوف تھا اور لوگوں نے کہا: اے مریم! تو نے بہت برا کام کیا، تیرے اہل اور خاندان والے تو ایسے نہ تھے، آپ نے اللہ کے حکم کے مطابق اشارہ سے بتلایا کہ اس بچہ ہی کو پوچھ لو میرا تو نہ بولنے کا روزہ ہے، قوم نے کہا کہ: یہ چھوٹا سا بچہ کس طرح بات کرے گا؟ اس کو بولنے کی قدرت ابھی تک نہیں ہے، ابھی یہ چہ میگوئیاں ہو ہی رہی تھیں کہ حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام دودھ پی رہے تھے دودھ چھوڑ کر گویا ہوئے:

﴿اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ، اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا، وَجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ﴾۔

ترجمہ:...... میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی ہے، اور نبی بنایا ہے، اور جہاں بھی میں رہوں، مجھے بابرکت بنایا ہے۔ (سورۂ مریم، آیت نمبر: ۳۱)

قوم نے جب شیر خوار بچے سے اس قسم کی عاقلانہ باتیں سنیں تو حیران رہ گئی، اور ان کی بدگمانی عقیدت میں بدل گئی۔

پھر بھی بعض شر پسندوں کی دشمنی اور اعزہ کے مشورہ سے حضرت مریم علیہا السلام نے فی الحال بیت المقدس میں رہنا پسند نہ فرمایا اور مصر اور وہاں سے ناصرہ کا سفر فرمایا، جب

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی عمر تیرہ سال کے قریب ہوئی تو واپس بیت المقدس لے کر آ گئیں۔

حضرت مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک شرف یہ بھی عطا فرمایا کہ جنت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت نبی پاک ﷺ کی زوجیت میں داخل فرمادیا۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے عائشہ! کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں مریم بنت عمران اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کلثوم اور فرعون کی عورت آسیہ کو میری زوجہ بنادیا ہے۔ (طبرانی ص ۲۵۸ ج ۸۔ مجمع الزوائد ص ۲۱۸ ج ۹)

نوٹ:......اس قسم کی اور روایتیں بھی مروی ہیں: طبرانی ص ۵۲ ج ۶۔ تاریخ دمشق لابن عساکر ص ۱۱۸ ج ۷۰۔ معجم الکبیر ص ۴۵۱ ج ۲۲/ اور ص ۲۵۸ ج ۸۔ تفصیل کے لئے دیکھئے! نفائس الفقہ ص ۹۷ ج ۲۔ (انتہی تذکرہ حضرت مریم علیہا السلام)

اب آخری نماز ظہر باقی تھی اور نماز کے بعد واپسی کا سفر تھا، جیسے ہی ظہر کی نماز سے فراغت پر نکلے تو ایک صاحب سے ملاقات ہوئی، وہ بیت المقدس ہی کے مقیم تھے، ملاقات سے معلوم ہوا کہ ان کو ان علاقوں کی اچھی معلومات ہیں کاش یہ صاحب پہلے ملتے تو زیارت کا مزہ دوبالا ہوجاتا، مگر اب وقت گذر چکا تھا، تاہم آئندہ کے لئے ان کا پتہ اور نام وغیرہ لے لیا، انشاء اللہ ان کے ہمراہ زیارت میں اچھی معلومات اور مزید مواقع کی زیارت ہوسکے گی، اللہ تعالیٰ آئندہ موقع نصیب فرمائے تو اس کی کوشش کی جائے گی کہ ان کو تلاش کریں اور ان کی رہبری میں زیارت ہو۔ تاہم انہوں نے بہت مختصر وقت میں چند جگہوں کی نشاندہی کردی، مثلاً: باب الانبیاء، باب القبلۃ، باب التوبہ، باب الجنۃ، باب الاسباط اور سیدنا یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام کا مکان، وغیرہ۔

مسجد کے باب الناظر سے نکلے تو قریب ہی ایک جگہ دکھا کر بتلایا کہ یہ حضرت بوصیری رحمہ اللہ کا مزار ہے،[۱] وہاں بھی ایصال ثواب کیا، مجھے امام بوصیری رحمہ اللہ کے حالات

---

[۱]......حضرت بوصیری رحمہ اللہ:......امام محمد بن سعید البوصیری، والدین میں ایک کا تعلق ''ابوصیر'' اور دوسرے کا ''دلاص'' سے، اس لئے دونوں کی طرف نسبت کرکے'' الدلاصیری'' ہے، لیکن مشہور ''البوصیری'' سے ہوئے۔ ساتویں صدی ہجری (عہد مغولی) کے ایک نہایت مشہور اور بلند پایہ شاعر تھے۔ یکم شوال ۶۰۸ھ مطابق ۷/مارچ ۱۲۱۳ء میں ولادت ہوئی۔ آپ کے حالات کم یاب ہیں۔ اوائل عمر کے تقریباً دس سال بیت المقدس میں گزارے، اسی لئے وہاں ایک چبوترہ بھی ''مصطبہ البصیری'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی، پھر :۱۳/سال مکہ معظّمہ میں بحیثیت معلم قرآن بسر کئے۔ اپنے وقت کے مشہور بزرگ ابوالعباس احمد المرسی رحمہ اللہ کے مرید ہوئے، اوران کے درس میں شرکت فرماتے۔ فن حدیث میں یدطولی حاصل تھا، جب ہی تو ان کے قصیدوں میں کوئی چیز حد شرع سے متجاوز نہیں ہے۔ شان نبوت اور قرآن کریم کے آداب میں اپنی مثال آپ تھے۔ اس کے بعد ملازمت کے سلسلہ میں ''بلبیس'' میں مقیم ہوئے، اور بمقام اسکندریہ ۶۹۶ھ میں وصال ہوا، مقبرہ کے قریب ایک مسجد بوصیری کے نام سے مشہور ہے۔ امام بوصیری رحمہ اللہ فن خطاطی کے ماہر تھے، اور یہی آپ کا ذریعہ معاش تھا۔ شعر وادب میں بلند پایہ تھے، آپ کا دیوان مصر سے طبع ہوا ہے، جس میں کئی قصائد اور نظمیں ہیں، ان میں ''قصیدہ ہمزیّہ'' کے علاوہ مشہور قصیدہ ''الکواکب الدریة فی مدح خیر البریة'' ہے جو قصیدہ بردہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ قصیدہ ۱۹۵۶ء میں مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام کی چھت والے گنبدوں میں نہایت حسین خط سے لکھا ہوا تھا، اس سے قصیدہ کی مقبولیت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ یہ قصیدہ اپنی اعلی لطافتوں اور نزاکتوں اور سلالت وروانی کے ساتھ ساتھ بڑے ہی فیوض وبرکات کا حامل ہے، اور جن حالات میں لکھا گیا ہے اس کی وجہ سے اس کو بہت اہمیت حاصل ہو گئی۔ خود فرماتے ہیں کہ: مجھ پر فالج کا شدید حملہ ہوا جس سے میرا نصف بدن بالکل بے حس ہوگیا، ہر قسم کے علاج وتدبیر کے باوجود کوئی فائدہ نہ ہوا، انتہائی مایوسی کے عالم میں، میں نے ارادہ کیا کہ آپ ﷺ کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھوں، اور اس کے توسط سے بارگاہ الٰہی میں صحت کی دعا کروں، اللہ تعالی نے میرا ارادہ پورا فرمادیا اور میری دعا قبول ہوئی، چنانچہ میں نے لکھنا شروع کیا، قصیدہ کے ختم پر مجھے نیند آگئی، خواب میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی، اور آپ ﷺ مجھ سے قصیدہ سماعت فرمارہے ہیں،

میں ان کا بیت المقدس میں دفن ہونا اور وفات پانا نہیں ملا، ممکن ہے کہ کسی کی تحقیق یہی ہو۔ آپ کا قصیدہ کے اس شعر کی شہرت تو محتاج تعارف نہیں ۔

مولایا صلّ و سلّم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلِّهم

یہ آخری زیارت تھی جو اس سفر میں کی گئی۔ واپسی میں ایئر پورٹ تک پہنچتے ہوئے راستے میں دو مرتبہ تفتیش کے مراحل سے گزرنا پڑا، مگر کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ ایئر پورٹ پر آکر عصر، مغرب اور عشا کی نماز اپنے اپنے وقت میں جماعت سے ادا کی، دو یہودی نوجوان بڑے متأثر ہوئے اور خود آکر کہنے لگے کہ: کس طرح آپ لوگ نماز پڑھتے ہیں؟ رکوع اور سجود کی کیفیت کو وہ بہت مشکل تصور کر رہے تھے، انہوں نے کچھ دیر گفتگو کے بعد اچھا اثر لیا اور اس کا اقرار بھی کیا۔

اس درمیان آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک کو میرے جسم پر پھیرا اور اپنی چادر مبارک مجھ پر ڈال دی، معاً مجھے صحت ہوگئی، میں نیند سے چونکا اور اپنے آپ کو حرکت کرنے اور کھڑے ہونے کے قابل پایا، صبح کو باہر نکلا تو ایک بزرگ شیخ ابو الرجاء رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھ سے قصیدہ سننے کی خواہش ظاہر کی، حالانکہ میرے اس قصیدہ کا علم کسی کو نہ تھا، اور کہا کہ: شب کی پرنور مجلس کے ایک گوشہ میں، میں بھی بیٹھا ہوا سن رہا تھا۔ اس کو قصیدہ بردہ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے خواب میں چادر ان پر ڈالی تھی، اور چادر کو عربی میں بردہ کہتے ہیں۔ ایک وجہ تسمیہ یہ بھی لکھی ہے کہ: لغت میں بردہ: مختلف دھاری دار کپڑے کو کہتے ہیں، اور اس قصیدہ میں مصنف نے مختلف مضامین کی آرائش کی ہے: کہیں صبا سے خطاب، کہیں اظہار شوق و ذوق، کہیں غم ہجر کی داستان، کہیں تنہائی کا شکوہ، کہیں نفس امارہ پر عتاب، کہیں مدعی و مدعا علیہ کے سوالات و جوابات، کہیں اعتراف تقصیر، کہیں عذر خواہی، کہیں نفس کے مکر و فریب سے ڈرانا، کہیں عوام و قارئین کو وعظ، کہیں دربار رسالت میں استغاثہ، کہیں سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں شفاعت طلب کرنا، کہیں حضور ﷺ کی ذات کے کمالات، کہیں اظہار معجزات، کہیں فضیلت صحابہ، گویا یہ مختلف مضامین کا مجموعہ ہے، اس لئے بردہ نام رکھا گیا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے ''عمدة النصيح على بردة المديح'' ص ۱۹۔ ذکر سید المرسلین ﷺ شرح قصیدہ بردہ، ص ۱۳)

ہوائی جہاز میں بیٹھے تو اعلان ہوا کہ ساڑھے پانچ گھنٹے کی پرواز ہے، ایک ڈیڑھ گھنٹہ تو آرام میں گذرا، بقیہ وقت علامہ مجیر الدین الحنبلی العلیمی رحمہ اللہ کی ''الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل'' کے مطالعہ میں صرف ہوا۔ ماشاء اللہ بڑی مفید کتاب ہے۔ دوران مطالعہ آپ ﷺ کے معراج کے واقعہ کا ذکر آیا' اور اس عبارت پر پہنچا:

''قال صلی الله علیه وسلم: ثم حملنی جبریل علیه السلام حتی انزلنی علی جبل بیت المقدس ' واذا انا بالبراق واقف علی حاله فی موضعه' فسمیت الله و استویت علی ظهره ' فما کان باسرع من ان اشرقت علی مکة و معی جبریل''

(ص۲۹۷ج۱)

تو مجھے حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کے ''ملفوظات فقیہ الامت'' میں پڑھا ہوا وہ ملفوظ یاد آ گیا کہ:

معراج سے واپسی براق پر ہوئی یا نہیں؟ مولانا ادریس کاندھلوی کا واقعہ

حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ ایک کتاب کھولے ہوئے اپنے کمرہ میں کچھ تلاش کر رہے تھے، ان کے یہاں کتابیں رکھی رہتی تھیں، ان کو کتب بینی کا بہت ذوق تھا، پوچھا: حضرت! کیا ملاحظہ فرما رہے ہیں؟ فرمایا: وہ براق کو تلاش کر رہا ہوں جس پر سوار ہو کر حضور اکرم ﷺ معراج میں تشریف لے گئے، بیت المقدس جا کر اس پتھر میں انگلی دے کر اس کو سوراخ کر کے باندھا تھا، اس کے بعد وہ براق کہاں چلا گیا؟ وہ نہیں ملتا، اس کو تلاش کر رہا ہوں، یعنی بیت المقدس سے آسمانوں تک اور جنت تک اور وہاں سے واپسی مکان تک براق پر سوار ہو کر گئے یا پیدل گئے، کاہے پر گئے؟ پھر مکہ مکرمہ کو جو واپسی ہوئی' براق پر ہوئی یا کس پر ہوئی؟ وہ نہیں مل رہا ہے کہ کہاں ہے؟''۔ (ص:۹، قسط:۸)

شاید حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کے پاس یہ کتاب نہیں ہوگی، ورنہ آپ کی یہ الجھن دور ہو جاتی۔

ضروری نوٹ

راقم کے اس رسالہ کے شائع ہونے کے بعد دوران مطالعہ یہاں پہنچا تو خیال آیا کہ حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کی ''سیرۃ المصطفےٰ ﷺ'' میں دیکھوں کہ حضرت نے اس سلسلہ میں کیا تحریر فرمایا ہے، جب مطالعہ کیا تو حضرت نے وہاں آسمان کی طرف سفر اور مکہ معظّمہ واپسی کی تفصیل بیان فرمائی ہے کہ:

اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کی معیت میں آسمانوں کی طرف عروج وصعود فرمایا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ حسب سابق براق پر سوار ہو کر آسمان پر بلند ہوئے۔ اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد اقصی سے برآمد ہونے کے بعد جنت سے زمرد اور زبرجد کی ایک سیڑھی کے ذریعہ آپ ﷺ نے آسمان کی طرف صعود فرمایا اور سیڑھی کے دائیں بائیں جانب ملائکۃ اللہ آپ کے جلو میں تھے......

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضور پرنور ﷺ بیت المقدس کے مشاغل سے فارغ ہونے کے بعد اسی سیڑھی کے ذریعہ آسمان پر تشریف لے گئے اور براق بدستور مسجد اقصی کے دروازے پر بندھا رہا، حضور ﷺ آسمان سے بیت المقدس میں آکر اترے اور پھر اسی براق پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے۔ (البدایہ والنہایہ ص ۱۱۰ ج ۳)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور ﷺ براق پر سوار ہو کر اسی سیڑھی سے آسمان پر تشریف لے گئے ہوں، جیسا کہ بعض علماء کا قول ہے۔ اس صورت میں تمام روایتیں متفق ہو جاتی ہیں،

اور نیز یہ صورت حضور ﷺ کی مزید تکریم وتشریف کا موجب بھی ہے، واللہ اعلم۔

(سیرۃ المصطفےٰ ﷺ ص ۳۰۱ ج ۱)

اس عبارت کو پڑھ کر ملفوظ کے بارے میں یہ گمان ہوا کہ یہ ملفوظ اس وقت کا ہوگا جب کہ حضرت کی تحقیق میں یہ بات آئی نہیں ہوگی، جیسا کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا، بعد میں تحقیق ہوگئی ہوگی، واللہ تعالی اعلم۔

اللہ تعالی یہاں کے چندروزہ قیام کو بے انتہا قبول فرمائے، اور بار بار وہاں کی حاضری کی سعادت نصیب فرمائے، آمین۔

مجموعی تاثرات

اہل فلسطین جن حالات میں زندگی کے ایام گزار رہے ہیں، اس آزمائش کے باوجود ان میں ہمت وامید کے آثار نظر آئے، مسجد اقصی سے ان کی محبت مثالی ہے، ایک چودہ سالہ نوجوان کو ہمارے ساتھی نے بطور مزاح کہا کہ: چل تجھے ہم برطانیہ لے چلتے ہیں، تو اس نے فوراً جواب دیا نہیں، ساتھیوں نے پوچھا کیوں؟ تو برجستہ جواب دیتے ہوئے کہا کہ: میں مسجد اقصی کو اکیلی نہیں چھوڑ سکتا۔ اس جواب کے سنتے ہی چند سیکنڈ کے لئے ہم پر سکتہ کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔

انگریزی تعلیم ان کی دوسری زبان ہے، اس لئے اکثر لوگوں کو دیکھا وہ انگریزی زبان پر قدرت رکھتے ہیں۔ بوڑھے، بچے، عورتوں تک سب کو انگریزی بولتے دیکھا۔

جہاں جانے کا اتفاق ہوا تو محسوس ہوا کہ مالی اعتبار سے وہ افلاس کا شکار ہیں، کم لوگ مالدار نظر آئے، ایک طبقہ درمیانی حالت رکھنے والا بھی ملا۔

دینی ماحول بھی قابل فکر ہے، ڈاڑھی اور سنت لباس تو تقریبا مفقود ہے، ڈاڑھی والے

بہت ہی کم نظر آئے، مسجد کے نمازیوں کی صفوں میں چند گنے چنے کے چہروں پر آپ ﷺ کی یہ سنت نظر آئی، اسے دیکھ کر قلبی رنج اور دکھ ہوا۔

حجاب بھی تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے، پورے سفر میں مشکل سے دو چار عورتیں پورے حجاب میں دیکھی گئیں۔ اکثر عورتوں کو سر ڈھکا ہوا پایا، یہ بھی بسا غنیمت ہے۔ نوجوان طبقوں کا حال قابل حسرت ہے، اسکول کی چھٹی کے وقت ان کی حالت اور انداز اور چلنے پھرنے اور بے حیائی کے ماحول کو دیکھ کر رنج اور دلی دکھ ہوا۔

نوجوان بچے، بچیوں کا لباس مغرب کی نقالی کرتا نظر آیا، کئی نوجوان کو ادب سے نا آشنا پایا، ایسا محسوس ہوا کہ کاش ہمارے طرز کے چند دارالعلوم اور محلّہ محلّہ مکاتب کا نظام شروع ہو جائے اور دعوت کی محنت ہو تو ماحول میں بڑی تبدیلی ہو سکتی ہے۔ سنا ہے کہ دعوت کی محنت ہو رہی ہے، اللہ کرے یہ محنت بھی ماحول کی تبدیلی میں مفید رول ادا کرے۔

حالات سے خوف وہراس اور نا امیدی ان میں کم ہی محسوس ہوئی، کوئی اللہ کا مخلص بندہ وہاں پورے توجہ اور داعیانہ صفات سے متصف ہو کر دعوت الی اللہ کی خدمت انجام دے اور تبلیغ کے ساتھ مکاتب و مدارس کی بنیاد ڈالے تو بڑی حد تک فضا بدل سکتی ہے۔ اللہ کرے کوئی ایسے صاحب دل، فکر مند اور دلی درد رکھنے والے چند افراد پیدا ہو جائیں اور اپنا مقصد حیات ہی ان کی اصلاح و ہدایت کو بنا لیں تو اس بابرکت سرزمین کے انوارات سے بہت جلد اچھے نتائج کی امید کی جا سکتی ہے، اللہ تعالی اپنے فضل و کرم سے اس کی کوئی صورت پیدا فرمائے۔

جمع الاربعین فی فضائل الاقصیٰ و فلسطین

دنیا کی دوسری مسجد' مسجد اقصی کے فضائل، اس میں نماز کا ثواب، اس میں آنے والوں کے لئے سلیمان علیہ السلام کی پانچ دعائیں، مسجد اقصی سے احرام باندھنے کی فضیلت، بیت المقدس میں درود شریف پڑھنے کی اہمیت، بیت المقدس میں موت کی فضیلت، تین مساجد کے علاوہ سفر کی ممانعت اور روضہ اقدس کی زیارت کا حکم، فلسطین کے فضائل، مسجد اقصی کی تقدیسی خصوصیات اور مسجد حرام سے مشابہت، فلسطین کے فضائل، فلسطین میں دعا کی قبولیت وغیرہ امور کو اس رسالہ میں جمع کیا گیا ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی جعل البیت المقدس بالشرف والعلی، والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء، صلی الله علیه وسلم وعلی اله واصحابه مصابیح الدجی، اما بعد!

مولانا انعام الحسن صاحب زید مجدہ کی دعوت پر چندروز کے لئے مسجد اقصی کے سفر کا پروگرام بنا تو مناسب سمجھا اس موضوع پر کچھ مطالعہ کرنا چاہئے، تاکہ سفر میں اعمال کا شوق ہو اور اجنبیت کا احساس نہ رہے، اس لئے بیت المقدس کی تاریخ اور اس کے فضائل وغیرہ امور کا مطالعہ شروع کیا، ساتھ ہی ان کو لکھتا بھی رہا، اندازہ نہیں تھا کہ یہ تحریر ایک مختصر رسالہ کی شکل اختیار کرلے گی، مگر خیال آیا کہ جو کچھ ہوا ہے اسے شائع کردینا چاہئے، کسی اللہ کے بندے کو کام آجائے، اس لئے اس مختصر رسالہ میں صرف بیت المقدس کے فضائل کو ترتیب دیا گیا ہے، اس کی تاریخی حیثیت وغیرہ پر دوسرا ایک مختصر سا رسالہ ہوگا۔

اللہ تعالی اس حقیر کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے، جو حضرات مسجد اقصی کا سفر کرتے ہیں ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ اس رسالہ کو ساتھ رکھیں اور دوران سفر مطالعہ کرتے رہیں گے تو انشاء اللہ وہاں کے اوقات صرف سیر و تفریح میں نہیں بلکہ کچھ عبادات کی مشغولی کے ساتھ گذارنے کی توفیق ہوگی۔ لکھنے کی غرض بھی یہی ہے کہ مسجد اقصی کا بابرکت سفر صرف تفریح کی نظر نہ ہوجائے۔ مضامین کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ وہاں نماز کا ثواب زیادہ ہے، درود شریف کی خاص فضیلت ہے، دعا قبول ہوتی ہے، وہاں جانے والوں کے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کی پانچ مقبول اور قیمتی دعائیں: گناہوں کا معاف ہونا، غنی کا حاصل ہونا، رحمت الہی کا متوجہ ہونا، مریض کا شفایاب ہونا، خوف سے امن پانا وغیرہ ملتی ہیں۔ اللہ وہاں کی حاضری کو قبول فرمائے، آمین۔ مرغوب احمد لاجپوری

بیت المقدس اور مسجد اقصی کے فضائل میں آیات قرآنی

فلسطین کو مقدس بنایا

(۱)......﴿یٰقَوۡمِ ادۡخُلُوا الۡاَرۡضَ الۡمُقَدَّسَۃَ الَّتِیۡ کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمۡ﴾۔

(سورۂ مائدہ، آیت نمبر:۲۱)

ترجمہ:......اے میری قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے واسطے لکھ دی ہے۔

ارض مقدسہ کا مصداق

تفسیر:......مقدس سرزمین سے مراد شام اور فلسطین کا علاقہ ہے،، چونکہ اللہ تعالی نے اس علاقے کو انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو مبعوث کرنے کے لئے منتخب فرمایا تھا، اس لئے اس کو مقدس فرمایا گیا ہے۔(آسان ترجمہ)

ارض مقدسہ کے متعلق کئی اقوال ہیں:

(الف)......مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ: اس سے مراد ''طور'' اور اس کے اردگرد کی زمین ہے۔

(ب)......قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ: اس سے مراد ''شام'' ہے۔

(ت)......ابن زید رحمہ اللہ نے کہا کہ: اس ے مراد ''اریحا'' ہے۔

(ج)......ایک قول یہ ہے کہ: اس سے مراد دمشق، فلسطین اور اردن کا بعض علاقہ ہے۔

(د)......امام ابوجعفر طبری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ: ارض مقدسہ کو عموم اور اطلاق پر رکھنا چاہئے اور اس کو کسی علاقہ کے ساتھ خاص نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ بغیر کسی حدیث کے ارض مقدسہ کی تعیین جائز نہیں، اور اس سلسلہ میں کوئی حدیث وارد نہیں ہے۔

(ھ)......ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے کہا ہے کہ: اس سے مراد سرزمین فلسطین ہے۔اس کو مقدس اس لئے فرمایا ہے کہ یہ جگہ شرک سے پاک ہے، کیونکہ یہ جگہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا مسکن ہے، یا اس لئے کہ اس جگہ عبادت کرنے سے انسان گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔

(تبیان القرآن ص۱۴۶ ج۳)

مسجد اقصی کے اردگرد کی دینی و دنیوی برکتیں

(۲)......﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا﴾۔(سورۂ بنی اسرائیل، آیت نمبر:۱)

ترجمہ:......پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے گئی جس کے اردگرد ہم نے برکتیں نازل کی ہیں تاکہ ہم انہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔

تشریح:......اس کی برکات دینی بھی ہیں اور دنیوی بھی،، دینی برکات یہ ہیں کہ وہ تمام انبیاء سابقین کا قبلہ اور تمام انبیاء کا مسکن و مدفن ہے، اور دنیوی برکات اس کی زمین کا سرسبز ہونا اور اس میں عمدہ چشمے، نہریں، باغات وغیرہ کا ہونا ہے۔(معارف القرآن ص۴۳۱ ج۵)

نوٹ:......حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے تمام انبیاء کے بجائے بکثرت انبیاء کا مدفن ہونا تحریر فرمایا ہے، بظاہر یہی زیادہ مناسب اور درست معلوم ہوتا ہے۔

(معارف القرآن ص۴۲۵ ج۵)

(۳)......﴿وَنَجَّیْنٰہُ وَ لُوْطًا اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْھَا لِلْعٰلَمِیْنَ﴾۔

(سورۂ انبیاء، آیت نمبر:۷۱)

ترجمہ:......اور ہم انہیں اور لوط (علیہ السلام) کو بچا کر اس سرزمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے دنیا جہاں کے لوگوں کے لئے برکتیں رکھی ہیں۔

اس مبارک زمین سے مراد بیت المقدس ہے، اس لئے کہ سارے میٹھے پانی کا سرچشمہ اوران کی اصل صخرہ شریفہ ہے، پھر وہاں سے زمین کے دوسرے حصوں میں پہنچتا ہے۔

(الانس الجلیل بتاریخ القدس و الخلیل ص ۳۴۷ ج ۱)

(۴)......﴿ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ﴾۔

(سورۂ انبیاء، آیت نمبر:۸۱)

ترجمہ:......اور ہم نے تیز چلتی ہوا کو (حضرت) سلیمان (علیہ الصلوۃ والسلام) کے تابع کردیا تھا جو ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکتیں رکھی ہیں،

حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کو نبوت قدس میں ملی۔

(بیت المقدس والمسجد الاقصی ص ۳۰۶)

(۵)......﴿ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴾۔ (سورۂ انبیاء، آیت نمبر:۱۰۵)

ترجمہ:......زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ: اس سے مراد بیت المقدس کی زمین ہے، حضرت محمد ﷺ کی امت کو اس کا وارث بنایا جائے گا۔

(الانس الجلیل بتاریخ القدس و الخلیل ص ۳۴۷ ج ۱)

(۶)......﴿ وَ اٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِيْنٍ ﴾۔ (سورۂ مؤمنون، آیت نمبر:۵۰)

ترجمہ:......اور ان دونوں (یعنی حضرت مریم اور ان کے بیٹے حضرت عیسی علیہما الصلوۃ و السلام) کو ایک ایسی بلندی پر پناہ دی جو ایک پرسکون جگہ تھی، اور جہاں صاف ستھرا پانی بہتا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: اس سے مراد بیت المقدس ہے، اور

یہی قول حضرت قتادہ اور حضرت کعب رحمہما اللہ کا بھی ہے۔

اور حضرت کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: یہ آسمان سے قریب ترین زمین ہے، اس لئے کہ ربوہ سے مراد زمین کا بلند مکان ہے۔

(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۴۷ ج۱)

(۷)......﴿ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ﴾۔

(سورۂ نور، آیت نمبر: ۳۶)

ترجمہ:......جن گھروں کے بارے میں اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کو بلند مقام دیا جائے، اور ان میں اس کا نام لے کر ذکر کیا جائے۔

ان گھروں سے کیا مراد ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور کے نزدیک ان گھروں سے مراد مساجد ہیں، اور مجاہد رحمہ اللہ کے نزدیک آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے حجرے مراد ہیں۔ اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے نزدیک ان سے مراد بیت المقدس ہے۔ (زاد المسیر ص۴۶ ج۶، مطبوعہ: مکتب اسلامی، بیروت۔ تبیان القرآن ص۱۴۳ ج۸)

(۸)......﴿ وَ جَعَلْنَا بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَ الْقُرَى الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّ قَدَّرْنَا فِیْهَا السَّیْرَ ؕ سِیْرُوْا فِیْهَا لَیَالِیَ وَ اَیَّامًا اٰمِنِیْنَ ﴾۔ (سورۂ سبا، آیت نمبر: ۱۸)

ترجمہ:......اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان جن پر ہم نے برکتیں نازل کی ہیں، ایسی بستیاں بسا رکھی تھیں جو دور سے نظر آتی تھیں، اور ان میں سفر کو نپے تلے مرحلوں میں بانٹ دیا تھا (اور کہا تھا کہ) ان (بستیوں) کے درمیان راتیں ہوں یا دن، امن وامان کے ساتھ سفر کرو۔

اس سے مراد شام اور فلسطین کے علاقے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان علاقوں کو ظاہری

حسن اور شادابی سے بھی نوازا ہے، اور انبیائے کرام (علیہم الصلوۃ والسلام) کی سرزمین ہونے کا بھی شرف عطا فرمایا ہے۔ (آسان ترجمہ)

(۹)......﴿ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴾۔ (سورۂ ق، آیت نمبر:۴۱)

ترجمہ:......اور ذرا توجہ سے سنو! جس دن ایک پکارنے والا ایک قریبی جگہ سے پکارے گا۔

منادی سے حضرت اسرافیل علیہ السلام مراد ہے، وہ صخرہ بیت المقدس سے پکاریں گے، اور یہ زمین کا درمیانی حصہ ہے، اور مکان قریب کی تفسیر صخرۂ بیت المقدس سے کی گئی ہے۔ (الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۴۷ ج۱)

(۱۰)......﴿ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ ط بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَ ظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴾۔ (سورۂ حدید، آیت نمبر:۱۳)

ترجمہ:......پھر ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا جس کے اندر کی طرف رحمت ہوگی، اور باہر کی طرف عذاب ہوگا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: سور سے مراد بیت المقدس کی مشرقی دیوار ہے، جس کے باطنی حصہ میں رحمت ہے اور ظاہری حصہ میں عذاب۔

(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۴۷ ج۱)

(۱۱)......﴿ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ، وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ، وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ﴾۔

ترجمہ:......قسم ہے انجیر اور زیتون کی، اور صحرائے سینا کے پہاڑ طور کی، اور اس امن وامان والے شہر کی۔ (سورۂ تین، آیت نمبر:۳/۲/۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: تین سے مراد بلد شام ہے، اور زیتون سے مراد فلسطین ہے، اور طور سینین وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ

الصلوۃ والسلام سے بات فرمائی، اور بلد امین مکہ معظّمہ ہے۔

(بیت المقدس والمسجد الاقصی ص ۳۰۷)

مسجد اقصی دنیا کی دوسری مسجد

(ا)......عن ابی ذر رضی الله عنه قال : قلت یا رسول الله ! ایّ مسجد وضع فی الارض اوّلُ ؟ قال ((المسجد الحرام))، قال: قلتُ: ثم ای ؟ قال: ((المسجد الاقصی)) قلت : کم کان بینهما ؟ قال : ((اربعون سنة ' ثم اینما ادر کَتکَ الصلاة بعدُ فَصَلِّه فان الفضل فیه))۔

(بخاری، کتاب احادیث الانبیاء ،باب رقم الحدیث:۳۳۶۶/۳۴۲۵)

ترجمہ:......حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ: انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا سب سے پہلی مسجد کونسی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد حرام، پھر سوال کیا کہ اس کے بعد کون سی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بیت المقدس، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا: ان دونوں کے درمیان کتنی مدت کا فرق ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: چالیس سال۔ (تمہارے لئے ساری زمین نماز پڑھنے کی جگہ ہے) پس جہاں نماز کا وقت آجائے پڑھ لو، فضیلت اسی میں ہے۔ (بخاری ص ۴۷۷ مسلم ص ۱۱۹، نسائی ص ۱۱۲)

فائدہ:......خیال رہے کہ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ زمین پر بنائی جانے والی مسجدوں میں سب سے پہلی مسجد' مسجد حرام ہے، اس کے بعد دوسری مسجد بیت المقدس ہے اور مسجد حرام کے چالیس سال بعد بہت المقدس بنی ہے۔

بظاہر اس مدت پر سوال ہوتا ہے کہ مسجد حرام کی تعمیر حضرت خلیل علیہ الصلوۃ والسلام نے کی اور بیت المقدس کی تعمیر حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمائی، اور ان دونوں

کے درمیان تاریخی فاصلہ تقریباً ایک ہزار سال سے زائد ہے، پھر چالیس سال کی مدت کا کیا مطلب؟

اہل علم نے اس شبہ کے متعدد جوابات دیئے ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”فتح الباری“ میں لکھا ہے کہ: اس سے مراد بالکل ابتدائی اساسی تعمیر ہے، مسجد حرام کی ابتدائی تعمیر حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے کی، اس کے بعد ان کی اولاد جو اس علاقے میں آئی انہوں نے قریب چالیس سال کے بعد مسجد اقصی کی تعمیر کی۔

(فتح الباری ص ۴۰۹ ج ۶، مرقاۃ ص ۴۷۸ ج ۱)

علامہ عینی رحمہ اللہ نے ”عمدۃ القاری“ میں ایک جواب یہی دیا ہے۔

دوسرا جواب علامہ عینی رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے کہ: حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے اولاً بیت اللہ کی تعمیر کی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کو بیت المقدس کی تعمیر کے لئے لے گئے، حافظ رحمہ اللہ نے لکھا کہ: دونوں کی بنیاد حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے رکھی۔

حافظ رحمہ اللہ نے یہ بھی لکھا کہ: جب بیت اللہ کی تعمیر کے بعد حضرت آدم علیہ الصلوۃ و السلام نے نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو رخ بیت المقدس کا کرنے کو کہا گیا، اس پر حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے بیت المقدس کی تعمیر فرمائی کہ ہماری بعض ذریات کا یہ قبلہ ہوگا۔

حافظ ابن حجر اور ملا علی قاری رحمہما اللہ نے کہا کہ: نہ تو اولاً حضرت براہیم علیہ الصلوۃ و السلام نے خانہ کعبہ بنایا نہ حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے بیت المقدس کی بنیاد رکھی، بلکہ دونوں حضرات نے تجدید کی ہے۔ (فتح الباری ص ۴۰۹۔ مرقات ص ۴۷۸)

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ: حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام نے اولاً تعمیر کی اور ان کے درمیان چالیس سال کا فرق

تھا۔(مرقات ص ۴۷۸۔شمائل کبری ص ۶۲۸ ج ۶)

ابن ہشام نے ”کتاب التیجان“ میں روایت بیان کی ہے کہ: حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام جب تعمیر کعبہ سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالی نے بیت المقدس کی سیاحت کا ارشاد فرمایا، چنانچہ آپ جب وہاں پہنچے تو بیت المقدس کی تعمیر کا کام بھی سرانجام دیا، اوراس طرح دونوں مساجد میں چالیس سال کا فرق ہے۔(فتح الباری، تاریخ مکۃ المکرّمہ ص ۱۲ ج ۲)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

بیت اللہ کی بناء جدید جو(حضرت) ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں ہوئی اس کے اعتبار سے (اس حدیث میں) بیت المقدس کی تعمیر کا فاصلہ بیان کیا گیا ہے، کیونکہ روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ بیت المقدس کی ابتدائی تعمیر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ بیت اللہ کی تعمیر سے چالیس سال بعد میں ہوئی، اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو بیت المقدس کی تعمیر کی یہ بھی بیت اللہ کی طرح بالکل نئی اور ابتدائی تعمیر نہ تھی، بلکہ (حضرت) سلیمان علیہ السلام نے بناء ابراہیمی پر اس کی تجدید کی ہے، اس طرح روایات میں باہم کوئی تعارض نہیں رہتا۔(معارف القرآن ص ۱۱۶ ج ۲، سورۂ آل عمران، تحت آیت نمبر ۹۶)

”کنز العمال“ کی ایک روایت میں ہے:

اول مسجد وضع فی الارض الکعبة ، ثم بیت المقدس ، و کان بینهما مائة عام۔

(کنز العمال، رقم الحدیث: ۳۴۷۱۲)

ترجمہ:......پہلی مسجد جو جو زمین پر بنائی (رکھی) گئی وہ مسجد حرام ہے، پھر بیت المقدس، اور دونوں کے درمیان سو سال کا فاصلہ ہے۔

تشریح:......اوپر کی روایت میں دونوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ بیان ہوا ہے، اور

اس روایت میں سو سال کا۔ پہلی روایت ''بخاری شریف'' کی ہے، اس لئے اس کو ترجیح ہوگی۔ تطبیق کی یہ صورت بھی ممکن ہے کہ سو سال کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی نے اس کی جدید تعمیر یعنی مرمت کی ہو یا اس کی توسیع کی ہو، اور اس توسیع کو دوسری تعمیر سے موسوم کر دیا گیا ہو۔ ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ حدیث میں ''وضع'' کا لفظ ہے، یعنی رکھی گئی، ممکن ہے اس سے اللہ کے ارادے اور مشیت میں رکھا جانا مراد ہو، اور وہ کعبہ کے سو سال بعد ہوا ہو، واللہ اعلم۔

مسجد اقصی میں نماز کا ثواب

(۲)......عن انس بن مالک رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :((صلاة الرجل فی بیته بصلاة‘ وصلا ته فی مسجد القبائل بخمس وعشرین صلاة ‘ و صلا ته فی المسجد الذی یُجمّعُ فیه بخمس مائة صلاة ‘ وصلا ته فی المسجد الاقصی بخمسین الف صلاة‘ وصلا ته فی مسجدی بخمسین الف صلاة ‘ وصلا ته فی المجسد الحرام بمائة الف صلاة۔

(ابن ماجہ، باب ما جاء فی الصلاة فی المسجد الجامع، رقم الحدیث:۱۴۱۳)

ترجمہ:......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرد کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز کے برابر ہے، اور محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازوں کے برابر ہے، اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کے برابر ہے، اور مسجد اقصی میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے، اور میری مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے، اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔

''کنز العمال'' کی ایک روایت میں ہے:

الصلوۃ فی مسجد الحرام بمائۃ الف صلاۃ ' والصلاۃ فی مسجدی بألف صلاۃ' والصلاۃ فی بیت المقدس بخمس مائۃ صلاۃ۔ (کنز العمال ص رقم الحدیث:۳۴۶۳۲)

ترجمہ:...... مسجد حرام میں نماز کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے، اور میری مسجد میں ایک ہزار کے برابر ہے، اور بیت المقدس میں پانچ سو کے برابر ہے۔

بیت المقدس کی مسجد میں آنا گناہ کو مٹاتا ہے

(۳)......اربع مسبغات واربع ماحیات ، فاما المسبغات: فنفقتک فی سبیل اللہ بسبع مائۃ ' ونفقتک علی ابویک بسبع مائۃ ' وذبیحتک شاۃ کیوم فطرک لاھلک بسبع مائۃ، واما الماحیات : فصیام شھر رمضان ' وحج البیت' واتیان مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واتیان مسجد بیت المقدس۔

(کنز العمال، رقم الحدیث:۴۳۴۵۴)

ترجمہ:...... چار چیزیں (اجر کو) بڑھانے والی ہیں اور چار (چیزیں گناہوں کو) مٹانے والی ہیں۔ رہی بڑھانے والی: تو تمہارا اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کرنا سات سو گنا ہے، اور تمہارا اپنے والدین پر خرچ کرنا سات سو گنا ہے، اور عید الفطر کے دن تمہارا اپنے گھر والوں کے لئے بکری ذبح کرنا سات سو گنا ثواب رکھتا ہے۔ اور مٹانے والی چیزیں: رمضان کے روزے بیت اللہ کا حج کرنا' رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں اور بیت المقدس کی مسجد میں آنا۔

مسجد اقصی میں نماز سے گناہوں کی معافی

(۴)......عن عبد اللہ بن عمرٍو رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لما فرغ سلیمان بن داؤد علیھما السلام من بناء بیت المقدس' سأل اللہ ثلا ثا : حکما یصادف حکمہ' وملکا لا ینبغی لاحد من بعدہ ' وان لا یأتی ھذا المسجد

احـد ' لا یـریـد الا الصلوۃ فیہ الا خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ'' فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم :'' اما اثنتان فقد اعطیھما ' وارجو ان یکون قد اعطی الثالثۃ''۔

(سنن النسائی، فضل المسجد الاقصی والصلاۃ فیہ، رقم الحدیث:۶۹۴۔ابن ماجہ،باب ما جاء فی مسجد بیت المقدس، رقم الحدیث:۱۴۰۸)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: نبی ﷺ نے فرمایا: جب حضرت سلیمان بن داؤد علیہما الصلوۃ والسلام بیت المقدس کی (مسجد کی) تعمیر سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اللہ تعالی سے تین چیزیں مانگیں: ایسے فیصلے جو اللہ کے فیصلہ کے مطابق ہوں، اور ایسی بادشاہت جو ان کے بعد کسی کو نہ ملے، اور یہ کہ اس مسجد میں جو بھی صرف اور صرف نماز کے ارادے سے آئے تو وہ اس مسجد سے اس طرح گناہوں سے پاک ہوکر نکلے جس طرح وہ پیدائش کے دن تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: کہ دو تو ان کو مل گئیں تیسری کی بھی امید ہے کہ مل گئی ہوگی۔

''کنز العمال'' کی روایت میں اس طرح بھی آیا ہے:

جب حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے تعمیر کی خوشی میں دعوت کی اور بنی اسرائیل کو دعوت دے کر مسجد میں جمع فرمایا، حق تعالی نے ان کی اس خوشی کے موقعہ پر جو کمال اخلاص سے محض اللہ کا گھر بن جانے کے لئے منائی جارہی تھی' فرمایا کہ: اے سلیمان! آج تو میرا گھر بنا کر بے انتہا مسرور ہے، اس لئے مانگ کیا مانگتا ہے، تو انہوں نے اس وقت ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔

بیت المقدس میں آنے والوں کے لئے سلیمان علیہ السلام کی پانچ دعائیں

روایت میں ہے کہ بیت المقدس کی (مسجد کی) تعمیر سے فارغ ہونے پر حضرت

سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے بطور شکرانہ کے بارہ ہزار گائیوں اور بیس ہزار بکریوں کی قربانی کر کے لوگوں کو دعوت عام دی اور اس دن کی خوشی منائی، اور صخرۂ بیت المقدس پر کھڑے ہو کر اللہ تعالی سے یہ دعائیں مانگیں کہ: یا اللہ! آپ ہی نے مجھے یہ قوت اور وسائل عطا فرمائے، جن سے تعمیر بیت المقدس مکمل ہوئی' یا اللہ! آپ مجھے اس کی توفیق دیجئے کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کروں' اور مجھے اپنے دین پر وفات دیجئے' اور ہدایت کے بعد میرے قلب میں کوئی زیغ اور کجی نہ ڈالئے۔ اور عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! جو شخص اس مسجد میں داخل ہو میں اس کے لئے پانچ چیزیں مانگتا ہوں:

ایک یہ کہ...... جو گنہگار توبہ کرنے کے لئے اس مسجد میں داخل ہو تو آپ اس کی توبہ قبول فرمالیں، اور اس کے گناہوں کو معاف فرمادیں۔

دوسرے یہ کہ...... جو آدمی کسی خوف و خطرہ سے بچنے کے لئے اس مسجد میں داخل ہو تو آپ اس کو امن دیدیں، اور خطرات سے نجات عطا فرمادیں۔

تیسرے یہ کہ...... جو بیمار آدمی اس میں داخل ہو اس کو شفا عطا فرمادیں۔

چوتھے یہ کہ...... جو فقیر آدمی اس میں داخل ہو اس کو غنی کردیں۔

پانچویں یہ کہ...... جو شخص اس میں داخل ہو جب تک وہ اس میں رہے آپ اپنی نظر عنایت و رحمت اس پر رکھیں بجز اس شخص کے جو کسی ظلم یا بے دینی کے کام میں مشغول ہو۔

(قرطبی۔ معارف القرآن ص ۲۷۶ ج ۷، سورۂ سبا' تحت آیت نمبر: ۱۴)

علامہ مجیر الدین حنبلی العلیمی رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کا تین ہزار گائیں اور سات ہزار بکریاں ذبح کرنا بیان کیا ہے۔

(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص ۲۲۵ ج ۱)

اعتکاف تو تین مسجدوں ہی کا ہے

(۵)......لا اعتکاف الا فی المسجد الحرام أو قال فی المساجد الثلا ثة۔

(کنز العمال: رقم الحدیث:۲۴۰۱۸)

ترجمہ:......آپ ﷺ نے فرمایا: اعتکاف نہیں ہوتا مگر مسجد حرام میں، یا فرمایا کہ: اعتکاف صرف تین مساجد میں ہوتا ہے۔

تشریح......یعنی مسجد حرام کی اہمیت تو اس قدر ہے کہ اعتکاف تو اسی میں ہونا چاہئے (یا فرمایا راوی کو شک ہے کہ روایت کے الفاظ مسجد حرام ہیں یا تین مساجد ہیں) یعنی ان تینوں مساجد: مسجد حرام مسجد نبوی اور مسجد اقصی ہی گویا اعتکاف کے لئے مناسب ہیں۔ ان کے علاوہ تو گویا اعتکاف کامل ہوتا ہی نہیں۔

مسجد اقصی سے حج یا عمرہ کے احرام باندھنے کی فضیلت

(٦)......عن ام سلمة زوج النبی صلی الله علیه وسلم انها سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: ((من اهلّ بحجةٍ اوعمرةٍ من المسجد الاقصی الی المسجد الحرام غُفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخّر)) أو ((وجبت له الجنة)) شکّ عبد الله ایّتهُما قال۔ (ابوداؤد ص۲۴۵ ج۷/ باب فی المواقیت ،رقم الحدیث:۱۷۴۱)

ترجمہ:......زوجۂ رسول ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جس نے حج اور عمرہ کی نیت سے مسجد اقصی سے مسجد حرام تک کا احرام باندھا' اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ یا آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ: اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ یہ شک (راوی حدیث حضرت) عبداللہ کا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا یا وہ۔

دار قطنی اور کنز العمال میں یہ روایت بغیر راوی کے شک کے ذکر کی گئی ہے۔

(دار قطنی ص۲۴۸ ج،۲/ رقم الحدیث: ۲۶۸۵۔ کنز العمال، رقم الحدیث: ۳۵۰۷۳/۱۱۸۳۰)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: اسی لئے میں بیت المقدس سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئی۔ (ابن ماجہ،باب من اھل بعمرۃ من بیت المقدس،رقم الحدیث:۳۰۰۲)

''کنز العمال'' کی روایت میں ہے:

من احرم بحج اوعمرة من المسجد الاقصى كان كيوم ولدته امه ۔

(کنز العمال، رقم الحدیث:۳۵۰۷۱/۱۱۸۰۲)

ترجمہ:......جس نے حج اور عمرہ کا احرام مسجد اقصی سے باندھا' وہ (گناہوں سے اس طرح پاک ہوجائے گا) جیسے کہ اس کی ماں نے آج ہی جنا ہو۔

''کنز العمال'' کی ایک اور روایت میں ہے:

من اهل من المسجد الاقصى غفر له ما تقدم من ذنبه وما تاخر ۔

(کنز العمال، رقم الحدیث:۳۵۰۷۲)

ترجمہ:......جس نے حج اور عمرہ کا احرام مسجد اقصی سے باندھا' اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہوجائیں گے۔

ایک اور روایت میں ہے: **من اهل بعمرة من المسجد الاقصى غفر له ۔**

(ابن ماجہ،باب من اھل بعمرۃ من بیت المقدس،رقم الحدیث:۳۰۰۱۔ کنز العمال، رقم الحدیث: ۳۵۰۷۲/۱۲۲۹۷)

ترجمہ:......جس نے مسجد اقصی سے عمرہ کا احرام باندھا' اس کی بخشش کردی گئی۔

''کنز العمال'' کی ایک اور روایت میں ہے:

من اھل بعمرة من بیت المقدس کانت کفارة لما قبلھا من الذنوب۔

(کنز العمال، رقم الحدیث:۱۲۲۹۸)

ترجمہ:......جس نے عمرہ کا احرام بیت المقدس (کی مسجد اقصی) سے باندھا' اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہوجائیں گے۔

تین مساجد کے علاوہ سفر کی ممانعت اور روضہ اقدس کی زیارت کا حکم

(۷)......عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:((لا تُشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد: المسجد الحرام و مسجد الرسول ومسجد الاقصی))۔

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین مسجدوں کے سوا سفر نہ کیا جائے، مسجد حرام' بیت المقدس اور میری مسجد۔

(بخاری، کتاب فضل الصلوة فی مسجد مکة و المدینة، رقم الحدیث:۱۱۸۹/۱۱۹۷۔ مسلم، باب فضل المساجد الثلاثة، رقم الحدیث:۱۳۹۷۔ ابوداؤد، باب ما اتیان المدینة، رقم الحدیث: ۲۰۳۳۔ ابن ماجہ، باب ما جاء فی الصلاة فی مسجد بیت المقدس، رقم الحدیث:۱۴۰۹/۱۴۱۰)

نوٹ:......اس حدیث کی تشریح وتفصیل کے لئے دیکھئے! رسالہ ''مرغوب المقال فی تشریح لا تُشد الرحال'' ص:۲۵۱۔

یہ مضمون اور روایتوں میں بھی آیا، چند روایتیں درج ہیں:

(الف)......''لا تشد الرحل الی مسجد للصلاة فیہ الا الی الثلاثة''۔

ترجمہ:......کسی کے لئے جائز نہیں کہ مسجد حرام اور مسجد نبوی اور مسجد اقصی کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف نماز کی نیت سے سفر کرے۔ (فتح الباری ص ۶۶ ج ۳)

مسند احمد میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

(ب)......''لا ينبغي للمطى ان يشد رحاله الى مسجد يبتغي فيه الصلاة غير المسجد الحرام والمسجد الاقصى و مسجدى هذا ''۔(مسند امام احمد ص۶۴ ج۳)

ترجمہ:......کسی کے لئے جائز نہیں کہ مسجد حرام اور مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف نماز کی نیت سے سفر کرے۔

(ج)......لا تشد رحال المطى الى مسجد يذكر الله فيه الا الى ثلاثة مساجد: مسجد الحرام و مسجد المدينة وبيت المقدس۔(کنز العمال، رقم الحديث:۳۵۰۰۱)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سواری کے کجاوے کسی ایسی مسجد کی طرف جس میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے نہیں باندھے جائیں گے، مگر تین مسجدوں کی طرف: مسجد حرام اور مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ۔

(د)......انما يسافر الى ثلاثة مساجد: مسجد الكعبة و مسجدى و مسجد ايلياء۔(کنز العمال، رقم الحديث:۳۵۰۰۳)

ترجمہ:......آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سفر تین مسجدوں کی طرف کیا جاتا ہے: مسجد حرام اور میری مسجد اور مسجد ایلیاء (مسجد اقصیٰ)۔

بیت المقدس کے مؤذن کی فضیلت

(۸)......روى جابر رضى الله عنه ان رجلا قال : يا رسول الله ! اى الخلق اول دخولا الى الجنة ؟ قال : الانبياء ، قال : ثم من؟ قال : الشهداء ، قال : ثم من؟ قال: مؤذنو بيت المقدس ، قال ثم من؟ قال : مؤذنو المسجد الحرام ،قال : ثم من ؟ قال: مؤذنو مسجدى ، قال ثم من ؟ قال : سائر المؤذنين۔

ترجمہ:......حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ: سب سے پہلے کون جنت میں داخل ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرات انبیاء علیہم السلام، سائل نے پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: شہداء، سائل نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بیت المقدس کے مؤذنین، سائل نے پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد حرام کے مؤذنین، سائل نے پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میری مسجد کے مؤذنین، سائل نے پوچھا: پھر کون، آپ ﷺ نے فرمایا: سارے ہی مؤذنین۔(الانس الجلیل بترایخ القدس والخلیل ص۳۵٦ ج۱)

حضرت علاء بن ہارون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ: شہداء بیت المقدس کے مؤذنین کی جمعہ کی اذان سنتے ہیں۔

حضرت کعب رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ:

بر و بحر کا کوئی شہید ایسا نہیں جو بیت المقدس کی اذان نہ سنتا ہو۔اور وہ آسمان پر بھی بیت المقدس کی اذان سنتا ہے۔

بیت المقدس میں درود پڑھنے پر قیامت میں فرائض کے متعلق سوال نہ ہوگا

(۹)......من حج حجة الاسلام و زار قبری' وغزا غزوة' وصلّٰی عَلَیَّ فی بیت المقدس لم یسئله الله عز وجل فیما افترض علیه۔

(شفاء السقام ص۳۴، وفاء الوفاء ص۱۳۴۴، عمدۃ المناسک ص٦٨٣)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے حج اسلام کیا' اور میری قبر کی زیارت کی اور کسی غزوہ میں شرکت کی اور بیت المقدس میں مجھ پر درود پڑھا' تو اللہ تعالی اس کے فرائض کے بارے میں سوال نہ کرے گا۔

بیت المقدس میں موت کی فضیلت

(۱۰)......قال اللہ عز وجل : من زارنی فی بیتی أو مسجد رسولی أو فی بیت المقدس فمات مات شہیدا۔(کنز العمال، رقم الحدیث:۳۵۰۰۴)

ترجمہ:......ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: جس نے میری زیارت کی میرے گھر یعنی بیت اللہ میں یا میرے رسول ﷺ کی مسجد میں یا بیت المقدس میں اور اس کو موت واقع ہوگئی تو وہ شہید مرے گا۔

(۱۱)......من مات فی بیت المقدس فکانما مات فی السماء۔

ترجمہ:......جو بیت المقدس کے میں انتقال کر جائے وہ بمنزلہ اس کے ہے کہ اسے آسمان میں موت دی گئی ہو۔(کنز العمال، رقم الحدیث:۳۵۰۷۵)

(۱۲)......من مات ببیت المقدس وما حولها باثنی عشر میلا کان بمنزلة من قبض فی السماء الدنیا۔(کنز العمال، رقم الحدیث:۳۵۰۷۴)

ترجمہ:......جو بیت المقدس (شہر قدس) اور اس کے اردگرد بارہ میل کے اندر انتقال کر جائے وہ بمنزلہ اس کے ہے کہ اسے آسمان دنیا میں موت دی گئی ہو۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ اس کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں کہ:

جس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ عام زمین میں موت آنے کے بعد اسے آسمان دنیا کے ملکوتی مدارج طے کرنے میں جو عرصہ لگتا ہے وہ اس ارض مقدس میں موت آنے پر مختصر مدت میں بیک دم مل جاتا ہے، اور آدمی بیک دم ان ملائکہ کے ملکوتی درجات پا لیتا ہے جو آسمان اول میں مقیم ہیں۔ ظاہر ہے اس دوازدہ (بارہ) میل کے ماحول میں یہ برکت اس

تین وزیتون کے گھرے ہوئے شہر قدس شریف ہی کی بدولت آئی ہوئی ہے۔
(مقامات مقدسہ اور اسلام کا اجتماعی نظام ص ۱۰۲)

سیدنا حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی اپنے وصال سے پہلے اللہ تعالی سے دعا کی تھی کہ مجھے ارض مقدسہ (یعنی بیت المقدس) سے قریب کردے اگرچہ ایک پھینکے ہوئے پتھر کے بقدر ہو۔ (متفق علیہ، مشکوۃ، باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام)

صاحب مظاہر حق لکھتے ہیں:

''رب کریم مجھے ارض مقدس سے قریب کردے'' حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام نے آخری وقت میں یہ دعا اس لئے کی کہ وہ بیت المقدس کے قریب دفن ہونا چاہتے تھے، اور اس زمانہ میں وہی جگہ سب جگہوں سے افضل واشرف تھی، کیونکہ وہاں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا مدفن اور ان کے مزارات تھے، ہوسکتا ہے کہ مذکورہ واقعہ کے وقت حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام میدان تیہ (صحرا سینا) میں ہوں گے، لہذا انہوں نے آخری وقت میں بیت الرب (یعنی بیت المقدس) کی قربت کی خواہش ظاہر کی، اور اس خواہش کی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے کہا کہ: چاہے یہاں سے وہ قربت اتنے کم فاصلہ کے برابر ہی کیوں نہ ہو جو ایک پھینکا ہوا پتھر طے کرتا ہے۔

نیز انہوں نے بیت المقدس کے قریب دفن ہونے کی خواہش ظاہر کی، خود بیت المقدس میں دفن ہونے کی خواہش کا اظہار نہیں کیا، کیونکہ انہیں یہ خوف تھا کہ اگر میں بیت المقدس میں دفن کیا گیا تو میری قبر بہت مشہور اور زیارت گاہ خلائق ہوجائے گی، اور ہوسکتا ہے کہ لوگ اس کی وجہ سے کسی فتنہ اور برائی میں مبتلا ہوجائیں۔ (مظاہر حق ص ۲۸۲ ج ۵)

اسی قسم کا جواب علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں دیا ہے:

"بانہ انما سأل الدنو منھا لشرفھا ' ولم یسأل مکاناً معروفاً ' خوفاً من ان یعبد"۔(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۲۰۱ ج۱)

حضرت کعب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: بیت المقدس میں حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ و السلام کی ہزار قبریں ہیں۔(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۵۷ ج۱)

فرشتوں کا بیت المقدس کو ڈھانپنا

(۱۳)......خلق اللہ مکۃ فحففھا بالملائکۃ قبل ان یخلق شئیا من الارض کلھا بالف عام' ثم وصلھا بالمدینۃ' ووصل المدینۃ ببیت المقدس' وخلق الارض بعد الف عام خلقا واحدا۔(کنز العمال، رقم الحدیث:۳۴۷۱۰)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی نے مکہ مکرمہ کو پیدا فرمایا، پھر اس کو فرشتوں نے گھیر لیا ساری زمین میں سے کچھ پیدا کرنے سے ایک ہزار سال پہلے، پھر اس کو ملا دیا مدینہ منورہ کے ساتھ، پھر مدینہ منورہ کو ملا دیا بیت المقدس کے ساتھ، اور باقی زمین کو ایک ساتھ ایک ہزار سال بعد پیدا کیا۔

بیت المقدس کی دروازوں پر ایک جماعت جنگ میں رہے گی

(۱۴)......لا تزال عصابۃ من امتی یقاتلون علی ابواب دمشق وما حولھا' وعلی ابواب بیت المقدس وما حولھا، لا یضرھم خُذلان من خذلھم، ظاھرین علی الحق الی ان تقوم الساعۃ۔(کنز العمال، رقم الحدیث:۳۵۰۵۱)

ترجمہ:......میری امت کی ایک جماعت دمشق اور اس کے اردگرد کے دروازوں' اور بیت المقدس اور اس کے اردگرد کے دروازوں پر ہمیشہ جنگ کرتی رہے گی، انہیں کسی کا رسوا کرنا رسوا نہ کر سکے گا، حق کے ساتھ غلبہ پاتے رہیں گے جب تک کہ قیامت قائم ہو۔

(۱۵)......لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهرین علی من ناوأهم کالاناء بین الأکلة حتی یأتی امر الله وهم کذلک ، قیل واین هم ؟ قال : باکناف بیت المقدس ۔(کنزالعمال، رقم الحدیث:۳۵۰۵۳)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی' اور ان پر غالب ہوگی جو ان کے دشمن ہوں گے،اور وہ کھانے والوں کے درمیان برتن کی طرح ہوں گے' یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے اور وہ لوگ اسی طرح ہوں گے۔ پوچھا گیا کہ وہ کہاں ہوں گے؟ فرمایا: بیت المقدس کے اطراف میں ہوں گے۔

کعبہ' مسجد نبوی اور مسجد اقصی پر فرشتوں کا تعین اور ان کی عجیب پکار

(۱۶)......قال عبد الله رضی الله عنه : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : لله ثلاثة املاک: ملک موکل بالکعبة ' وملک بمسجدی' وملک بالمسجد الاقصی ، فامّا الموکل بالکعبة فینادی فی کل یوم: من ترک فرائض الله خرج من امان الله ، وامّا الملک الموکل بمسجدی هذا فینادی فی کل یوم: من ترک سنة محمد صلی الله علیه وسلم لم یرد الحوض' ولم تدرکه شفاعة محمد صلی الله علیه وسلم ، واما الملک الموکل بالمسجد الاقصی فینادی کل یوم: من کان طعمته حراما کان عمله مضروبا به وجهه ۔(فضائل بیت المقدس ، رقم الحدیث:۱۲)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی کی طرف سے تین فرشتے متعین ہیں: ایک فرشتہ کعبہ پر اور ایک فرشتہ مسجد نبوی پر اور ایک فرشتہ مسجد اقصی پر، پس جو فرشتہ کعبہ پر متعین ہے وہ روزانہ پکارتا ہے: جس نے اللہ کے فرائض کو چھوڑا وہ اللہ کے امن سے نکل گیا، اور جو فرشتہ مسجد نبوی پر متعین ہے وہ روزانہ

پکارتا ہے: جس نے حضرت محمد ﷺ کی سنت کو چھوڑا وہ آپ ﷺ کے حوض سے کوثر کا پانی نہیں پیئے گا، اور نہ آپ ﷺ کی شفاعت اس کو ملے گی، اور جو فرشتہ مسجد اقصی پر متعین ہے وہ روزانہ پکارتا ہے: جس کا کھانا حرام اس کے اعمال اس کے چہرے پر مار دیئے جائیں گے۔

بیت المقدس کی زیارت پر سو شہیدوں کا اجر

(۱۷)...... عن انس رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من زار بیت المقدس محتسبا اعطاه الله اجر مأة شهید۔

ترجمہ:...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے بیت المقدس کی زیارت کی احتساب رکھتے ہوئے، اس کو اللہ تعالی سو شہیدوں کا اجر عطا فرمائیں گے۔ (الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۴۹ ج۱)

بیت المقدس کی زیارت پر جہنم سے حفاظت کا وعدہ

(۱۸)...... عن انس رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من زار عالما ' فکأنما زار بیت المقدس ' ومن زار بیت المقدس محتسبا حرم الله لحمه و جسده علی النار۔ (الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۴۹ ج۱)

ترجمہ:...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی عالم کی زیارت کی گویا اس نے بیت المقدس کی زیارت کی، اور جس نے احتساب رکھتے ہوئے بیت المقدس کی زیارت کی اللہ تعالی اس کے گوشت اور جسم کو آگ پر حرام فرمادیں گے۔

اگر کوئی جنت کا ٹکڑا دیکھنا چاہے تو بیت المقدس کو دیکھ لے

(۱۹)......عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من اراد ان ینظر الی بقعة من الجنة فلینظر الی بیت المقدس۔

(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص ۳۶۰ ج ۱)

ترجمہ:......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو جنت کے ٹکڑوں میں سے کوئی ٹکڑا دیکھنا چاہے تو بیت المقدس کو دیکھ لے۔

بیت المقدس میں آنے کا حکم

(۲۰)......انزل بیت المقدس ' ولعل اللہ یرزقک ذریة یعمرون ذلک المسجد یغدون الیه و یروحون۔ (کنزالعمال، رقم الحدیث:۳۵۰۶۵)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیت المقدس میں اتریئے' شاید اللہ تعالی آپ کو ایسی اولاد عطا فرمائے جو اس مسجد کی تعمیر کریں جس میں صبح جائیں اور شام کو لوٹیں۔

بیت المقدس کو لازم پکڑو

(۲۱)......علیکم ببیت المقدس ' فلعله ان ینشالکم ذریة یغدون الی ذلک المسجد و یروحون۔ (کنزالعمال، رقم الحدیث:۳۵۰۶۶)

ترجمہ:...... بیت المقدس کو لازم پکڑو، شاید اللہ تعالی تمہارے لئے ایسی اولاد پیدا کریں جو اس مسجد کی طرف صبح جائیں اور شام کو لوٹیں۔

تشریح:......شاید اس حدیث کے مخاطب حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ہے، ان سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''بیت المقدس میں اتریئے'' یعنی وہاں جائیے، اور ''بیت المقدس کو لازم پکڑو''۔

بیت المقدس کی طرف ہجرت کی فضیلت

(۲۲)......قال النبی صلی الله علیه وسلم :ان خیار امتی من هاجر هجرة الی بیت المقدس' ومن صلی فی بیت المقدس بعد ان یتوضا ویسبغ الوضوء رکعتین او اربعا غفر له ما کان قبل ذلک۔(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۶۲ج۱)

ترجمہ:......آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:میری امت کا بہترین شخص وہ ہے جو بیت المقدس کی طرف ہجرت کرے،اور جو شخص اچھی طرح وضو کر کے بیت المقدس میں دو یا چار رکعتیں پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے پہلے گناہ معاف فرمادیں گے۔

فتنہ کے وقت نجات کی جگہ بیت المقدس ہے

(۲۳)......قال النبی صلی الله علیه وسلم لابی عبیدة بن الجراح رضی الله عنه : النجاء النجاء الی بیت المقدس اذا ظهرت الفتن، قال: یا رسول الله ! فان لم ادرک بیت المقدس ' قال : فابذل واحرز دینک، وفی لفظ آخر: فابذل مالک واحرز دینک۔(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۶۲ج۱)

ترجمہ:......آپ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب فتنے ظاہر ہوجائیں تو نجات کی جگہ بیت المقدس ہے، پوچھا: اے اللہ کے رسول! پس اگر بیت المقدس کو جانا ممکن نہ ہو تو؟ فرمایا: اپنے دین کی حفاظت کرو، یا فرمایا: اپنے مال کو (اللہ کے دین کے لئے) خرچ کرو اور اپنے دین کی حفاظت کرو۔

بیت المقدس کی تھوڑی سی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے

(۲۵)......نعم المصلی ارض المحشر والمنشر ، ولیأتین علی الناس زمان ولقید

سوط الرجل او: قاب قوس الرجل من حیث یرید من بیت المقدس خیر له او احب الیه من الدنیا و ما فیھا۔ (کنز العمال، رقم الحدیث:۳۵۰۷۰)

ترجمہ:......نشر اور محشر (یعنی اٹھائے جانے اور جمع کئے جانے) کی زمین بہترین نماز کی جگہ ہے، اور یقیناً لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی کے کوڑے رکھنے کی جگہ یا (فرمایا) آدمی کے کمان کی تھوڑی سی مقدار جو بیت المقدس میں لی جائے دنیا و مافیھا سے بہتر ہے یا محبوب ہے۔

''قاب'' کے معنی ہیں مقدار اور ''قوس'' کے معنی ہیں کمان۔ یہ عربی محاورہ ہے کہ جب دو سردار ایک دوسرے سے معاہدہ کرتے تھے تو وہ اپنی دونوں کمانوں کو ملاتے تھے، اور یہ اس بات کی علامت تھی کہ ان کے ہتھیار ایک ہیں، اگر کوئی ان پر حملہ کرے گا تو دونوں اس کے خلاف ہتھیار اٹھائیں گے۔ (تفسیر کبیر ص ۲۳۹ ج ۱۰ طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت)

چار بستیاں محفوظ ہیں

(۲۵)......القری المحفوظة: مکة و المدینة و ایلیاء و نجران، وما من لیلة الا و ینزل بنجران سبعون الف ملک یصلون علی اھل بیت الاخدود ثم لا یعودون الیھا ابدا۔
(کنز العمال، رقم الحدیث:۳۵۱۱۸)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بیت المقدس اور نجران محفوظ بستیاں ہیں، اور ہر رات نجران میں ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں جو بیت الاخدود والوں پر رحمت کی دعا کرتے ہیں، پھر وہ وہاں کبھی نہیں لوٹتے۔ (یعنی دوبارہ ان کی باری نہیں آتی)

اللہ تعالی نے فلسطین کو تقدیس کے ساتھ خاص کیا

(۲۶)......ان اللہ تعالی بارک ما بین العریش والفرات و فلسطین، وخص

فلسطین بالتقدیس۔(کنزالعمال، رقم الحدیث:۳۵۱۲۹)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تبارک وتعالی نے عریش، فرات اور فلسطین میں برکت نازل فرمائی، اور فلسطین کو قدس کے ساتھ خاص فرمادیا۔

مسجد اقصی کی تقدیسی خصوصیات اور مسجد حرام سے مشابہت

حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے مسجد اقصی کی تقدیسی خصوصیات کو بڑی عمدگی سے بیان فرمایا ہے، حضرت تحریر فرماتے ہیں:

غور کیا جائے تو شرعی نقطۂ نظر سے مسجد اقصی کی تقدیسی خصوصیات بھی تقریبا وہی ہیں جو مسجد حرام کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، مثلا:

(۱)......کعبہ کی طرح اقصی بھی وضع خداوندی ہے، وضع انسانی نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابو ذرغفاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں واضح ہے۔(دیکھئے! حدیث نمبر:۱)۔

(۲)......جیسے اس وضع شدہ کعبہ پر عمارت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام اور ان کے پاکباز صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام نے کی ہے، اسی طرح اس وضع اقصی پر تعمیر حضرت داؤد علیہ الصلوۃ و السلام نے شروع کی اور تکمیل ان کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے کی اور تزئین فرمائی، گویا دونوں کی تعمیر پر دو دو مقدس پیغمبر مامور کئے گئے۔ پاک تعمیر تھی پاک ہی افراد اس کے معمار بنے۔

(۳)......پھر ان دونوں وضعوں (وضع کعبہ اور وضع اقصی) میں زمانہ کا بھی زیادہ فصل نہیں صرف چالیس سال کا فرق ہے جو دنیا کی مجموعی عمر (جو ہزاروں سال کا ہے) کے لحاظ سے یہ فصل کسی شمار میں نہیں آتا، اس لئے یہ دونوں مقامات زمانہ کے لحاظ سے بھی یکساں ہی شمار ہوسکتے ہیں۔

(۴)......پھر اقصی کا زمینی محل وقوع بھی مسجد حرام سے دور یا کسی لمبے فاصلہ کا نہیں صرف ڈھائی سو میل کا فاصلہ ہے، جو زمین کی لاکھوں میل کی مسافت کے مجموعی رقبہ کے لحاظ سے کوئی فاصلہ شمار نہیں ہوسکتا، اس لئے یہ دونوں مقدس نقاط فیض زماناً اور مکاناً ایک دوسرے سے بالکل متصل بلکہ باہم دیگر ملحق ہیں، اس لئے زمان اور مکان دونوں ہی کے لحاظ سے یکجائی کہلائیں گے۔

نوٹ :......حضرت نے دوسری جگہ مسجد حرام سے مسجد قصی کا فاصلہ: ۸۰۰/میل تحریر فرمایا ہے۔(ص:۱۱۱۔۳ آج کی تحقیق میں یہ فاصلہ تقریبا:۷۶۹/میل ہے، واللہ اعلم)

حاصل یہ کہ جب اس خلائے لطیف میں کعبہ کی وضع بنص حدیث زمین کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل ہوئی ہے، اور اقصی کی وضع اس سے چالیس سال بعد واقع ہوئی، تو اقصی کی وضع بھی زمین بننے سے ایک ہزار نو سو ساٹھ سال قبل نکلتی ہے، جس کے معنی یہی ہوئے کہ مجموعی طور پر یہ دونوں مقدس مقامات زمین بننے سے ہزاروں سال قبل بوضع الٰہی وضع ہو چکے تھے، جبکہ نہ زمین تھی نہ آسمان تھا۔ جس سے واضح ہے کہ کعبہ کی طرح اقصی بھی در حقیقت فضا کی ایک جہت خاص ہے کوئی حسی یا جسمانی مکان نہیں ہے۔

رہی عمارت کعبہ یا عمارت اقصی وہ ان وضعوں پر بطور حسی اور علامتی نشانات کے بنائے گئے ہیں جن کے اندر فضاء کی یہ خاص جہت آئی ہوئی ہے، اس کائنات میں یہی دو سجدہ گاہیں اولین وضع خداوندی ثابت ہوئی ہیں جو ان کے تقدس کی کھلی نشانی ہے۔

(۵)......اس کے ساتھ ان دونوں مقامات میں قبلہ ہونے کی شان بھی مشترک ہے، چنانچہ ابتدائے اسلام میں مسجد اقصی اسلام کا قبلہ صلوۃ بھی رہ چکا ہے، جیسا کہ آیت تحویل سے ظاہر ہے، اور یہود و نصاری کا وہ اب بھی قبلہ ہے۔

(۶)......نیز مسجد اقصی کی طرف نماز کے لئے سفر کیا جانا بھی مسجد حرام کی طرح امر مشروع ہے۔ پس جیسے قبلہ ہونے میں یہ دونوں مقامات ایک حد تک مشترک رہے، ایسے ہی ان کی طرف سفر شرعی اور شد رحال کئے جانے میں بھی اشتراک رہا۔ جو ان دونوں مقامات مقدسہ میں باہم اشبہ اور تناسب ہونے میں واضح دلیل ہے، یہ تو تقدس میں مشترک ہونے کی اور بھی زیادہ کھلی دلیل ہے۔

(۷)......پھر ان میں نمازوں کا اجر وثواب کا سینکڑوں گنا زیادہ ہونا بھی ان دونوں مقامات مقدسہ میں مشترک ہے، فرق صرف عدد اور رتبہ کا ہے، اضافہ ثواب کا نہیں جو بطور قدر مشترک کے دونوں میں یکساں ہے۔

(۸)......اسی بناء پر دونوں مقامات کو خانۂ خدا کہا گیا ہے۔ ایک کا لقب بیت اللہ ہے اور ایک کا بیت المقدس، جو بیت القدوس ہونے کے ہم معنی ہے، اللہ اور قدوس دونوں اللہ کے نام ہیں۔ بالفاظ دیگر خدا کا گھر ہونے میں بھی دونوں مقامات باہم مطابقت لئے ہوئے ہیں۔ اور اس صورت میں ظاہر ہے کہ یہ تمام یکسانیاں اور دونوں کا بیت اللہ ہونا اس کی واضح دلیل ہے کہ اقصی میں ضرور کوئی جلوۂ خداوندی موجود ہے، اور یقیناً کوئی تجلی الٰہی اسی طرح اس میں رونق افروز ہے، جس طرح کعبہ میں ہے، اس لئے دونوں کو تجلی گاہ خداوندی ہی کہا جائے گا۔

(۹)......پھر جیسے کعبہ مقدسہ کی سرزمین کا قیامت اور حشر ونشر میں دخل ہے ایسے ہی بیت المقدس کا بھی دخل ہے، مثلا کعبہ کی نسبت حشر ونشر کا آغاز حجاز کی سرزمین سے ہونا منصوص ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ: اولا میں اپنی قبر سے اٹھوں گا اور جنت البقیع کے مدفونوں کو اپنے ساتھ لوں گا، اور پھر مکہ قبرستان جنت المعلی کے لوگ اپنی اپنی قبروں سے

اٹھ کر میرے ساتھ ہوں گے، اس کے بعد پھر ساری زمین کے مردے اٹھ اٹھ کر ان کے ساتھ ہو لیں گے اور محشر بپا ہو جائے گا، یہی صورت مسجد اقصی اور اس کی خاک پاک کی بھی ہے، جیسا کہ حدیث نبوی میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

(۱۰)...... پھر جیسے مسجد حرام کی سرزمین میں مرجانے کو شہادت کی موت فرمایا گیا ہے، ایسے ہی مسجد اقصی کی مقدس زمین میں مرجانے کو بھی شہادت کی موت کہا گیا ہے۔

(مقامات مقدسہ اور اسلام کا اجتماعی نظام ص۱۲۴)

یہی صورت اقصی مبارکہ کی بھی ہے، وہ بھی ابتداء وضع الٰہی سے ہی مشخص ہوئی، جو پردۂ غیب میں مخفی تھی، بعد میں اس کی ظاہری تشکیلات عمل میں آئیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ سے سوال کیا کہ:

ای مسجد وضع اولا ؟ قال المسجد الحرام، قال ثم ایّ؟ قال المسجد الاقصی قال کم بینهما ؟ قال : اربعون سنة، الخ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کونسی مسجد اول وضع کی گئی؟ فرمایا مسجد حرام (کعبۂ مقدسہ) پھر عرض کیا کہ پھر کونسی؟ فرمایا: مسجد اقصی، پھر فرمایا: کہ ان کے درمیان کتنی مدت کا فاصلہ تھا؟ فرمایا: چالیس سال۔

اس روایت سے پوری طرح نمایاں ہے کہ جیسے آیت سے اول بیت سے کعبہ کی اولیت بلحاظ خداوندی مراد ہے نہ کہ بلحاظ تشکیلات ظاہری، تو حدیث میں وہی باطنی وضع مسجد اقصی کی بھی مراد ہے، نہ کہ اس کی ظاہری یا تعمیری صورتیں اور شکلیں۔ (حوالۂ بالا ص۱۴۴)

(۱۱)...... یہ نقطہ بھی ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ کعبۂ مقدسہ کو مرکزی خصوصیات کے سبب جس طرح مکہ مکرمہ وسط عالم مانا گیا ہے اسی طرح اقصی اور طور بھی عالمی مرکز مانے جا چکے

ہیں۔(مقامات مقدسہ اور اسلام کا اجتماعی نظام ص ۵۴۷)

ساتھ ہی اس پر بھی غور کیا جائے کہ دوسرا مرحلہ اس کی وضعیت کا ہے، سو قرآن نے اسے بھی کھول دیا کہ کعبہ کا باطنی تعین ہے جو علم الٰہی میں ہوا، اس کی تخلیقی یا تعمیری صورتیں نہیں جو اس تعین کے بعد عمل میں لائی گئی ہیں، چنانچہ حق تعالیٰ نے بھی اس اول بیت کا تعارف کراتے ہوئے ’’وضع‘‘ کا لفظ استعمال فرمایا ہے، ’’عمر‘‘ نہیں فرمایا، یعنی یہ پہلا گھر لوگوں کے لئے وضع کیا گیا، یہ نہیں فرمایا کہ یہ پہلا گھر لوگوں کے لئے تعمیر کیا گیا، جس سے واضح ہے کہ وضع اور چیز ہے اور تعمیر اور چیز ہے۔ وضع وہ اندازہ جو تعمیر سے پہلے کیا جاتا ہے، اور تعمیر بعد میں اسی اندازہ کے مطابق کی جاتی ہے۔(حوالہ بالا ص ۱۳۹)

بیت المقدس زندہ ہو کر اٹھنے کی زمین ہے

(۲۷)......عن میمونۃَ رضی اللہ عنہا مولاۃِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت: قلتُ: یا رسول اللہ! اَفْتِنا فی بیت المقدس، قال:’’ارضُ المَحشَرِ والمَنشَرِ، اِئتُوہُ فصلُّوا فیہ فانَّ صلاۃً فیہ کاَلفِ صلاۃٍ فی غیرہ‘‘ قلتُ: اَرَأیتَ اِن لم استطِعْ اَن اَتَحَمَّلَ الیہ؟ قال: ’’فَتُھْدِی لہ زیتاً یُسرَجُ فیہ، فمن فعل ذلک فھو کمن اتاہ‘‘۔

(ابن ماجہ، باب ما جاء فی الصلاۃ فی مسجد بیت المقدس، رقم الحدیث: ۱۴۰۷)

ترجمہ:......آپ ﷺ کی باندی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں بیت المقدس کے متعلق بتائیے، فرمایا: وہ حشر کی اور زندہ ہو کر اٹھنے کی زمین ہے، وہاں جا کر نماز پڑھو، کیونکہ وہاں ایک نماز باقی جگہوں کی ہزار نمازوں کے برابر ہے، میں نے عرض کیا: بتائیے اگر میں وہاں جانے کی استطاعت نہ پاؤں؟ فرمایا: وہاں کے لئے تیل بھیج دو جس سے روشنی کا انتظام ہو، جو ایسا کرلے وہ بھی

وہاں جانے والے کے مانند ہے۔

جو بیت المقدس نہ جاسکے وہاں روشنی کے لئے تیل بھیج دے

(۲۸)...... من لم يأت بيت المقدس يصلى فيه فليبعث بزيت يسرج فيه۔

(کنزالعمال، رقم الحدیث:۳۵۰۶۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بیت المقدس نہ جاسکے کہ اس میں نماز پڑھے تو وہ تیل بھیج دے جس کے ذریعہ اس میں چراغ جلایا جائے۔

بیت المقدس میں داخلہ پر عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر: لبیک اللّٰھم لبیک

(۲۹)......عن عبادة بن عبد الله بن الزبير رضى الله تعالى عنه قال: حدثت ان عمر بن الخطاب رضى الله عنه لمّا دخل بيت المقدس قال : لبيک اللّٰهم لبيک۔

(کنزالعمال، رقم الحدیث:۳۸۱۹۱)

ترجمہ:......حضرت عبادہ بن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،فرماتے ہیں کہ: مجھ سے بیان کیا گیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس میں داخل ہوئے تو فرمایا: میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں۔

بیت المقدس بلا قتال فتح ہوگا

(۳۰)......يا عمر! ستفتح بيت المقدس بلا قتال۔

(فتوحات اسلامیہ ص۵۷ ج۱۔ مقامات مقدسہ اور اسلام کا اجتماعی نظام ص۶۴۹)

ترجمہ:......آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے ہی فرمادیا تھا کہ: اے عمر! عنقریب بیت المقدس بلا جنگ وقتال کے فتح ہوگا۔

قیامت سے پہلے بیت المقدس کی طرف جمع کیا جانا

(۳۱)......انکم تحشرون الی بیت المقدس ثم تجمعون الی یوم القیامۃ۔

ترجمہ:......تمہیں بیت المقدس کی طرف جمع کیا جائے گا، پھر قیامت کی طرف اکٹھا کیا جائے گا۔(کنزالعمال، رقم الحدیث:۳۸۹۶۱)

بیت المقدس میں ہدایت کی بیعت ہوگی

(۳۲)......عن عبد الرحمن بن ابی عمیرۃ المزنی رضی اللہ عنہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: یکون فی بیت المقدس بیعۃ ھدی۔

(کنزالعمال، رقم الحدیث:۳۸۶۱۵/۳۸۱۹۹)

ترجمہ:......حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیت المقدس میں ہدایت کی بیعت ہوگی۔

دجال مسجد اقصی میں نہیں جاسکے گا

(۳۳)......ان الدجال یبلغ کل منھل الا اربعۃ مساجد : مسجد الحرام و مسجد المدینۃ و مسجد طور سیناء و مسجد الاقصی۔(کنزالعمال، رقم الحدیث:۳۸۷۹۷)

ترجمہ:...... بیشک دجال ہر جگہ تک پہنچے گا سوائے چار جگہوں (مساجد) کے: مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد طور سیناء، مسجد اقصی۔

دجال سے پناہ کی جگہ بیت المقدس ہے

(۳۴)......انما ستفتح الشام، فعلیکم بمدینۃ یقال لھا دمشق، فانھا خیر مدائن

الشام‘ وھی مقیل المسلمین من الملاحم‘ وفسطاط المسلمین بارض یقال لھا الغوطة‘ ومعقلھم من الدجال بیت المقدس۔(کنز العمال، رقم الحدیث:۳۵۰۳۱)

ترجمہ:...... یقیناً عنقریب شام فتح ہوگا‘ تو تم لازم پکڑ لینا ایک شہر کو جسے دمشق پکارا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ شام کے شہروں میں عمدہ ترین شہر ہے‘ اور وہی لڑائیوں کے موقعہ پر مسلمانوں کا ٹھکانا ہے اور مسلمانوں کا ہیڈ کواٹر اسی زمین میں ہوگا جسے غوطہ کہتے ہیں، اور دجال سے پناہ کی جگہ بیت المقدس ہوگی۔(مقامات مقدسہ اور اسلام کا اجتماعی نظام،ص ۶۱۷)

تشریح:......فسطاط کے معنی ہیں: خیمہ اور یہاں مراد حصن ہے۔(بذل المجہود ص ۳۴۶ ج ۱۲)

دمشق:...... اکثر کے مطابق ’’د‘‘ کے زیر اور ’’میم‘‘ کے زبر کے ساتھ ہی فصیح تر ہے۔ یہ شام کا مرکزی شہر اور پایۂ تخت ہے۔

مقیل‘مَعقِل:...... کے معنی پناہ گاہ اور قلعہ کے ہیں۔ یہ لفظ’’عَقْل‘‘ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں: روک رکھنا‘ باندھنا۔ اور’’ملاحم‘‘ جمع ہے’’ملحمة‘‘ کی جس کے معنی جنگ وجدل اور قتل وقتال کے ہیں۔

اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ دمشق مسلمانوں کے لئے ایک مضبوط قلعہ اور پناہ گاہ کے مانند ہے، جو مسلمان اس شہر میں داخل ہوجاتے ہیں وہ دشمنان دین کے غلبہ وتسلط اور ان کے قتل وقتال سے اپنے کو مامون بنالیتے ہیں، جس طرح کوئی بکری خود کو اپنے دشمن سے محفوظ رکھنے کے لئے پہاڑوں پر چڑھ جاتی ہے اور کسی پہاڑی کو اپنی پناہ گاہ بنالیتی ہے۔

فُسطاط:...... بعض روایتوں کے مطابق ’’فِسطاط‘‘ جامع شہر کو کہتے ہیں، یعنی ایسا شہر جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنے اندر جمع کرے، اسی لئے مصر کو بھی ’’فسطاط‘‘ کہتے ہیں، ویسے’’فسطاط‘‘ خیمہ اور ڈیرے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

غوطہ:......ان باغات اور پانی کے چشموں کا نام ہے جو شہر دمشق کے گردا گرد ہیں اور بعض حضرات نے لکھا ہے کہ: دمشق شہر کے قریب ایک بستی کا نام ’’غوطہ‘‘ ہے۔

(مظاہر حق ص۹۰۶ ج ۵)

’’ابوداؤد شریف‘‘ کی روایت میں ’’ان فسطاط المسلمين يوم الملحمة بالغوطة ‘‘ کے الفاظ آئے ہیں۔(ابوداؤد،باب فی المَعقِل من الملاحم ' رقم الحديث:۴۲۹۸)

ان دونوں حدیثوں میں بظاہر ایک فرق نظر آتا ہے کہ وہاں تو دمشق کو ’’فسطاط‘‘ کہا گیا اور یہاں ’’غوطہ‘‘ کو ’’فسطاط‘‘ کہا گیا ہے،لیکن ’’غوطہ‘‘ چونکہ دمشق کے قریب اور اسی کا نواحی علاقہ ہے،اس لئے حقیقت میں ان دونوں کے درمیان کوئی تعارض اور فرق نہیں ہے۔(مظاہر حق ص۹۰۸ ج ۵)

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ بیت المقدس میں

(۳۵)......عن علی رضی الله عنه قال : اذا بعث السفيانى الى المهدى جيشا فخسف بهم بالبيداء و بلغ ذلک اهل الشام فقالوا لخليفتهم : قد خرج المهدى فبايعه و ادخل فى طاعته و الا قتلناک' فيرسل اليه بالبيعة ويسير المهدى حتى ينزل ببيت المقدس ' وتنقل اليه الخزائن ' وتدخل العرب و العجم و اهل الحرب الروم وغيرهم فى طاعته من غير قتال ' حتى تنبى المساجد بالقسطنطينية و ما دونها ' ويخرج قبله رجل من اهل بيته بالمشرق و يحمل السيف على عاتقه ثمانية اشهر يقتل ويمثل ويتوجه الى بيت المقدس فلا يبلغه حتى يموت ۔

(کنز العمال، رقم الحديث:۳۹۶۶۹)

ترجمہ:......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،فرمایا: جب سفیانی (حضرت) مہدی

(رضی اللہ عنہ) کی طرف لشکر بھیجے گا تو وہ مقام بیداء میں دھنسا دیئے جائیں گے، یہ بات اہل شام تک پہنچے گی، وہ اپنے خلیفہ سے کہیں گے: (حضرت) مہدی (رضی اللہ عنہ) نکل آئے ہیں ان کی بیعت کرو اور ان کی فرمانبرداری میں داخل ہو جاؤ ورنہ ہم تمہیں قتل کر دیں گے، وہ بیعت کا پیام بھیجے گا اور (حضرت) مہدی (رضی اللہ عنہ) چل پڑیں گے اور بالآخر بیت المقدس میں پڑاؤ ڈالیں گے، خزانے ان کی طرف منتقل ہوں گے، عرب وعجم اور جنگ والے روم وغیرہ بغیر جنگ کے ان کی اطاعت میں داخل ہو جائیں گے، یہاں تک کہ قسطنطنیہ میں اور اس کے آس پاس مسجدیں بن جائیں گی اور مشرق میں اس کے گھرانے کا ایک شخص اس سے پہلے نکلے گا اور اپنے کندھے پر آٹھ ماہ تلوار لٹکا کر لڑے گا اور قصاص لے گا اور بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوگا، تو اس کے پاس نہیں پہنچے گا کہ مر جائے گا۔

تشریح:...... ''بیداء'' قال فی معجم البلدان: اسم لارض ملساء بین مکة و المدینة، وهی الی مکة اقرب''۔(بذل المجهود ص۳۲۹ ج۱۲، تحت رقم الحدیث:۴۲۸۶)

''بیداء'' اصل میں جنگل اور ہموار زمین کو کہتے ہیں، اور مکان پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، لیکن یہاں حدیث میں بیداء سے ایک مقام مراد ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔ (مظاہر حق ص۴۳ ج۵)

دجال کے فتنے کے وقت ایمان والے بیت المقدس پہنچ جائیں گے

(۳۶)......عن ابن عباس رضی الله عنهما قال:الدجال ..... وهو اعور ممسوح العین الیمنی، یسلطه الله علی رجل من هذه الامة فیقتله ثم یضربه فیحییه، ثم لا یصل الی قتله ولا یسلط علی غیره، وتکون آیة خروجه : ترکهم الأمر بالمعروف والنهی عن المنکر، وتهاون بالدماء، وضیعوا الحکم، وأکلوا الربا وشیدوا البناء،

وشربوا الخمور ' واتخذوا القيان ' ولبسوا الحرير ' واظهروا بزة آل فرعون ' ونقضوا العهد ' وتفقهوا لغير الدين' وزينوا المساجد وخربوا القلوب' وقطعوا الارحام ' وكثرت القراء وقلت الفقهاء ' وعطلت الحدود ' وتشبه الرجال بالنساء والنساء بالرجال ' فتكافى الرجال بالرجال والنساء بالنساء ' بعث الله عليهم الدجال فسلط عليهم حتى ينتقم منه ' ويتجاوز المؤمنون الى بيت المقدس ' قال : ابن عباس رضى الله عنهما : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : فعند ذلك ينزل اخى عيسى ابن مريم من السماء على جبل افيق اماماً هاديا وحكما عدلا ' عليه برنس له' مربوع الخلق' اصلت ' سبط الشعر' بيده حربة ' يقتل الدجال ' فاذا قتل الدجال تضع الحرب اوزارها فكان السلم' فيلقى الرجل الاسد فلا يهيجه 'ويأخذ الحية فلا تضره' وتنبت الارض كنباتها على عهد آدم ويؤمن به اهل الارض ويكون الناس اهل ملة واحدة ۔(کنزالعمال، رقم الحدیث:۳۹۷۲۶)

ترجمہ:......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا: دجال کی داہنی آنکھ ہموار ہوگی اور وہ کانا ہوگا، اللہ تعالی اسے اس امت کے ایک شخص پر مسلط کرے گا تو یہ اسے قتل کرے گا' پھر اسے مارے گا' پھر زندہ کرے گا، اس کے بعد وہ اسے قتل نہیں کر سکے گا اور نہ کسی پر اس کا بس چلے گا۔اور اس کے نکلنے کی نشانی یہ ہے کہ لوگ نیکی کرنے کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا چھوڑ دیں گے، اور خونوں کے بارے میں غفلت برتیں گے، احکام ضائع کر دیں گے، سود کھائیں گے، مضبوط عمارتیں بنائیں گے، شرابیں پئیں گے، اور کمانے والیاں رکھیں گے، ریشم پہنیں گے، فرعونیوں کی شکل وصورت اختیار کریں گے، بدعہدی کریں گے، دنیا کے لئے دین حاصل کریں گے، مساجد کو سجائیں گے اور دلوں کو ویران کریں گے، اور رشتہ داریاں ختم کریں گے، اور قراء کی بہتات ہوگی اور دین کی سمجھ رکھنے

والے گنے چنے ہوں گے، حدود بے کار ہوں گے، مرد عورتوں کے اور عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار کریں گے، مردوں سے مرد اور عورتوں سے عورتیں لطف اندوز ہوں گی، اللہ تعالی ان پر دجال کو عذاب بنا کر بھیجے گا، سو وہ ان پر مسلط کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ ان سے انتقام لیا جائے گا، ایمان والے بیت المقدس پہنچ جائیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت میرے بھائی یعنی (حضرت عیسی) ابن مریم علیہما السلام آسمان سے جبل افیق پر رہنما امام اور منصف حاکم بن کر نازل ہوں گے، ان (کے سر) پر ان کی ٹوپی ہوگی' ان کا قد درمیانہ ہوگا، کشادہ پیشانی' بال گھنگھریالے، ان کے ہاتھ میں نیزہ ہوگا' دجال کو قتل کریں گے، جب دجال قتل ہو جائے گا تو جنگ ختم ہو جائے گی، ہر طرف صلح ہوگی، آدمی شیر سے ملے تو وہ اسے نہیں غرائے گا' سانپ کو پکڑے گا تو وہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گا، زمین اپنی پیداوار ایسے اگائے گی جیسے وہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ میں اگاتی تھی، لوگ آپ پر ایمان لے آئیں گے، اور سب لوگ ایک دین پر قائم رہیں گے۔

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی ہجرت کی جگہ بیت المقدس ہے

(۳۷)......عن علی رضی الله عنه قال :المهدی مولده بالمدينة ' من اهل بيت النبی صلی الله عليه وسلم ' واسمه اسم نبی ' ومهاجره بيت المقدس ' كث اللحية اكحل العينين ' براق الثنايا فی وجهه خال' اقنی اجلی فی كتفه علامة النبی صلی الله عليه وسلم ' يخرج رأية النبی ' من مرط معلمة سوداء مربعة فيها حجر لم تنشر منذ توفی رسول الله صلی الله عليه وسلم ولا تنشر حتی يخرج المهدی يمده الله بثلاثة الف من الملائكة يضربون وجوه من خالفهم وادبارهم ' يبعث وهو ما بين

الثلا ثین الی الاربعین ۔(کنزالعمال، رقم الحدیث:۳۹۶۷۱)

ترجمہ:......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،فرمایا: (حضرت) مہدی (رضی اللہ عنہ) کی پیدائش گاہ مدینہ منورہ ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کے گھرانے سے ہوں گے،ان کا نام نبی کے نام جیسا ہوگا،اوران کی ہجرت کی جگہ بیت المقدس ہے۔(ان کا حلیہ یہ ہے) گھنی داڑھی' سرمگیں آنکھیں' چمکدار دانت' چہرے پرتل' ناک کا بانسہ اٹھا ہوا، ان کے کندھے پر نبی ﷺ کی علامت ہوگی ، وہ نبی ﷺ کا جھنڈا لے کرنکلیں گے جو چوکور کالی منقش چادر سے بنا ہوگا' جس میں پتھر ہوگا ، جب سے رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا وہ کھولی نہیں گئی،اور جب تک (حضرت) مہدی (رضی اللہ عنہ) نہیں نکلیں گے کھولی نہیں جائے گی،اللہ تعالی تین ہزار فرشتوں سے ان کی مدد کریں گے، جوان کے مخالفین کی گردنوں اور پیٹھوں پر ماریں گے،وہ تیس سے چالیس کی عمر کے درمیانی زمانہ میں بھیجے جائیں گے۔

عیسی علیہ السلام بیت المقدس کے تین پتھروں سے دجال کوقتل کریں گے

(۳۸)......روی ان نبی اللہ عیسی علیہ السلام یأخذ من حجارۃ بیت المقدس ثلاثۃ احجار : الاول :منھا یقول : باسم الہ ابراھیم ' والثانی : باسم الہ اسحاق ' والثالث : بـاسم الہ یعقوب ، ثم یخرج بمن تبعہ من المسلمین الی الدجال ' فاذا راہ انھزم عنہ' فیدرکہ عند باب لد ' فیرمیہ باول حجر ' فیصیبہ بین عینیہ ' ثم الثانی ثم الثالث فیقع فیضربہ سیدنا عیسی فیقتلہ ...الخ۔(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۵۵ ج۱)

ترجمہ:......مروی ہے کہ حضرت سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام بیت المقدس کے پتھروں میں سے تین پتھرلیں گے، پہلے پتھر پر یہ پڑھیں گے:(حضرت) ابراہیم(علیہ الصلوۃ و السلام) کے الہ کے نام سے،دوسرے پر یہ پڑھیں گے:(حضرت) اسحاق (علیہ الصلوۃ و

السلام) کے الہ کے نام سے، اور تیسرے پر یہ پڑھیں گے: (حضرت) یعقوب (علیہ الصلوۃ والسلام) کے الہ کے نام سے، پھر مسلمانوں کی اس جماعت کو جو آپ کے ساتھ ہوگی لے کر دجال کی طرف تشریف لے جائیں گے، پھر جب دجال آپ کو دیکھے گا تو آپ سے دور بھاگے گا، بالآخر اسے لُد دروازے کے پاس پکڑیں گے، اسے پہلا پتھر ماریں گے تو اس کی دو آنکھوں کے درمیان لگے گا' پھر دوسرا اور تیسرا پتھر ماریں گے، اس طرح اسے قتل کریں گے۔

بیت المقدس کی آبادی مدینہ طیبہ کی تخریب کا سبب ہے

(۳۹)......عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "عُمرانُ بیت المقدس خرابُ یثربَ' وخراب یثربَ خروج الملحمۃ' وخروج الملحمۃ فتح القسطَنطِینیَّۃ وفتح القسطَنطِینیۃ خروج الدجال" ثم ضرب بیدہ علی فخذ الّذی حدّثہ – او منکبہ – ثم قال: انّ ھذا لحقٌّ کما انک ھھنا، او کما انک قاعد – یعنی معاذ بن جبل۔

(ابوداؤد، باب فی اما رات الملاحم، رقم الحدیث: ۴۲۹۴۔ کنز العمال، رقم الحدیث: ۳۸۷۵۶)

ترجمہ:......حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: بیت المقدس کی آبادی مدینہ طیبہ کی تخریب کا سبب ہے، اور مدینہ منورہ کی تخریب' جنگ و جدال کا سبب ہے، اور جنگ و جدال قسطنطنیہ کی فتح کا سبب ہے، اور قسطنطنیہ کی فتح دجال کے نکلنے کا سبب ہے، پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ حدیث بیان کرنے والے (یعنی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ) کی ران یا کندھے پر مارا اور فرمایا کہ: بے شک یہ ایسا ہونا اسی طرح سچ اور حق ہے جیسا کہ تمہارا یہاں ہونا یا یہاں بیٹھا ہونا حق ہے۔

تشریح:......آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ: اخیر زمانہ میں بیت المقدس کا آباد ہونا گویا یثرب کا ویران ہونا ہے، اور خراب یثرب یہ سمجھئے کہ ملحمہ اور لڑائی کا ظہور ہے، اور ملحمہ کبری کا ظہور یہ قسطنطنیہ کی فتح ہے (جسے امام مہدی رضی اللہ عنہ فتح کریں گے) اور یہ فتح قسطنطنیہ ہی خروج دجال ہے، یعنی ان امور مذکورہ اربعہ میں سے ہر ایک اپنے مابعد کے لئے علامت ہے۔

بیت المقدس کا آباد ہونا یہ علامت ہے مدینہ منورہ کے ویران ہونے کی، اس لئے کہ ''عُمرانُ بیت المقدس'' نصاری کے غلبہ کی وجہ سے ہوگا، اور یثرب کے خراب اور ویران ہونے کے بعد وہ لرائی اور ملحمہ کبری شروع ہوجائے گی جو اہل شام اور روم کے درمیان ہوگی، جس کا منتہی اور نتیجہ فتح قسطنطنیہ ہوگا، لہذا خروج ملحمہ علامت ہوئی فتح قسطنطنیہ کی، اور چونکہ خروج دجال فتح قسطنطنیہ کے بعد ہوگا، لہذا اس فتح کا پایا جانا علامت ہوا خروج دجال کا۔

یہ مضمون بیان کرنے کے بعد آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس شخص کی ران یا کندھے پر رکھ کر جس سے آپ حدیث بیان کررہے تھے یعنی (حضرت) معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) یہ فرمایا کہ: یہ جو علامتیں میں نے بیان کی ہیں یہ ایسی برحق اور یقینی ہیں جیسے تیرا یہاں موجود ہونا ایک امر یقینی اور نا قابل تردید بات ہے۔ (الدرالمنضود ص۲۷۲ج۶)

بیت المقدس کی تعمیر کے وقت اللہ تعالی کی طرف سے وحی

(۴۰)......لما بنی سلیمان بن داؤد علهما السلام بیت المقدس جعل لا یتماسک البنیان، فاوحی اللہ تعالی الیہ: انک ادخلت فیہ ما لیس منہ، فاخرجہ فتماسک البنیان۔ (کنز العمال، رقم الحدیث:۳۵۰۶۹)

ترجمہ:...... جب حضرت سلیمان بن داؤد علیہما الصلوۃ والسلام بیت المقدس کی تعمیر فرمارہے

تھے تو عمارت ٹھہرتی نہیں تھی، پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ: آپ نے اس میں وہ چیز داخل کی ہے جو اس کے لائق نہیں، اس کو نکال دیجئے (جب نکالا تو) عمارت ٹھہر گئی۔

خاتمہ...... بیت المقدس کے فضائل میں چند آثار

موسیٰ علیہ السلام کا بیت المقدس کی طرف نور کو اترتے اور چڑھتے دیکھنا

(۱)......روی ان موسی علیہ السلام نظر وھو ببیت المقدس الی نور رب العزة ینزل ویصعد الی بیت المقدس۔(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۶۰ج۱)

ترجمہ:...... روایت ہے کہ: حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے بیت المقدس میں اللہ رب العزت کے نور کو دیکھا کہ وہ بیت المقدس کی طرف اترتا اور چڑھتا ہے۔

کاش کہ میں بیت المقدس کی کچی اینٹوں میں سے کسی اینٹ کا بھوسہ ہوتا

(۲)......وقال علی رضی اللہ عنہ لصعصعة: نعم المسکن عند ظھور الفتن بیت المقدس ، القائم فیھا کالمجاھد فی سبیل اللہ، ولیأتین علی الناس زمان یقول احدھم : یا لیتنی تبنة فی لبنة من لبنات بیت المقدس...... الخ ۔

(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۶۲ج۱)

ترجمہ:......حضرت علی رضی اللہ نے صعصعہ رحمہ اللہ سے فرمایا کہ: فتنوں کے ظہور کے وقت بہترین رہنے کی جگہ بیت المقدس ہے، اس میں ٹھہرنے والا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کے مانند ہے، اور لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ان میں سے کوئی کہے گا: اے کاش کہ میں بیت المقدس کی کچی اینٹوں میں کسی اینٹ کا بھوسہ ہوتا۔

حرم اور بیت المقدس کی زمین کی مسافت کی مقدار آسمان میں محترم ہے

(۳)......عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنھما انہ قال :ان الحرم المحرم فی السماوات السبع بمقدارہ فی الارض، وان بیت المقدس لمقدس فی السموات

السبع بمقدارہ فی الارض ۔(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۵۳ ج۱)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: حرم کی زمین میں مسافت کی مقدار ساتوں آسمانوں کی مسافت میں محترم ہے، اوراسی طرح بیت المقدس بھی زمین کی مسافت کے برابر ساتوں آسمانوں میں مقدس ہے۔

بیت المقدس میں بالشت بھی ایسی جگہ نہیں جہاں کسی نبی نے سجدہ نہ کیا ہو

(۴)......عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال : بیت المقدس بنتہ الانبیاء و عمرتہ، وما فیہ من موضع شبر الا وقد سجد علیہ نبی او قام علیہ ملک۔

(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۶۱ ج۱)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: بیت المقدس کی بنا اور تعمیر حضرات انبیاء علیہم السلام نے فرمائی، اوراس میں ایک بالشت بھی کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں کسی نبی نے سجدہ نہ کیا ہو یا یہاں کوئی فرشتہ کھڑا نہ ہو۔

بیت المقدس میں حسنات کا اجر اور سیئات کا وبال بڑھ جاتا ہے

(۵)......عن نافع قال: قال لی ابن عمر رضی اللہ عنہما و نحن فی بیت المقدس: یا نافع ! اخرج بنا من ھذا البیت،فان السیئات تضاعف فیہ کما تضاعف الحسنات، فاحرم وخرج من بیت المقدس ۔(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۵۰ ج۱)

ترجمہ:......حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے فرمایا جب کہ ہم بیت المقدس میں تھے کہ: اے نافع ! ہمارے ساتھ بیت المقدس سے چلو، اس لئے کہ یہاں گناہ کا وزر بڑھ جاتا ہے جیسے حسنات کا اجر بڑھتا ہے، پھر احرام باندھا اور بیت المقدس سے نکل گئے۔

ایسے ہی حضرت جریر بن عثمان اور حضرت صفوان بن عمرو رحمہما اللہ سے منقول ہے کہ: بیت المقدس میں نیکی ہزار نیکیوں کے برابر ہے، اسی طرح گناہ بھی ہزار گناہوں کے برابر ہے۔(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۵۰ج۱)

جنت بیت المقدس کی مشتاق ہے

(۶)......عن انس رضی الله عنه : ان الجنة لتحن شوقا الی بیت المقدس، وبیت المقدس من جنة الفردوس۔(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۶۰ج۱)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: جنت بڑی مشتاق ہے بیت المقدس کی، اور بیت المقدس جنت الفردوس سے ہے۔

بیت المقدس پر بارش برابر برستی رہتی ہے

(۷)......قال ابن عباس رضی الله عنهما : بیت المقدس علیه الطّل والمطر منذ خلق الله سنین والایام ۔(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۴۶ج۱)

ترجمہ:......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: بیت المقدس پر شبنم (یا ہلکی بارش) اور بارش برابر برستی ہے جب سے اللہ تعالی نے سال اور دنوں کو پیدا فرمایا ہے۔

بیت المقدس والے اللہ تعالی کے پڑوسی ہیں

(۸)...... قال وهب بن منبه: اهل بیت المقدس جیران الله ، وحق علی الله ان لا یعذب جیرانه۔(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۵۳ج۱)

ترجمہ:......حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: بیت المقدس والے اللہ تعالی کے پڑوسی ہیں، اور اللہ کا حق ہے کہ اپنے پڑوسی کو عذاب نہ دے۔

بیت المقدس میں صدقہ کی فضیلت

(۹)......روی عن الحسن البصری رحمہ اللہ انہ قال : من تصدق فی بیت المقدس بدرھم کان لہ براء ۃ من النار ، من تصدق برغیف کان کمن تصدق بجبال الارض ذھبا۔(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۵۶ج۱)

ترجمہ:......حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: جس نے بیت المقدس میں ایک درہم صدقہ کیا وہ جہنم سے بری ہے،اورجس نے ایک روٹی صدقہ کی گویا کہ اس نے سونے کا پہاڑ صدقہ کیا۔

''رغیف'' کے معنی ہیں: روٹی، آٹے کی ٹکیا، گندھے ہوئے آٹے وغیرہ کا پیڑا۔

ستر ہزار فرشتے بیت المقدس میں نمازیوں کے لئے استغفار کرتے ہیں

(۱۰)......عن خالد بن معدان رحمہ اللہ : ان حذو بیت المقدس باب من السماء، یھبط منہ کل یوم سبعون الف ملک، یستغفرون لمن یجدونہ یصلی فیہ۔

(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۶۱ج۱)

ترجمہ:......حضرت خالد بن معدان رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: بیت المقدس کے سامنے آسمان کا ایک دروازہ ہے،اس سے روزانہ ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں، اوراس میں نماز میں مشغول ہونے والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

ستر ہزار فرشتے بیت المقدس میں روزانہ تسبیح وتحمید میں مشغول رہتے ہیں

(۱۱)......عن مقاتل بن سلیمان رحمہ اللہ : کل لیلۃ ینزل سبعون الف ملک من السماء الی مسجد ببیت المقدس، یھللون اللہ، و یسبحون اللہ، ویقدسون اللہ،

ویحمدون الله، لایعودون الیه حتی تقوم الساعة۔

(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۶۰ ج۱)

ترجمہ:......حضرت مقاتل بن سلیمان رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: ہر رات بیت المقدس پر آسمان سے ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں، وہ کلمہ طیبہ، تسبیح، تقدیس اور اللہ تعالیٰ کی تحمید بیان کرتے ہیں، اور قیامت تک دوبارہ نہیں آئیں گے، (یعنی ایک مرتبہ جو فرشتہ آ گیا اس کی باری قیامت تک دوبارہ نہیں آئے گی)۔

بیت المقدس میں روزہ اور استغفار کی فضیلت

(۱۲)......روی عن کعب رحمه الله انه قال: من صام یوما ببیت المقدس اعطاه الله براءة من النار، ومن استغفر للمؤمنین و المؤمنات فی بیت المقدس ثلاث مرات، کتب الله له مثل جمیع حسنات المؤمنین والمؤمنات۔

(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۵۶ ج۱)

ترجمہ:......حضرت کعب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: جس نے بیت المقدس میں ایک روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اسے آگ سے بری فرمادیں گے، اور جس نے بیت المقدس میں مؤمن مرد اور عورتوں کے لئے تین مرتبہ استغفار کیا تو اللہ تعالیٰ اسے مؤمن مردوں اور عورتوں کی نیکیوں کے برابر بدلہ عطا فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ بیت المقدس کی طرف روزانہ دو مرتبہ نظر فرماتے ہیں

(۱۳)......عن کعب رحمه الله: ان الله ینظر الی بیت المقدس کل یوم مرتین۔

(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۶۰ ج۱)

ترجمہ:......حضرت کعب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: اللہ تعالیٰ بیت المقدس کی طرف روزانہ

دومرتبہ نظر(رحمت)فرماتے ہیں۔

بیت المقدس کی بارش میں ہر بیماری کی شفا ہے

(۱۴)......عن کعب رحمہ اللہ قال : باب مفتوح من السماء من ابواب الجنة ' تنزل منه الرحمة علی بیت المقدس کل صباح حتی تقوم الساعة، والطَّل الذی ینزل علی بیت المقدس شفاء من کل داء' لانه من الجنة۔

(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۶۰ ج۱)

ترجمہ:......حضرت کعب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھلا ہوا ہے اوراس سے روزانہ صبح کے وقت بیت المقدس پر رحمت اترتی ہے اور قیامت تک اترتی رہے گی،اور ہلکی بارش جو بیت المقدس پر برستی ہے اس میں ہر بیماری کی شفا ہے،اس لئے کہ وہ جنت سے اترتی ہے۔

بیت المقدس میری جنت' میرا اقدس' میری پسندیدہ اور میرا شہر ہے

(۱۵)......عن کعب رحمہ اللہ قال: قال اللہ تعالی لبیت المقدس : انت جنتی و قدسی و صفوتی من بلادی ، من یسکنک فبرحمة منی' ومن خرج منک فبسخط منی علیه ۔(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۴۸ ج۱)

ترجمہ:......حضرت کعب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:اللہ تعالی نے بیت المقدس کومخاطب کر کے فرمایا:اے بیت المقدس!تو میری جنت ہےاورتو میرا اقدس(یعنی پاک جگہ)ہےاور تو میری پسندیدہ ہےاورتو میرا شہر ہے،جوتیرے پاس رہے وہ میری رحمت کی وجہ سے ہے، اور جوتجھ سے علیحدہ ہوا وہ میری ناراضگی کی وجہ سے ہوا۔

قیامت سے پہلے بیت المقدس پر سات دیواریں

(۱۶)......روی عن یحی بن ابی عمر و الشیبانی رحمه الله انه قال : لا تقوم الساعة حتی یضرب علی بیت المقدس سبعة احیاط: حائط من فضة' وحائط من ذهب' وحائط من لؤلؤ' وحائط من یاقوت' وحائط من زمرد' وحائط من نور' وحائط من غمام۔(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۶۲ج۱)

ترجمہ:...... یحی بن ابی عمرو شیبانی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک بیت المقدس پر سات دیواریں نہ بن جائیں: ایک دیوار چاندی کی' ایک سونے کی' ایک لؤلؤ کی' ایک یاقوت کی' ایک زمرد کی' ایک نور کی اور ایک بادل کی۔

خضر' الیاس علیہما السلام ماہ رمضان میں بیت المقدس میں روزے رکھتے ہیں

(۱۷)......ابن عساکر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ: حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما الصلوۃ والسلام ہر ماہ رمضان میں بیت المقدس میں روزے رکھتے ہیں' اور ہر سال حج کرتے ہیں، اور زمزم سے اتنا پانی پی لیتے ہیں جو انہیں آنے والے سال تک کے لئے کافی ہوتا ہے۔ (تبیان القرآن ص۱۶۷ج۷، تحت آیت: ۷۰ سورۂ کہف)

خضر' الیاس علیہما السلام کی حیات یا ممات کے متعلق مجدد الف ثانی کا کشف

نوٹ:...... حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام زندہ ہیں یا وفات پا چکے ہیں؟ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے، اور دونوں طرف اکابر امت ہیں اور دونوں کے پاس دلائل ہیں۔ قدرے تفصیل ''مرغوب الفتاوی ص۴۳۵ ج۱ر میں دیکھی جا سکتی ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اس کا حل بیان فرمایا ہے، وہ

بھی قابل غور ہے، حضرت رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اس مسئلہ کا واحد حل حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے بیان سے ہوسکتا ہے، حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ سے جب حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام کے زندہ یا مردہ ہونے کے متعلق دریافت کیا گیا، تو آپ نے اللہ کی طرف توجہ کی اور بارگاہ قدس سے اس کا جواب ملنے کی دعا کی، چنانچہ عالم مراقبہ میں آپ نے دیکھا کہ حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام سامنے آگئے ہیں، حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام سے خود ان کی حالت دریافت کی، حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: میں اور حضرت الیاس (علیہما الصلوۃ والسلام) دونوں زندہ نہیں ہیں، لیکن اللہ تعالی نے ہماری روحوں کو ایسی طاقت عطا فرمادی ہے کہ ہم جسم کا لباس پہن کر بھٹکے ہوؤں کو راستہ بتاتے ہیں اور مصیبت زدوں کی مدد کرتے ہیں، اگر اللہ تعالی چاہے (تو بعض لوگوں کو) علم لدنی بھی تعلیم کرتے اور نسبت بھی عطا کرتے ہیں، ہم کو اللہ تعالی نے قطب مدار کا مددگار بنایا ہے، قطب مدار کو اللہ تعالی نے مدار عالم بنایا ہے، انہی کی برکت سے یہ عالم قائم ہے، ہم ان کی مدد کرتے ہیں، اس زمانہ میں ان کا مسکن ملک یمن ہے، وہ فقہ شافعی کے پیرو ہیں، ہم بھی قطب مدار کے ساتھ شافعی فقہ کے موافق نماز پڑھتے ہیں۔ (تفسیر مظہری اردو ص۲۶۱ ج۷)

فلسطین میں دعا کی قبولیت

محدث بھوپالی نے جن مقامات پر دعا قبول ہوتی ہے ان میں اس کو بھی شامل فرمایا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی قبروں کے مقامات بھی شامل ہیں کہ یہاں بھی دعا قبول ہوتی ہے، (جیسے فلسطین میں مقام الخلیل جہاں حضرت ابراہیم وحضرت اسحاق اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی قبریں ہیں، (نزل الابرار ص۴۵۔الدعاء المسنون ص۶۸)

نوٹ:...... بیت المقدس کے بارے میں ایک روایت کا ذکر اور اس کی تحقیق بھی مناسب ہے۔

استنجاء کے وقت بیت المقدس کی طرف استقبال کی ممانعت

عن معقل بن ابی معقل الاسدی رضی اللہ عنہما قال : نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ان تستقبل القبلتین ببول او غائط۔

ترجمہ:...... حضرت معقل بن معقل اسدی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے پیشاب، پاخانہ کرتے وقت دونوں قبلوں کی طرف منہ کرنے سے منع فرمایا۔

(ابوداؤد،باب کراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة، کتاب الطهارة، رقم الحديث:۱۰۔ابن ماجہ،باب النهی عن استقبال القبلة بالغائط والبول، کتاب الطهارة،رقم الحديث:۳۱۹)

تشریح:...... حضرت ابراہیم نخعی اور ابن سیرین رحمہما اللہ کے نزدیک بیت المقدس اور بیت اللہ شریف دونوں کی طرف استقبال واستدبار ممنوع ہے۔(الدر المنضود ص ۹۵ ج ا)

حضرت شعبی رحمہ اللہ بھی کراہت کے قائل ہیں۔

(الانس الجليل بتاريخ القدس والخليل ص ۳۵۱ ج ا)

جمہور اس کے قائل نہیں ہیں۔اس حدیث کے کئی جواب ہو سکتے ہیں:

اول یہ کہ:...... یہ روایت ضعیف ہے، ابوزید راوی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ: وہ مجہول ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ:...... یہ اس وقت کی بات تھی جب بیت المقدس قبلہ تھا، بعد میں وہ منسوخ ہو گیا، اور بیت اللہ قبلہ ہو گیا، تو راوی نے بوقت روایت دو حکموں کو جو مختلف اوقات میں دیئے گئے تھے جمع کر دیا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ:...... بیت المقدس کے استقبال کی ممانعت اس بنا پر ہے کہ مدینہ منورہ میں استقبال بیت المقدس سے استدبار کعبہ لازم آتا ہے۔

اور امام احمد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ: یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے منسوخ ہے۔(الدر المنضود ص۹۷ ج۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی وہ روایت یہ ہے:

وہ فرماتے ہیں کہ: ایک دن میں گھر کی چھت پر چڑھا تو دیکھا کہ آپ ﷺ دو اینٹوں پر (بیٹھے ہوئے) بیت المقدس کی طرف رخ کر کے قضائے حاجت کر رہے ہیں۔

(ابوداؤد، باب کراهیه استقبال القبلة عند قضاء الحاجة، کتاب الطهارة، رقم الحدیث:۱۲)

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :لا تستقبلوا واحدة من القبلتین ببول او غائط۔

(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۳۵۱ ج۱)

ترجمہ:...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے پیشاب‘ پاخانہ کرتے وقت دونوں قبلوں میں سے کسی ایک کی طرف منہ کرنے سے منع فرمایا۔

معراج کا مختصر واقعہ

مسجد اقصی اور بیت المقدس کی فضیلت میں دو باتیں اگر بیان نہ کی جائیں تو واقعہ یہ ہے کہ وہ فضائل ناقص اور ادھورے رہ جاتے ہیں: ایک آپ ﷺ کا شب معراج میں اس سرزمین پر تشریف لے جانا اور دوسرے مسجد اقصی کو مسلمانوں کا قبلہ ہونے کا شرف حاصل ہونا، اس لئے ان دونوں پر اختصار کے ساتھ چند موضوع سے متعلق باتیں درج کی جاتی ہیں۔

معراج:...... کا واقعہ تو اصحاب سیرت نے بہت تفصیل سے لکھا ہے، یہاں صرف مسجد اقصی تک کے سفر سے متعلق بات پر اکتفا کرنا مناسب ہے:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات اور طائف سے واپسی کے بعد: ۱۱ھ رجب کی ستائیسویں شب میں آپ ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصی تک اور مسجد اقصی سے سات آسمانوں تک اسی جسم اور روح کے ساتھ بیداری کی حالت میں سیر کرائی گئی، جس کو اسراء اور معراج کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ احادیث کا خلاصہ یہ ہے:

ایک رات نبی کریم ﷺ ام ہانی کے مکان میں بستر پر آرام فرماتے، کچھ نینداور کچھ جاگنے کی حالت تھی کہ یکا یک چھت پھٹی اور چھت سے جبرئیل امین علیہ السلام اترے، آپ کے ہمراہ اور فرشتے بھی تھے، آپ ﷺ کو جگایا اور مسجد حرام کی طرف لے گئے، وہاں جا کر آپ ﷺ حطیم میں لیٹ گئے اور سو گئے، اور جبرئیل امین اور میکائیل علیہما السلام نے آ کر آپ ﷺ کو جگایا اور آپ کو بیر زم زم پر لے گئے اور لٹا کر آپ کے سینۂ مبارک کو چاک کیا اور دل مبارک کو نکال کر زم زم کے پانی سے دھویا، اور ایک سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا، اس ایمان اور حکمت کو آپ ﷺ کے

دل میں بھر کر سینہ کوٹھیک کر دیا اور دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت لگائی گئی (جو حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی حسی اور ظاہری علامت ہے) اس کے بعد براق لایا گیا، براق ایک بہشتی جانور کا نام ہے جو خچر سے کچھ چھوٹا اور گدھے سے کچھ بڑا سفید رنگ تیز رفتار تھا، جس کا ایک قدم منتہائے نظر پر پڑتا تھا، جب اس پر سوار ہوئے تو شوخی کرنے لگا، جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا: اے براق! یہ کیسی شوخی ہے؟ تیری پشت پر آج تک حضور ﷺ سے زیادہ کوئی اللہ کا مکرم اور محترم بندہ سوار نہیں ہوا، براق شرم کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو گیا اور حضور ﷺ کو لے کر روانہ ہوا، جبرئیل و میکائیل علیہما السلام آپ کے ہمراہ تھے، اس شان کے ساتھ حضور ﷺ روانہ ہوئے۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیل امین علیہ السلام نے حضور پر نور ﷺ کو براق پر سوار کیا اور خود نبی کریم ﷺ کے ردیف بنے یعنی آپ کے پیچھے براق پر سوار ہوئے۔

شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: راستہ میں ایک ایسی زمین پر گذر ہوا کہ جس میں کھجور کے درخت بہت زیادہ تھے، جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا: یہاں اتر کر نفل نماز پڑھ لیجئے، میں نے اتر کر نماز پڑھی، جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا کہ: آپ کو معلوم بھی ہے کہ آپ نے کس جگہ نماز پڑھی؟ میں نے کہا: مجھ کو معلوم نہیں، جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا: آپ نے یثرب یعنی مدینہ طیبہ میں نماز پڑھی جہاں آپ ﷺ ہجرت فرمائیں گے، اس کے بعد روانہ ہوئے اور ایک زمین پر پہنچے، جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا: یہاں بھی نماز پڑھ لیجئے، میں نے اتر کر نماز پڑھی، جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا: آپ نے وادی سینا میں شجرۂ موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے قریب نماز پڑھی جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کلام فرمایا تھا،

پھر ایک اور زمین پر گذر ہوا جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا: اتر کر نماز پڑھئے، میں نے اتر کر نماز پڑھی، جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا: آپ نے مدین میں نماز پڑھی، (جو حضرت شعیب علیہ الصلوۃ والسلام کا مسکن تھا) وہاں سے روانہ ہوئے اور ایک زمین پر پہنچے، جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا: اتر کر نماز ادا فرمائیں، میں نے اتر کر نماز پڑھی، جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا: یہ مقام بیت اللحم ہے جہاں حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت ہوئی۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب میں بیت المقدس جارہا تھا،تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر پر گذر ہوا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: یہاں اتریئے اور دو رکعت ادا کیجئے،اس لئے کہ یہاں حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر مبارک ہے۔

(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص۱۳۹ ج۱)

درمیان میں اور کئی عجائبات کی زیارت کراتے ہوئے ایک شان سے بیت المقدس پہنچے اور اس مقام پر پہنچے جس کا نام باب محمد (ﷺ) ہے، اور براق سے اترے، آپ ﷺ نے براق کو اس حلقہ سے باندھ دیا جس سے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اپنی سواریوں کو باندھتے تھے، یا جبرئیل امین علیہ السلام نے ایک پتھر میں انگلی سے سوراخ کرکے براق کو باندھ دیا۔ عجب نہیں کہ براق کو باندھنے میں دونوں حضرات شریک ہوں۔ اور ممکن ہے کہ مرور زمانہ سے وہ سوارخ بند ہوگیا ہو، اس لئے جبرئیل امین علیہ السلام نے اس کو انگلی سے کھول دیا۔

براق کو باندھ کر آپ ﷺ اور جبرئیل امین علیہ السلام مسجد کے صحن میں پہنچے تو جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا: اے محمد! (ﷺ) کیا آپ نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ

آپ کو حورعین دکھلا وے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا: ان عورتوں کے پاس جائیے، اوران کو سلام کیجئے، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ: میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا، میں نے پوچھا: تم کس کے لئے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم نیک ہیں' حسین ہیں' اور ایسے مردوں کی بیبیاں ہیں جو پاک ہیں' صاف ہیں' اور ہم میلی نہ ہوں گی' اور ہمیشہ رہیں گی' جنت سے جدا نہ ہوں گی' اور ہمیشہ زندہ رہیں گی' اور کبھی نہ مریں گی۔

اس کے بعد حضور ﷺ مسجد اقصی میں داخل ہوئے اور دو رکعت ادا فرمائی۔ بعض روایات میں ہے کہ: آپ ﷺ اور جبرئیل امین علیہ السلام دونوں نے دو رکعت پڑھی، اور آپ ﷺ کے استقبال اور آمد پر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام پہلے ہی سے انتظار میں موجود تھے، جن میں حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ' حضرت عیسی علیہم الصلوۃ و السلام بھی تھے، کچھ دیر نہ گذری کہ بہت سے حضرات مسجد اقصی میں جمع ہو گئے، پھر ایک مؤذن نے اذان دی' پھر اقامت کہی، ہم صف باندھ کر کھڑے ہو گئے، اسی انتظار میں تھے کہ کون امامت کرے، جبرئیل امین علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھایا، میں نے سب کو نماز پڑھائی، جب نماز سے فارغ ہو گئے، تو جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا: آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کن لوگوں کو نماز پڑھائی، میں نے کہا: مجھ کو معلوم نہیں، جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا: جتنے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام مبعوث ہوئے تھے سب نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔

ایک روایت میں ہے کہ: آپ ﷺ کی تشریف آوری پر فرشتے بھی آسمان سے اترے تھے اور حضور ﷺ نے حضرات انبیاء اور ملائکہ علیہم الصلوۃ والسلام سب کی امامت کرائی۔

جب نماز پوری ہوگئی تو ملائکہ نے جبرئیل امین علیہ السلام سے دریافت کیا کہ: یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا: محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ہیں، فرشتوں نے پوچھا کہ: کیا ان کے پاس بلانے کا پیغام بھیجا گیا تھا، جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا: ہاں، فرشتوں نے کہا: اللہ تعالی ان کو زندہ سلامت رکھے، بڑے اچھے بھائی اور بڑے اچھے خلیفہ ہیں، یعنی ہمارے بھائی ہیں اور اللہ تعالی کے خلیفہ ہیں۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے ارواح انبیاء سے ملاقات فرمائی، سب نے اللہ تعالی کی حمد اور ثنا بیان کی۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے ان الفاظ میں اللہ تعالی کی حمد وثنا کی:

’’حمد ہے اس پاک ذات کی جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا، اور مجھ کو ملک عظیم عطا فرمایا، اور امام اور پیشوا بنایا، اور آگ کو میرے حق میں بردوسلام بنایا۔

پھر حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام نے ان الفاظ میں اللہ تعالی کی حمد وثنا کی:

’’حمد ہے اس پاک ذات کی جس نے مجھ سے بلا واسطہ کلام فرمایا، اور قوم فرعون کی ہلاکت اور تباہی اور بنی اسرائیل کی اصلاح میرے ہاتھ پر ظاہر فرمائی، اور میری امت میں ایسی قوم بنائی جو حق کے موافق ہدایت کرتی ہے اور اسی کے موافق عدل وانصاف کرتی ہے،

پھر حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام نے ان الفاظ میں اللہ تعالی کی حمد وثنا کی:

’’حمد ہے اس پاک ذات کی جس نے مجھ کو ملک عظیم عطا فرمایا، اور زبور سکھائی، اور لوہے کو میرے لئے نرم کیا، اور پہاڑوں کو میرے لئے مسخر کیا کہ میرے ساتھ تسبیح پڑھتے ہیں، اور مجھ کو علم وحکمت اور صاف تقریر عطا کی۔

پھر حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے ان الفاظ میں اللہ تعالی کی حمد وثنا کی:

’’حمد ہے اس پاک ذات کی جس نے ہوا اور شیاطین کو میرے لئے مسخر کیا کہ میرے حکم پر چلتے ہیں، اور پرندوں کی بولی مجھ کو سکھائی، اور جن وانس اور چرند و پرند کا لشکر میرے لئے مسخر کیا، اور ایسی سلطنت عطا کی کہ میرے بعد کسی کے لئے مناسب نہ ہوگی، اور نہ مجھ سے اس پر کوئی حساب و کتاب ہوگا۔

پھر حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام نے ان الفاظ میں اللہ تعالی کی حمد وثنا کی:

’’حمد اس پاک ذات کی جس نے مجھ کو کلمہ بنایا، اور حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی طرح مجھ کو بغیر باپ کے پیدا کیا، اور پرندوں کے بنانے اور مردوں کے زندہ کرنے اور کوڑھی اور مادرزاد اندھوں کے اچھا کرنے کا معجزہ مجھ کو دیا، اور تورات اور انجیل کا علم مجھ کو دیا، اور مجھ کو اور میری ماں کو شیطان کے اثر سے محفوظ رکھا، اور مجھ کو آسمان پر اٹھایا اور کافروں کی صحبت سے پاک کیا۔

پھر حضرت حضور پاک ﷺ نے ان الفاظ میں اللہ تعالی کی حمد وثنا کی:

’’حمد ہے اس پاک ذات کی جس نے مجھ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا، اور تمام عالم کے لئے بشیر ونذیر بنایا، اور مجھ پر قرآن کریم اتارا‘ جس میں تمام امور دینیہ کا صراحۃً یا اشارۃً بیان ہے، اور میری امت کو بہترین امت بنایا، اور میری امت کو اولین اور آخرین بنایا، یعنی ظہور میں آخری اور مرتبہ میں اول، اور میرے سینہ کو کھولا، اور میرے ذکر کو بلند کیا، اور مجھ کو فاتح اور خاتم بنایا، یعنی وجود نطفی اور روحانی میں سب سے اول اور بعثت اور ظہور جسمانی میں سب سے آخری نبی بنایا۔

آپ ﷺ جب خطبۂ تحمید سے فارغ ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا: ’’ بھذا فضلکم محمد

صلی اللہ علیہ وسلم ''انہی فضائل اورکمالات کی وجہ سے محمد ﷺ تم سب سے بڑھ گئے۔
جب آپ ﷺ فارغ ہوکر مسجد سے باہر تشریف لائے تو تین پیالے آپ کے سامنے پیش کئے گئے: ایک پانی کا' ایک دودھ کا اور ایک شراب کا، آپ ﷺ نے دودھ کا پیالہ اختیار فرمایا، جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا: آپ نے دین فطرت کو اختیار فرمایا ہے، اگر آپ شراب کو اختیار فرماتے تو آپ کی امت گمراہ ہوجاتی، اور اگر آپ پانی کو اختیار فرماتے تو آپ کی امت غرق ہوجاتی۔ بعض روایات میں ہے کہ شہد کا پیالہ بھی پیش کیا گیا، اور آپ نے اس میں سے بھی کچھ پیا۔

غرض یہ کہ تمام روایات کے جمع کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چار پیالے پیش کئے گئے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تین پیالے سدرۃ المنتہی کے بعد پیش کئے گئے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: عجب نہیں کہ یہ پیالے دو مرتبہ پیش کئے گئے ہوں، ایک مرتبہ مسجد اقصی میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد اور دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہی پر، اور دودھ کے اختیار کرنے کی تاکید مزید مقصود ہو۔ اس کے بعد آسمان پر تشریف لے گئے، جس کی تفصیل کتب سیرت میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

(سیرۃ المصطفی ﷺ ص ۲۸۷ ج ۱۔ نشر الطیب فی ذکر الحبیب ﷺ)

مسلمانوں کا قبلہ

مسجد اقصی کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ یہ امم سابقہ کا قبلہ رہا اور خود نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی سولہ یا سترہ ماہ اس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی۔ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ مکہ مکرمہ میں اور مدینہ منورہ کے ابتدائی سترہ مہینوں میں آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے، پھر اللہ تعالی نے آپ کو خانہ کعبہ کی طرف

منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا، علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

(عمدۃ القاری ص۲۴۰ ج۱)

تاہم مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف اس طرح منہ کر کے نماز پڑھتے تھے کہ کعبہ کی طرف پیٹھ نہ ہو، اور بیت اللہ اور بیت المقدس دونوں سامنے آجائے۔

(ابن ابی شیبہ، بیہقی، تحفۃ القاری ص۲۶۴ ج۱)

حدیث شریف میں ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے سولہ یا سترہ ماہ نماز ادا فرمائی تھی، آپ ﷺ کو یہ پسند تھا کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی:

﴿قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۖ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾۔ (سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۱۴۴)

ترجمہ:...... (اے پیغمبر ﷺ!) ہم تمہارے چہرے کو بار بار آسمان کی طرف اٹھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، چنانچہ ہم تمہارا رخ ضرور اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جو تمہیں پسند ہے۔ لو اب اپنا رخ مسجد حرام کی سمت کرلو۔ (آسان ترجمہ)

لہذا آپ ﷺ نے کعبہ کی طرف رخ پھیرلیا۔

(بخاری، باب التوجہ نحو القبلة حیث کان ، کتاب الصلوۃ)

امام جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ:

حضرت قتادہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ آسمان کی طرف چہرہ کئے ہوئے تھے، اور آپ ﷺ یہ چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کعبہ کی طرف پھیر دے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(جامع البیان ص۱۳ ج۲، مطبوعہ: دار المعرفۃ بیروت۔ تبیان القرآن ص۵۷۷ ج۱)

حسن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر یہ خبر دی کہ عنقریب اللہ تعالی قبلہ کو بیت المقدس سے پھیر کر کسی اور سمت پر کردے گا، اور یہ نہیں بیان کیا تھا کہ کس سمت آپ ﷺ کو پھیرے گا، اور رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ یہ محبوب تھا کہ کعبہ کو قبلہ بنادیا جائے، اس لئے رسول اللہ ﷺ اپنے چہرہ کو آسمان کی طرف پھیر کر وحی کا انتظار کررہے تھے، تب یہ آیت نازل ہوئی۔

(جامع البیان ص۱۴، ج۲، مطبوعہ: دارالمعرفۃ بیروت۔ تبیان القرآن ص ۵۷۷ ج۱)

بیت المقدس کی طرف نمازیں کتنے مہینے ادا کی گئیں سولہ یا سترہ؟

آنحضور ﷺ: ۱۲/ربیع الاول کو مدینہ منورہ ہجرت فرما کر تشریف لائے، اور آئندہ سال صحیح قول کے مطابق نصف رجب کے مہینہ میں تحویل قبلہ کا حکم آیا۔ ۱۲/ربیع الاول سے پندرہ رجب تک شمار کرنے کی ایک صورت تو یہ ہوگی کہ: ۱۲/ربیع الاول کے بعد جتنے دن ہیں انہیں بھی لے لیا جائے، اور رجب کے پندرہ دن بھی لے لئے جائیں، تو ان کو ملا کر کسر کو حذف کر کے حساب لگایا جائے تو یہ کل سولہ مہینے بنیں گے۔ اور اگر ربیع الاول کے دنوں کو پورا مہینہ شمار کیا جائے اور رجب کے پندرہ دنوں کو بھی پورا مہینہ شمار کیا جائے تو پھر کل سترہ مہینے بن جائیں گے۔ (کشف الباری ص۳۸۰ ج۱)

اس میں اختلاف ہے کہ کون سی نماز میں تحویل قبلہ کا حکم ہوا، اہل علم کتب احادیث اور کتب تفاسیر میں اس کی تفصیل دیکھ سکتے ہیں۔

بیت المقدس کے

متبرک مقامات

بیت المقدس کے وہ متبرک مقامات جن کے فضائل وارد ہوئے ہیں، اور تاریخ میں ان کی اہمیت ہے، بیت المقدس کی زیارت کرنے والوں کے لئے یہ رسالہ ایک مفید دلیل اور رہبر کا کام دے گا۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

پیش لفظ

الحمد لله الذی منّ علینا بزیارہ المسجد الاقصی ، واشکرہ علی مننه التی کثرت فلا تعد ولا تحصی ، صلی الله علیه و علی اٰله وصحبه مصابیح الدجی۔

بیت المقدس پر کوئی کتاب لکھی جائے اور اس میں وہاں کے خاص خاص متبرک مقامات کا تعارف نہ کرایا جائے تو وہ کتاب ادھوری سمجھی جائے گی ،اس لئے خیال آیا کہ ان رسائل کے ساتھ ایک مختصر سا رسالہ وہاں کے مقامات کے تعارف میں بھی جمع کروں۔

بیت المقدس کے مقامات میں قبۃ الصخرۃ کی اہمیت بہت زیادہ سمجھی جاتی ہے،اس کے فضائل بھی بہت کثرت سے آئے ہیں،(معلوم نہیں ان احادیث کی سندی حیثیت کیا ہے؟)اس لئے اس کے فضائل تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

قبۃ الصخرہ کے بعد مقام خلیل' کا ذکر ہے، یہ وہ مقام ہے جہاں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ان کے صاحبزادے اوران کے اہل خاندان مدفون ہیں۔ یہ بھی بڑی قابل قدر اور لائق زیارت زمین کا حصہ ہے۔تابوت سکینہ یہود کی وہ قیمتی پونجی ہے جس کے گم ہونے کے بعد گویا ان کی قسمت ہی بدل گئی ،اس کا بھی قدرے تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔

پھر حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کے مقام ولادت ''بیت اللحم'' کے متعلق بھی چند باتیں لکھی گئی ہیں۔اس کے بعد اور چند مفید مواضع اوران کی مختصر تاریخ ذکر کی گئی: مغادرۃ الارواح' قبۃ السلسلہ' مصلی سلیمان' روضہ سلیمان' دیوار براق یا دیوار گریہ وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالی اس مختصر رسالہ کو قبول فرمائے اور بار بار قدس شریف اور فلسطین اور مسجد اقصی کی حاضری نصیب فرمائے ،آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

قبۃ الصخرہ

قبۃ الصخرہ:......خانہ کعبہ اور گنبد خضراء کے بعد روئے زمین پر ''قبۃ الصخرہ'' مسلمانوں کے لئے مقدس ترین مقام ہے۔صخرہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی چٹان کے ہیں۔

اس وقت عام طور پر جو تصویر مسجد اقصی کی مشہور ہے اور اشتہارات میں اسی نام سے شائع ہوتی رہتی ہے،وہ مسجد اقصی نہیں بلکہ وہ صخرۂ بیت المقدس کی تصویر ہے،اس عمارت میں صخرہ موجود ہے،اور اس کے نیچے وہ بابرکت غار ہے جس کو معبد انبیاء کہا جاتا ہے۔

اس چٹان کے متعلق بہت سی روایات ہیں:

صخرہ سارے پتھروں کا سردار ہے

(۱)......عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه قال:سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول:سیدة البقاع بیت المقدس وسید الصخور صخرة بیت المقدس۔

ترجمہ:......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:بیت المقدس کی جگہ ساری جگہوں کی سردار ہے،اور سارے پتھروں کا سردار بیت المقدس کا صخرہ ہے۔

صخرہ جنت سے ہے

(۲)......عن عمر المزنی رضی الله عنه قال : سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : الصخرة من الجنة ۔

ترجمہ:......حضرت عمر مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:صخرہ جنت سے ہے۔

(۳)......عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: صخرة بیت المقدس من صخور الجنة۔

ترجمہ:......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: صخرۂ بیت المقدس جنت کے صخروں میں سے ہے۔

بیت المقدس کی چٹان کہاں ہے؟

(۴)......عن عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: لصخرة صخرة بیت المقدس علی نخلة، والنخلة علی نهر من انهار الجنة، وتحت النخلة آسیة بنت مزاحم امراة فرعون' ومریم بنت عمران' تنظمان سموط اهل الجنة الی یوم القیامة۔ (کنز العمال، رقم الحدیث: ۳۴۴۰۷)

ترجمہ:......حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چٹان' چٹان بیت المقدس کی کھجور کے درخت پر ہے، اور کھجور کا درخت جنت کے نہروں میں سے ایک نہر پر ہے، اور کھجور کے درخت کے نیچے (حضرت) آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی اور (حضرت) مریم بنت عمران قیامت تک جنت والوں کے لئے ہار پروتی رہیں گی۔

چار مشہور نہریں' صخرہ سے نکلتی ہیں

(۵)......عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: الانهار اربعة: سیحان وجیحان والنیل والفرات، فأما سیحان فنهر بلخ' واما جیحان فدجلة' واما النیل مصر' واما الفرات ففرات الکوفة، فکل مایشربه ابن آدم فهو من هذه الاربعة الانهار تخرج من تحت الصخرة۔

ترجمہ:...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: نہریں چار ہیں: سیحان، جیحان، نیل اور فرات۔ بہر حال سیحان تو بلخ کی نہر ہے اور جیحان دجلہ کی، نیل مصر کی اور فرات کوفہ کی، سارے انسان (اور جانور بھی اس میں شامل ہیں، ممکن ہے تعظیما صرف انسان کو بیان کیا ہو) جو پانی پیتے ہیں وہ انہیں نہروں سے آتا ہے، اور یہ نہریں صخرہ سے نکلتی ہیں۔

نہریں، بادل، سمندر اور ہوائیں صخرہ کے نیچے سے چلتی ہیں

(۶)...... عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: الانهار كلها والسحاب والبحار الرياح من تحت صخرة بيت المقدس ۔

ترجمہ:...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ساری نہریں اور سارے بادل اور سارے سمندر اور ہوائیں بیت المقدس کے صخرہ کے نیچے سے چلتی ہیں۔

آپ ﷺ کے عروج الی السماء کی جگہ صخرہ ہے

(۷)...... عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لما اسری بی الی البيت المقدس، مر بی جبريل عليه السلام الی قبر ابراهيم عليه السلام فقال: انزل صل ههنا ركعتين، فان ههنا قبر ابراهيم عليه السلام، ثم مر بی بيت لحم فقال: انزل فصل ههنا ركعتين، فان ههنا ولد اخوک عيسی عليه السلام، ثم اتی بی الصخرة فقال: من ههنا عرج ربک الی السماء، فالهمنی الله ان قلت نحن بموضع عرج منه ربی الی السماء، فصليت بالنبيين ثم عرج بی الی السماء ۔

ترجمہ:...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب

میرا معراج کے سفر میں مسجد اقصی کی طرف جانا ہوا تو جبرئیل علیہ السلام مجھے لے کر حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر پر سے گذرے اور فرمایا: یہاں اتریئے اور دو رکعت ادا فرمائیے، اس لئے کہ یہاں حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر مبارک ہے، پھر بیت اللحم پر گذر ہوا تو فرمایا: یہاں اتریئے اور دو رکعت ادا فرمائیے، اس لئے کہ یہ آپ کے بھائی حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت کا مقام ہے، پھر مجھے صخرہ کے پاس لائے اور فرمایا کہ: یہاں سے آسمان کی طرف آپ کے رب نے آپ کا عروج کروایا، اللہ تعالی نے مجھے الہام کیا کہ ہم آپ ﷺ عروج الی السماء کی جگہ پر ہیں' پس میں نے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھی پھر مجھے آسمان کی طرف لے جایا گیا۔

آپ ﷺ نے صخرہ کے داہنی جانب نماز پڑھی

(۸)......عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ و عن ابی سعید رضی اللہ عنھما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: صلیت لیلۃ اسری بی الی بیت المقدس عن یمین الصخرۃ۔

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے بیت المقدس میں معراج کی رات صخرہ کے داہنی جانب نماز پڑھی۔

صخرہ میں ایک ہزار رکعتیں پڑھنے پر دنیا ہی میں جنت کی بشارت

(۹)......عن عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ: من صلی فی بیت المقدس الف رکعۃ عن یمین الصخرۃ وعن یسارھا دخل الجنۃ قبل موتہ، (یعنی یراھا فی منامہ)۔

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: جو بیت المقدس کے صخرہ

میں دائیں یا بائیں ایک ہزار رکعتیں پڑھے تو موت سے پہلے جنت میں داخل ہوگا، (یعنی موت سے پہلے ہی جنت میں اپنا مقام دیکھ لے گا)۔

صخرہ میں دائیں جانب سے داخل ہو

(۱۰)......عن الحوشی رحمه الله قال : اذا دخلتم الصخرة يصنعوها عن ايمانكم۔

ترجمہ:......حضرت حوشی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: جب تم صخرہ میں داخل ہوتو اس طرح داخل ہو کہ صخرہ کو اپنے دائیں جانب رکھو۔

صخرہ کی زیارت پر اللہ تعالی کی طرف سے بشارت

(۱۱)......عن وهب بن منبه رحمه الله قال : قال الله لصخرة بيت المقدس : انت عرشي الادنى منك استويت الى السماء ' وفيك جنتي و ناري' وفيك جزائي و عقابي ، فطوبى لمن رآك ثم طوبى لمن رآك ثم طوبى لمن رآك۔

ترجمہ:......حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: اللہ تعالی نے بیت المقدس کے صخرہ سے فرمایا: تو میرا قریبی عرش ہے' تیرے ذریعہ میں آسمان پر مستوی ہوا، اور تجھ ہی میں میری جنت اور جہنم ہے، اور تجھ ہی میں میری جزا اور سزا ہے، پس بشارت ہو اس کے لئے جو تیری زیارت کرے' پھر بشارت ہو اس کے لئے جو تیری زیارت کرے، پھر بشارت ہو اس کے لئے جو تیری زیارت کرے۔

صخرہ میں نماز اور دعا پر گناہوں سے معافی کا وعدہ

(۱۲)......عن كعب رحمه الله قال :من اتى بيت المقدس' فصلى فيه عن يمين الصخرة و شمالها' ودعا' خرج من ذنوبه كيوم ولدته امه، وان سأل الله تعالى

الشهادة اعطاها اياها۔

ترجمہ:......حضرت کعب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: جو بیت المقدس آئے اور اس میں صخرہ کے دائیں اور بائیں نماز پڑھے اور دعا کرے، تو گناہوں سے اس طرح پاک ہوجاتا ہے جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو، اور اگر اللہ تعالیٰ سے شہادت طلب کرے تو اللہ اسے شہادت عطا فرمائیں گے۔

مقام صخرہ محشر ہے' جنت ہے' میزان کی جگہ ہے

(١٣)......عن كعب رحمه الله قال : ان الله تبارك و تعالى نظر الى الارض فقال : انى واطىء على بعضك ' فاستبقت اليه الجبال' وتضعضعت الصخرة فشكر ذلك' فوضع عليها قدمه فقال : هذا مقامى' و محشر خلقى' وهذه جنتى' وهذه نارى' وهذا موضع ميزانى' وانا ديان الدين۔

ترجمہ:......حضرت کعب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے زمین کی طرف نظر کی پھر فرمایا: میں تیرے بعض حصے کو ہموار کرنے والا ہوں، تو پہاڑوں نے جلدی اور سبقت کی اور صخرہ نے تواضع اور عاجزی کی اور اس پر شکر کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنا قدم مبارک رکھا اور فرمایا: یہ میرا مقام ہے' اور میری مخلوق کے جمع ہونے کی جگہ ہے' اور یہ میری جنت' اور یہ میری جہنم ہے' اور یہی میرے میزان کی جگہ ہے' اور میں دین کا فیصلہ کرنے والا ہوں۔

''الدیان'':......اللہ کا نام ہے، فیصلہ کرنے والا' قاضی، حکمران، اچھا یا برا بدلہ دینے والا، حساب لینے والا (خدا) قہار' قہر و غضب والا۔

جنت بالکل صخرہ کے برابر اور سیدھ میں ہے

(١٤)......عن كعب رحمه الله قال : ان الكعبة باز عن البيت المعمور فى السماء

السابعة الذی تحجه الملا ئکة ' لو وقعت منه احجار وقعت علی الکعبة 'وان الجنة من السماء السابعة بازاً بیت المقدس' لو وقع منها حجر لوقع علی الصخرة ۔

ترجمہ:......حضرت کعب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: بیشک کعبہ ساتویں آسمان میں بیت المعمور کے بالکل برابر اور سیدھ میں ہے جس کا فرشتے حج کرتے ہیں، اگر پتھر وہاں سے گرے تو سیدھے کعبہ شریف پر گرے، اور ساتویں آسمان پر جنت بیت المقدس کے بالکل سامنے اور برابر ہے، اگر وہاں سے کوئی پتھر گرے تو سیدھے صخرہ پر گرے گا۔

شریں اور میٹھے پانی کے نکلنے کی جگہ صخرہ ہے

(۱۵)......عن کعب رحمه الله قال :ما من ماء عذب الا یخرج من تحت صخرة بیت المقدس۔

ترجمہ:......حضرت کعب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: سارے ہی شیریں اور میٹھے پانی بیت المقدس کے صخرہ سے نکلتے ہیں۔

(۱۶)......عن کعب رحمه الله قال :یقول الله لصخرة بیت المقدس: انت عرشی الاولی' و من تحتک بسطت الارض' ومن تحتک جعلت عذب الماء' یطلع الی رؤوس الجبال۔

ترجمہ:......حضرت کعب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: اللہ تعالی نے بیت المقدس کے صخرہ سے فرمایا: تو میرا پہلا عرش ہے، اور تیرے نیچے میں نے زمین کو پھیلایا ہے، اور تیرے نیچے میں نے میٹھا پانی رکھا ہے، وہیں سے پانی پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچتا ہے۔

صخرہ پر میزان قائم ہوگا، اور وہی بندوں کے درمیان فیصلہ ہوں گے

(۱۷)......عن ابی ادریس الخولانی رحمه الله قال : یحول الله صخرة بیت

المقدس مرجانة کعرض السماء‘ ثم یضع علیه عرشه‘ ویضع علیه المیزان‘ ویقضی بین عباده‘ ویصیرون منها الی الجنة۔

ترجمہ:......حضرت ابوادریس خولانی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: اللہ تعالی بیت المقدس کے صخرہ (پتھر) کو (چوڑائی میں) موتی سے بدل دیں گے‘ آسمان کی چوڑائی کی طرح، پھر اس پر اپنا عرش رکھیں گے، اور اس پر میزان قائم فرمائیں گے، اور اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے، اور اسی سے وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

صخرہ کی چھت پر نماز خلاف ادب ہے

(۱۸)......عن البحتری القاضی رحمه الله قال :تکره الصلاة فی سبعة مواطن: علی ظهر الکعبة ‘ وعلی الصخرة‘ وعلی طور سیناء‘ وعلی الصفا والمروة‘ وعلی الحمرة وعلی جبل عرفات۔

ترجمہ:......حضرت قاضی بختری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: نماز سات جگہوں میں مکروہ ہے: کعبہ شریف کی چھت پر‘ صخرہ پر‘ طور سیناء پر‘ صفا اور مروہ پہاڑی پر‘ حمرہ پر اور جبل عرفات پر۔

یعنی ان سات جگہوں کی چھتوں کے اوپر نماز پڑھنا خلاف ادب اور کراہت سے خالی نہیں۔

اذا دعاکم دعوة‘ کا اعلان صخرہ سے ہوگا

(۱۹)......عن ابی الحسن علی بن احمد الواحدی رحمه الله قال فی قوله تعالی : ﴿ثم اذا دعاکم دعوة من الارض اذا انتم تخرجون﴾ بدعوة اسرافیل (علیه السلام) من صخرة بیت المقدس‘ حین ینفخ فی الصور بامر الله لبعث بعد الموت۔

ترجمہ:......حضرت ابوالحسن علی بن احمد واحدی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: انہوں نے اللہ تعالی کے ارشاد: ''پھر جب وہ ایک پکار دے کر تمہیں زمین سے بلائے گا تو تم فوراً نکل پڑو گے'' کی تفسیر میں فرمایا کہ: اس سے مراد بیت المقدس کے صخرہ پر سے حضرت اسرافیل علیہ السلام کا صور پھونکنا مراد ہے، کہ وہ اللہ تعالی کے حکم سے موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے لئے صور پھونکیں گے۔

حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیشہ صخرہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی، حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد تمام انبیاء بنی اسرائیل (علیہم الصلوۃ والسلام) نے بھی صخرہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔

صخرہ میں داخل ہونے کے آداب

علماء نے لکھا ہے کہ: صخرہ میں داخل ہونے کے آداب میں سے یہ ہے کہ: اس طرح داخل ہو کہ صخرہ کو اپنی داہنی جانب رکھے تاکہ طواف بیت اللہ کی شکل نہ ہو جائے، اور اس پر ہاتھ رکھے، مگر اس کو بوسہ نہ دے، پھر دعا کرے، اور ممکن ہو تو صخرہ کے نیچے (غار) میں اترے، اور وہاں دعا میں خوب کوشش کرے، اس لئے کہ اس جگہ دعا انشاء اللہ قبول ہوگی۔

ہر پریشانی سے نجات کے لئے حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کی دعا

زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: صخرہ کی چابی ہمیشہ حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ و السلام کے پاس رہتی تھی، اور آپ کسی پر اعتماد نہیں کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ نے اسے کھولنے کی کوشش کی، تو کھول نہ سکے، تو آپ نے انسانوں سے مدد چاہی تاکہ کھولنے میں آسانی ہو، مگر پھر بھی صخرہ کا دروازہ نہ کھلا' تو جنات سے مدد طلب کی پھر بھی نہ کھلا، بالآخر آپ غمگین ہو کر بیٹھ گئے کہ اللہ تعالی کوئی راستہ نکالیں گے، اسی دوران ایک بوڑھے

آدمی عصا پر ٹیک لگائے ہوئے آئے جو حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کے صحبت یافتہ اور ان کی مجلس میں شرکت کرنے والوں میں سے تھے اور کہا: کیوں میں آپ کو غمگین دیکھ رہا ہوں؟ آپ نے فرمایا: مجھ سے یہ دروازہ نہ کھلا' حتی کہ انس وجن کے تعاون سے بھی نہ کھل سکا، تو انہوں نے کہا: کیا میں آپ کو ایسے کلمات نہ سکھاؤں جو آپ کے والد حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام ہر پریشانی اور کرب میں پڑھا کرتے تھے، اور اللہ تعالی ان کی برکت سے ان کی پریشانی دور فرمادیتے تھے، تو حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ضرور سکھلادیں، انہوں نے کہا: یہ کلمات پڑھا کرو:

''اَللّٰھُمَّ بِنُوْرِکَ اِھْتَدَیْتُ، وَبِفَضْلِکَ اِسْتَغَنْتُ، وَ بِکَ اَصْبَحْتُ، وَاَمْسَحْتُ ذُنُوْبِیْ بَیْنَ یَدَیْکَ، اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ''

جب حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کلمات کو پڑھا تو دروازہ کھل گیا۔

حضرت ابوالمعالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: بہتر یہ ہے کہ اس دعا کو پڑھ کر صخرہ اور مسجد اقصی کے دروازے سے داخل ہو۔

سید محمد قاسم صاحب نے چند اور روایات بھی ذکر کی ہیں:

(۲۰)......جن میں ایک یہ ہے کہ: حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے بھی دو ہزار سال پہلے فرشتوں نے اس کا طواف کیا تھا۔

(۲۱)......دوسری روایت یہ ہے کہ: طوفان نوح کے بعد حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام کی کشتی اسی چٹان پر آکر رکی تھی۔

(۲۲)...... یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: قیامت کے دن حضرت اسرافیل علیہ السلام اسی پر کھڑے ہوکر صور پھونکیں گے۔

اکثر مفسرین اور محدثین کے مطابق صخرہ جنت سے بھیجی ہوئی ایک چٹان ہے، اس لئے اسے ''بیت الجنت'' بھی کہا جاتا ہے۔

(۲۳)......ایک روایت یہ بھی ہے کہ: نبی کریم ﷺ تک تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے اس چٹان پر عبادت کی ہے۔

(۲۴)......ایک اور روایت یہ ہے کہ: یہی چٹان ہے جس پر حضرت داؤد علیہ الصلوۃ و السلام کے زمانہ میں یہودی اپنی قربانیاں لاکر رکھ دیا کرتے تھے' اور آسمان سے آنے والی آگ کا شعلہ اس کو جلا کر راکھ کر دیتا تھا، جو ان کی قربانیوں کے قبول ہونے کی علامت سمجھی جاتی تھی۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے ابن منصور کی روایت سے یہ بھی لکھا ہے کہ: صخرہ بیت المقدس حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کے عہد میں بارہ ہزار ہاتھ بلند تھا، اس پر ایک معبد تھا' جو صندل کی لکڑی سے بنا ہوا تھا، اس میں لعل و یاقوت سے کام لیا گیا تھا، جب بخت نصر نے بیت المقدس کو تاراج کیا تو سب کچھ لوٹ کر ساتھ لے گیا۔

قبۃ الصخرہ' کی تعمیر کے متعلق بھی متضاد روایات بیان کی جاتی ہیں، یہودی اور عیسائی بھی اسے مقدس اور اپنا قبلہ مانتے ہیں، لیکن ''عہد نامہ قدیم'' میں اس کا ذکر نہیں ہے، البتہ ''تالمود'' میں تذکرہ آیا ہے۔

آپ ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ ایک طویل عرصہ تک مکہ مکرمہ میں اور ۱۶/۱۷ / ماہ مدینہ منورہ میں صخرہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کیا کرتے تھے، بالآخر اللہ تعالی کے حکم پر مسجد حرام کو اپنا قبلہ بنایا۔

روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ شب معراج کو یہاں سے ہی براق پر سوار ہو کر

آسمانوں کی طرف تشریف لے گئے تھے، اور اسی چٹان کے پہلو میں انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی امامت فرمائی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس کے مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہونے کے بعد یہاں آئے تو انہوں نے الصخرہ میں نماز ادا کی' اور ایک مسجد کی تعمیر کا حکم دیا، یہ مسجد تاریخ میں ''مسجد عمرؓ'' کے نام سے مشہور ہے۔ آج کل چٹان پر ایک آٹھ پہلو عمارت ہے جسے اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے تعمیر کرایا تھا، مؤرخ سبط الجوزی اپنی کتاب ''مراۃ الزمان'' میں بیان کرتا ہے کہ: عبدالملک نے سلطنت کے بہترین کاریگروں کے ذریعے اس کی تعمیر ۶۹ھ/۶۸۷ء میں شروع کرائی جو ۷۲ھ/۶۹۰ء کو تکمیل تک پہنچی۔ عبدالملک نے صخرہ کی تعمیر کے لئے مصر کا سات سال کا خراج وقف کر دیا، اور حرم کی تعمیر کے بعد تین سو خدام اس کی خدمت کے لئے مقرر کئے۔

خلیفہ عبدالملک کے بعد عباسی خلیفہ المامون کی ہدایت پر اس کے بھائی ابواسحاق نے (جو بعد میں معتصم کے نام سے خلیفہ ہوا) گنبد کی مرمت وتزئین کی، کیونکہ صخرہ کی عمارت کو نقصان پہنچا تو فاطمی خلیفہ الظاہر کے حکم سے اس کی مرمت ہوئی۔

۱۱۸۷ء میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو فتح کیا تو اس نے حرم مقدس کی تعمیر وتزئین نو کا کام کرایا، خاندان ایوبی کے بعد فرمانرواؤں نے اس عمارت کی تجدید' مرمت اور آزائش میں حصہ لیا۔ ملوک وسلاطین نے بھی اس مقدس عمارت کی خدمت گزاری اور تزئین میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ سولہویں صدی کے ربع اول میں بیت المقدس عثمان ترکوں کے قبضہ میں آ گیا، عثمانی سلاطین نے عمارت کی تزئین وآرائش اور تعمیر و مرمت پر کافی توجہ دی۔ ۱۹۱۹ء میں یہود نے بیت المقدس پر قبضہ کی کوشش کے دوران قبۃ

الصخرہ اور مسجد اقصی کو شدید نقصان پہنچایا۔شاہ اردن کی اپیل پر عالم اسلام کی مدد سے اس نقصان کی تلافی کے لئے ۱۹۵۸ء میں تعمیر ومرمت کا کام شروع کرایا جو اپریل ۱۹۶۴ء کو پایہ تکمیل کو پہنچایا گیا اور اس پر تین لاکھ بیس ہزار پاؤنڈ صرف ہوئے۔

مشہور ماہر فن تعمیر جیمز فرگیسن لکھتا ہے:

’’میں نے ہندوستان‘ یورپ اور دنیا کے دیگر مقامات میں بہت سی شاندار عمارتیں دیکھی ہیں، لیکن میں نے قبۃ الصخرہ جیسی شان وشوکت والی عمارت کہیں نہیں دیکھی‘‘۔

ایک یہودی مؤرخ پروفیسر ہیرلوئیس بھی اپنی تالیف ’’یروشلم کے اماکن مقدسہ‘‘ میں قبۃ الصخرہ کی عظمت کا اعتراف اس طرح کرتا ہے:

’’اس میں کوئی شک نہیں کہ گنبد صخرہ دنیا کی حسین ترین عمارت ہے۔

قبۃ الصخرہ اسلامی فن تعمیر کی بے نظیر مثال ہے۔صخرہ کا صحن شمالاً جنوباً: ۱۳۵/ ہاتھ، شرقاً غرباً: ۲۸۹/ ہاتھ ہے، صحن مسجد سے سات ہاتھ اونچا ہے، سیڑھیاں چڑھ کر صخرہ کے چبوترے میں داخل ہوتے ہیں۔صحن میں چاروں طرف سات قبے ہیں، جن کے نام: قبۃ الارواح‘ قبۃ الخضر‘ قبہ نج نج‘ قبۃ السلسلہ‘ قبۃ المریم‘ قبۃ المعراج‘ جس کے متعلق مشہور ہے کہ شب معراج میں نبی کریم ﷺ اسی قبہ سے آسمان کی طرف تشریف لے گئے تھے اور اس کے پہلو میں قبۃ الصلوۃ جہاں نبی کریم ﷺ نے تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی امامت فرمائی تھی۔

وسط صحن میں قبۃ الصخرہ ہے‘ جو بیش قیمت سنگ مرمر کے سولہ ستونوں پر قائم ہے، اکیاون ہاتھ اونچا اور رنگ برنگ کے شیشوں سے آراستہ ہے،فرش کا قطر دوسو چالیس ہاتھ ہے اور نیچے دو چھتیں ہیں، چھت زیریں لکڑی کی ہے اور طلائی روغن سے نہایت خوش نما

آراستہ ہے، بالائی چھت سیسہ اور دوسری دھاتوں سے بنی ہوئی ہے، چار سمت چار دروازے ہیں، شمالی دروازہ کو ''باب الجنۃ'' کہتے ہیں، زائرین اسی دروازے سے داخل ہوتے ہیں۔اس کی ہموار سطح کے متعلق روایت ہے کہ: شب معراج کو اللہ تعالی نے صخرہ کو قوت گویائی دی اور اس مقام سے نبی کریم ﷺ کو سلام کی آواز آئی اور اس کا نام ''لسان صخرہ'' پڑ گیا۔ یہاں سے سیڑھیاں نیچے غار کو جاتی ہیں۔ سیڑھیوں سے اتر کر داہنے ہاتھ جو محراب ہے وہ حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام سے منسوب ہے، اس کے قریب ایک محراب حضور اکرم ﷺ سے منسوب ہے، اس سے متصل حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام کی محراب ہے، اس کے قریب مسند حضرت جبرئیل علیہ السلام اور محراب حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام ہے، اوران سے متصل حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کی محراب ہے۔

صخرہ کا خوبصورت گنبد سنگ مرمر کے بارہ ستونوں اور سنگ خاراں کے چار چوکور ستونوں پر قائم ہے، پوری عمارت کی چھت جس گنبد پر واقع ہے وہ سنگ مرمر کے آٹھ اور رنگین پتھروں کے سولہ ستونوں پر کھڑا ہے۔

صخرہ کی عمارت' بیت المقدس شہر میں سب سے اونچی ہے، اور یہ شہر کے اندرون اور بیرون سے اپنی پوری آب وتاب سے نظر آتا ہے، نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ: اس مقام پر جو نماز ادا کی جائے گی اس کا ثواب: ۲۵/ ہزار نمازوں کے برابر ہے۔

نوٹ:......فضائل صخرہ کی تمام روایتیں: علامہ محمد بن عبد الواحد بن احمد المقیسی رحمہ اللہ کی ''فضائل بیت المقدس'' اور ابو الفرج عبد الرحمٰن ابن الجوزی رحمہ اللہ کی ''تاریخ بیت المقدس'' اور سید قاسم محمود کی ''اسلامی انسائیکلوپیڈیا'' سے ماخوذ ہیں۔

ان روایات کی صحت وضعف کی تحقیق نہیں ہوسکی، انہیں کتابوں اور ان کے جلیل

القدر مصنفین پر اعتماد کر کے نقل کی گئی ہیں۔

ہاں اس بات کی وضاحت بھی مناسب ہے کہ امام ابن القیم رحمہ اللہ (گرچہ احادیث کی تحقیق کے بارے میں ان کا تشدد مشہور ہے) نے صخرہ کی فضائل کی تمام حدیثوں کو جھوٹا قرار دیا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''وکل حدیث فی الصخرة فهو کذب مفتری، والقدم الذی فیها کذب موضوع مما عملته ایدی المزورین یروِّجون لها لیکثر سواد الزائرین''۔ (المنار المنیف ص ۸۷)

یعنی صخرہ کے متعلق تمام احادیث جھوٹی اور من گھڑت ہیں، اور اس میں آپ ﷺ کے قدموں کے جو نشانات بتائے جاتے ہیں وہ بھی جھوٹے ہیں اور جھوٹے لوگوں کی طرف سے بنائے گئے ہیں، اور وہی انہیں مشہور بھی کرتے ہیں تا کہ زائرین کی تعداد میں اضافہ ہو۔

اسی طرح ناصر الدین البانی صاحب (ویسے ان کی رائے ہمارے علماء محققین کے نزدیک کوئی حجت نہیں رکھتی، اور احادیث کے صحت وضعف کے بارے میں ان کی تحقیق کی کوئی اہمیت نہیں ہے) لکھتے ہیں:

''الفضیلة للمسجد الاقصی' ولیست للصخرة، وما ذکر فیها لا قیمة لهم اطلاقا من الناحیة العلمیة''۔

فضیلت صرف مسجد اقصی کی ہے، صخرہ کی نہیں، اور اس کے متعلق جو کچھ ذکر کیا جاتا ہے اس کی علمی طور پر کوئی قیمت نہیں ہے۔ (مسجد اقصی ص ۵۵ حصہ دوم)

مقام خلیل ...... یا مقام ...... حبرون

سفر معراج میں ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر پر آپ ﷺ کا نماز پڑھنا

الخلیل وہ بابرکت مقام ہے جہاں سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی کا ایک

طویل زمانہ گذرا، یہیں پر آپ کی قبر مبارک ہے، اس سرزمین پر حضرت نبی پاک ﷺ نے شب معراج میں نماز ادا فرمائی، اور نہ جانے کتنے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ و السلام اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کے قدم مبارک یہاں پڑے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ: سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے اس زمین کے مالک یا بادشاہ سے ایک قطعہ خریدنے کی درخواست کی تاکہ آپ کے اہل خانہ اور اہل خاندان کی تدفین یہاں ہو سکے، بادشاہ نے بلاثمن کے اختیار دیا کہ جہاں چاہے آپ قبر کے لئے جگہ کا انتخاب فرمالیں، آپ نے بغیر قیمت کے زمین لینے سے انکار فرمایا، کیونکہ آپ تو ایک چھوٹا سا قطعہ اور گڑھا چاہتے تھے، زیادہ وسیع زمین کے طالب نہیں تھے، بادشاہ نے سوچا کہ بلا قیمت تو لینے پر تیار نہیں ہے تو زمین کی قیمت اس قدر زیادہ طے کروں کہ آپ اس کی ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھ سکیں، اور بلا قیمت وصول فرمالیں، تو بادشاہ نے کہا: ٹھیک ہے میں آپ کو چار سو درہم میں دوں گا، اور ہر درہم پر مزید پانچ درہم کا اضافہ کیا، سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام اس کی بات سن کر وہاں سے لوٹے ہی تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور اس قدر رقم آپ کو عنایت فرمائی جتنی باشاہ نے طلب کی تھی، چنانچہ آپ نے مطلوبہ رقم ادا فرمائی، اس طرح حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ و السلام نے اپنی خریدی ہوئی زمین میں سب سے پہلے اپنی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو دفن کیا، اس کے بعد خود اسی میں دفن کیئے گئے، پھر حضرت اسحٰق علیہ الصلوۃ والسلام پھر حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام' پھر حضرت ربعہ رضی اللہ عنہا اس طرح آپ کی اولاد اور اہل خاندان وہاں دفن ہوتے رہے، پھر ان قبروں پر کتبے اور نشانات بھی لگا دیئے گئے کہ یہ کن کن کی قبریں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: جب اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی زوجہ محترمہ کی وفات کے وقت دنیا کی زمین کی طرف اشارہ کیا کہ: میں تیری پشت پر اپنے دوست (کی بیوی) کو دفن کرنے والا ہوں، تو زمین میں زبردست اضطراب کی کیفیت پیدا ہوگئی، اور پہاڑوں نے شیخی اور بڑائی کی، البتہ حبرون کی زمین کے اس قطعہ نے تواضع کا مظاہرہ کیا، تو اللہ تعالی نے اس سے مخاطب ہوکر فرمایا: اے حبرون کی زمین! تو میری پاکیزہ جگہ ہے، تو میرے علم کا خزانہ ہے، اور تجھ پر میری رحمت اور برکت ہوگی، اور تجھ پر میرے نیک بندوں کا حشر ہوگا، بشارت ہو اس کے لئے جو تجھ پر میرے لئے سجدہ کرتے ہوئے اپنی پیشانی رکھے، میں اس کو اپنے قدس کی حاضری سے سیراب کروں گا اور قیامت کبری میں پریشانی کے خوف سے امن دوں گا۔

حضرت کعب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام جب بیت المقدس کی بنا سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالی نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ: میرے خلیل کی قبر پر نشانی بنا دیں، تو حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے مقام رامہ پر علامت بنائی، اللہ تعالی نے فرمایا کہ: یہ وہ جگہ نہیں ہے، لیکن آسمان اور زمین کے درمیان دیکھئے! ایک نور معلق نظر آئے گا، وہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے دفن کا مقام ہے، جب حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے دیکھا تو مقام حبرون میں وہ نظر آیا، اس سے آپ سمجھ گئے کہ اسی جگہ کا قصد ہے۔

(۱)......عن ابی هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لما اسرى بى الى البيت المقدس، مر بى جبريل عليه السلام الى قبر ابراهيم عليه السلام فقال : انزل صل ههنا ركعتين، فان ههنا قبر ابراهيم عليه السلام۔

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میرا معراج کے سفر میں مسجد اقصی کی طرف جانا ہوا تو جبرئیل علیہ السلام مجھے لے کر حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر پر سے گذرے اور فرمایا: یہاں پر اتریں اور دو رکعت ادا فرمائیے، اس لئے کہ یہاں حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر مبارک ہے۔

(۲)......حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: آخری زمانہ میں لوگ حج کے لئے جائیں گے تو ایک پہاڑ درمیان میں حائل ہو جائے گا، تو اگر اس صورت میں کوئی حج کو نہ پہنچ سکے تو اسے چاہئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر کی زیارت کر لے، اس لئے کہ اس کی زیارت (ثواب میں) حج کے برابر ہے۔

(۳)......حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جس نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر کی زیارت کی، اور اس کی وہاں حاضری میں کوئی اور نیت نہ ہو تو قیامت کے دن وہ فزع اکبر سے مامون رہے گا، اور جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر کی زیارت کرے گا اللہ تعالی اسے (قیامت کے دن) حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ جمع کریں گے۔

(۴)......حضرت کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جس نے بیت المقدس اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر کی زیارت کی، اور اس میں پانچ نمازیں پڑھی، پھر اللہ تعالی سے کسی چیز کا سوال کیا، تو اللہ تعالی اسے وہ چیز عطا فرمائیں گے۔

(۵)...... یہ بھی مروی ہے کہ: جو حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت سارہ حضرت ربعہ اور حضرت لیقہ، علیہم الصلوۃ والسلام کی قبر کی زیارت کرے، اللہ تعالی اس کے بدلے میں اسے دنیا میں ہمیشہ کی عزت و کرامت اور دائمی اور وسیع رزق عطا فرمائیں

گے، اور (آخرت میں) اس کو ابرار کے درجہ میں پہنچائیں گے، اور اس کے گناہ معاف فرمادیں گے، اور موت سے پہلے اسے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی (خواب میں) زیارت نصیب ہوگی، اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام اس کو بشارت دیں گے کہ: اللہ تعالیٰ نے تیری مغفرت فرمادی۔

(۶)...... حضرت عبد اللہ بن سلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ و السلام کی قبر کی زیارت فقراء کے لئے حج کے برابر ہے، یا انبیاء کے درجات کے برابر ہے۔

نوٹ:...... یہ تمام روایتیں: علامہ محمد بن عبد الواحد بن احمد المقیسی رحمہ اللہ کی ''فضائل بیت المقدس'' اور ابو الفرج عبد الرحمٰن ابن الجوزی رحمہ اللہ کی ''تاریخ بیت المقدس'' سے ماخوذ ہیں۔

زیارت قبر شریف کے آداب

علماء نے لکھا ہے کہ: حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر کی زیارت کے آداب میں سے یہ ہیں کہ:

(پہلا)...... یہ ہے کہ: نیت کو خالص کرے (ریاء اور کوئی غرض وغیرہ نہ ہو)۔

(دوسرا)...... یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ سے توفیق اور مدد طلب کرے۔

(تیسرا)...... یہ ہے کہ: جانے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔

(چوتھا)...... یہ ہے کہ: کوئی بے ادبی کا کام نہ کرے، اس لئے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

(پانچواں)...... یہ ہے کہ: قبر کا قصد کرے اور پورے وقار اور سکون کے ساتھ حاضر ہو۔

(چھٹا)...... یہ ہے کہ: ذکر واستغفار زبان پر جاری ہو۔

(ساتواں)...... یہ ہے کہ: مسجد میں ادب کے ساتھ داخل ہو،اس طرح کے داہنا پاؤں پہلے داخل کرے،اوردعا پڑھے ''بسم الله الرحمن الرحيم،اعوذ بالله العظيم وبوجهه الكريم ، اللهم صل على محمد وعلى اٰل محمد، اللهم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک ''(اور یہ دعا ہر مسجد میں داخل ہوتے وقت پڑھنی چاہئے)۔

(آٹھواں)...... یہ ہے کہ: دورکعت تحیۃ المسجد پڑھے۔

(نواں)...... یہ ہے کہ: نماز سے فارغ ہوکر قبر مبارک پر حاضر ہوکر آپ پر سلام پیش کرے مکمل وقار اور سکون کے ساتھ جس طرح زندگی میں کرتا تھا۔

(دسواں)...... یہ ہے کہ: یہاں کثرت سے دعا کرے کہ یہ قبولیت دعا کی جگہ ہے،اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا وسیلہ چاہے،اور شفاعت کی درخواست کرے کہ جن لوگوں نے آپ کے توسل سے دعا کی ان کی دعا قبول ہوئی۔

انہیں آداب کے ساتھ اور حضرات انبیاء کرام مثلاً: حضرت اسحاق‘ حضرت یعقوب‘ حضرت یوسف علیہم الصلوۃ والسلام پر سلام پیش کرے، پھر حضرت سارہ‘ حضرت ربعہ رضی اللہ عنہما پر۔

تابوت سکینہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّأتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ط اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾۔(سورۂ بقرہ،آیت نمبر ۲۴۸)

ترجمہ:......اوران سے ان کے نبی نے یہ بھی کہا کہ: طالوت کی بادشاہت کی علامت یہ ہے

کہ تمہارے پاس وہ صندوق (واپس) آجائے گا جس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے سکینت کا سامان ہے، اور موسیٰ اور ہارون (علیہما الصلوٰۃ والسلام) نے جو اشیاء چھوڑی تھیں ان میں سے کچھ باقی ماندہ چیزیں ہیں۔ اسے فرشتے اٹھائے ہوئے لائیں گے اگر تم مؤمن ہو تو تمہارے لئے اس میں بڑی نشانی ہے۔ (آسان ترجمہ)

تفسیر:...... جب حضرت الیسع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ہوگئی تو مصر و فلسطین کے درمیان بحر روم پر آباد عمالقہ میں سے جالوت نامی جابر و ظالم حکمراں نے بنی اسرائیل کو مغلوب کر کے ان کی آبادیوں پر قبضہ کرلیا' اور ان کے بہت سے سرداروں اور قبیلہ کے معزز لوگوں کو گرفتار کر کے ساتھ لے گیا' اور باقی کو مغلوب کر کے ان پر خراج مقرر کر دیا' اور تورات کو بھی فنا کر دیا۔ بنی اسرائیل کے لئے یہ ایسا نازک دور تھا کہ نہ کوئی نبی و رسل ان میں موجود تھے اور نہ سردار و امیر، اور خاندان نبوت میں ایک حاملہ عورت کے علاوہ کوئی باقی نہ تھا، مگر اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان پر فضل فرمایا اور اس عورت کے بطن سے ایک بچہ پیدا ہوا' اس کا نام شموئیل رکھا گیا اور اس کی تربیت کا بار بنی اسرائیل کے ایک بزرگ نے اپنے ذمہ لیا۔ شموئیل نے اس سے تورات حفظ کی اور دینی تعلیم کے مدارج طے کئے، اور جب رشد و ہدایت کو پہنچے تو تمام بنی اسرائیل میں ممتاز اور نمایاں نظر آنے لگے، آخر اللہ تعالیٰ نے ان کو منصب نبوت سے سرفراز فرمایا اور بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت پر مامور کیا۔

(روح المعانی ص ۱۴۲ ج ۲)

جب شموئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں عمالقہ کی ظالمانہ شرارتیں اسی طرح جاری رہیں تو بنی اسرائیل نے ان سے درخواست کی کہ وہ ہم پر ایک بادشاہ (حاکم) مقرر کر دیں جس کی قیادت میں ہم ظالموں کا مقابلہ کریں اور جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ

دشمنوں کی لائی ہوئی مصیبت کا خاتمہ کر دیں۔

قرآن عزیز میں ہے کہ: جب بنی اسرائیل نے حضرت شموئیل علیہ الصلوۃ والسلام سے بادشاہ کے تقرر کا مطالبہ کیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ خوف ہے کہ ایسا نہ ہو جب تم پر کوئی بادشاہ مقرر کر دیا جائے، اور وہ تم کو دشمنوں کے مقابلہ کے لئے جہاد کا حکم دے تو تم بزدل ثابت ہو اور جہاد سے انکار کر جاؤ۔ بنی اسرائیل نے بڑی قوت کے ساتھ جواب دیا: یہ کیسے ممکن ہو کہ ہم جہاد سے انکار کر دیں جبکہ ہم یہ خوب جانتے ہیں کہ ہم کو دشمنوں نے بہت ذلیل کر دیا ہے، انہوں نے ہمیں ہمارے گھروں سے نکالا اور ہماری اولاد کو قید کیا۔

بہرحال حضرت شموئیل علیہ الصلوۃ والسلام کی درخواست پر طالوت کو جو علمی اور جسمانی دونوں لحاظ سے تم میں نمایاں ہیں، بادشاہ مقرر کر دیا۔ اس پر بنی اسرائیل ناگواری سے کہنے لگے یہ شخص تو غریب ہے، یہ کس طرح ہمارا بادشاہ ہوسکتا ہے؟ الغرض بنی اسرائیل کی رد و قدح یہاں تک پہنچی کہ انہوں نے حضرت شموئیل علیہ الصلوۃ والسلام سے مطالبہ کیا کہ: اگر طالوت کا تقرر من جانب اللہ ہے تو اس کے لئے خدا کی کوئی نشانی ہو، حضرت شموئیل علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اگر تم کو خدا کے اس فیصلہ کی تصدیق مطلوب ہو تو اتمام حجت کے لئے وہ بھی تم کو عطا کی جا رہی ہے، اور وہ یہ کہ جو متبرک صندوق (تابوت سکینہ) تمہارے ہاتھوں سے چھن گیا ہے، وہ طالوت کی بدولت تمہارے پاس واپس آجائے گا، اور حکمت الٰہی سے ایسا ہوگا کہ تمہاری دیکھتی آنکھوں سے فرشتے اسے اٹھا لائیں گے اور وہ دوبارہ تمہارے قبضہ میں آجائے گا۔

اس متبرک صندوق (تابوت سکینہ) میں تورات کا اصل نسخہ، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے عصاء اور لباس اور منّ کے مرتبان (اچار یا چٹنی رکھنے کے لئے چینی یا

مٹی کا برتن جس پر روغن کیا گیا ہو) محفوظ تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اور بنواسرائیل اس صندوق کو لڑائی کے وقت آگے رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ان کو فتح دیتا۔ جب جالوت بنی اسرائیل پر غالب آیا تو یہ صندوق بھی لے گیا، جب اللہ تعالیٰ کو اس صندوق کا پہنچانا منظور ہوا تو یہ کیا کہ وہ کافر جہاں اس صندوق کو رکھتے تھے وہاں وباء اور بلاء آتی' پانچ شہر ویران ہوگئے، ناچار اس صندوق کو واپس کردیا۔ اور قرآن کریم کے بیان کا حاصل تو یہ ہے کہ تابوت سکینہ کی واپسی طالوت کی حکمرانی کے لئے خدا کا ایک نشان تھا جو شموئیل (علیہ الصلوۃ والسلام) کے ہاتھوں پر اس طرح ظاہر کیا گیا کہ ملائکہ نے بنی اسرائیل کی آنکھوں دیکھتے اس کو طالوت کے سامنے پیش کردیا۔

۵۹۸ ق-م میں جب بابل کے بادشاہ بخت نصر نے ہیکل سلیمانی کو تباہ و برباد کیا اور جلا کر راکھ کردیا تو اس افراتفری میں تابوت سکینہ بھی غائب ہوگیا اور آج تک اس کا کوئی سراغ نہیں لگ سکا۔ (معارف القرآن۔قصص القرآن۔اسلامی انسائیکلوپیڈیا)

آل موسیٰ اور آل ہارون کے باقی ماندہ تبرکات کی تفصیل

سکینہ:......کا معنی ہے: ثبات' امن اور سکون۔

بنواسرائیل کے تابوت میں آل موسیٰ اور آل ہارون کے باقی ماندہ تبرکات تھے، ان کی تعیین میں صحابہ اور فقہاء، تابعین کے اقوال مختلف ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہیں:

(۱)......امام ابن جریر رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان باقی متروکہ چیزوں میں سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا عصا اور الواح تورات کے ٹکڑے تھے۔

(۲)......ابو صالح رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ: اس میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما الصلوۃ والسلام کا عصا، تورات کی دو تختیاں اور من رکھے ہوئے تھے۔

(۳)......عطیہ بن سعد رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ: اس میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما الصلوۃ والسلام کی لاٹھیاں، ان کے کپڑے اور الواح تورات کے ٹکڑے تھے۔

(۴)......اور بعض نے کہا کہ: اس میں نعلین اور لاٹھیاں تھیں۔

(۵)......ابن زید رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ: دن کے وقت فرشتے تابوت کو لے کر آئے، اور بنو اسرائیل ان کو اپنے سامنے دیکھ رہے تھے۔

(۶)......سدی رحمہ اللہ نے کہا کہ: فرشتوں نے وہ تابوت طالوت کے گھر کے سامنے لا کر رکھ دیا، تب بنو اسرائیل حضرت شمعون (یا حضرت شموئیل) علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت اور طالوت کی بادشاہت پر ایمان لے لائے۔

(جامع البیان ص ۳۸۹ ج ۲، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت: ۱۴۰۹ھ)

(۷)......علامہ ابو الحیان اندلسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: قتادہ رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ: اس تابوت کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت یوشع علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس میدان تیہ میں چھوڑا تھا، وہ وہیں پر رکھا رہا اور بنو اسرائیل اس پر مطلع نہ ہو سکے حتیٰ کہ فرشتوں نے اس کو اٹھا کر طالوت کے گھر میں رکھ دیا، پھر وہ طالوت کی بادشاہت پر ایمان لے آئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ اس تابوت کو بھجوایا تا کہ اس نشانی کی عظمت پر لوگ متنبہ ہوں، کیونکہ فرشتے بڑے بڑے کاموں کی صلاحیت رکھتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت عظیم قوت عطا کی ہے......

(۸)......وہب بن منبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ: بنواسرائیل نے اپنے نبی سے پوچھا کہ تابوت کس وقت آئے گا؟ انہوں نے فرمایا: صبح کو، وہ تمام رات نہیں سوئے حتی کہ صبح انہوں نے آسمانوں اورزمین کے درمیان فرشتوں کی چلنے کی آواز سنی۔

(البحرالمحیط ص۵۸۴ ج۲،مطبوعہ دارالفکر، بیروت۱۴۱۲ھ)

(۹)......امام رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہ تابوت حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام پرنازل کیا گیا تھا،اس میں ان کی اولاد میں سے انبیاءعلیہم الصلوۃ والسلام کی تصویریں تھیں، یہ اولاد آدم (علیہ الصلوۃ والسلام) سے منتقل ہوتا ہوا حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام تک پہنچا، پھر بنواسرائیل کے پاس رہا،ان کا جب کسی چیز میں اختلاف ہوتا تو وہ اس تابوت کوحکم بناتے، اور جب دشمنوں سے جنگ ہوتی تو اس تابوت کو اپنے آگے رکھتے، اوراس کے وسیلہ سے اللہ تعالی سے اپنے دشمنوں کے خلاف فتح کی دعا کرتے،اورفرشتے اس تابوت کو ان کے لشکر کے اوپر اٹھالیتے، وہ لشکر سے لڑتے رہتے اور جب اس تابوت سے ایک چیخ کی آواز آتی تو ان کو فتح اورنصرت کا یقین ہوجاتا۔ جب بنواسرائیل نے اللہ کی نافرمانی کی اورزمین میں فساد کیا تو اللہ تعالی نے ان کے دشمن عمالقہ کو ان پر مسلط کردیا،عمالقہ نے ان کو شکست دے دی، اوران سے تابوت چھین کر لے گئے، پھر جن کافروں نے ان سے تابوت چھینا تھا' انہوں نے اس تابوت کو گندگی اور بول و بزار کی جگہ ڈال دیا،اس وقت کے نبی نے ان کے خلاف دعاءضرر کی تو اللہ تعالی نے ان کافروں کو ایک بلاء میں مبتلا کردیا، جوشخص بھی اس تابوت کے پاس گندگی ڈالتا' اللہ تعالی اس کو بواسیر میں مبتلا کردیتا،تب ان کافروں نے یہ جانا کہ ان پر یہ مصیبت اس تابوت کی بے حرمتی کی وجہ سے نازل ہوئی ہے، انہوں نے دوبیلوں کے جوئے پراس تابوت کو رکھ کر ہانک دیا، وہ بیل چلتے رہے اللہ تعالی

نے چار فرشتے ان بیلوں کے ساتھ محافظ کردیئے حتی کہ وہ فرشتے اس تابوت کو طالوت کے پاس لے آئے اور تب بنواسرائیل کو طالوت کی بادشاہت کا یقین ہو گیا۔

(۱۰)......قفال رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ: اس تابوت کی اضافت حضرت موسی اور حضرت ہارون علیہما الصلوۃ والسلام کی آل کی طرف کی گئی ہے، حالانکہ حضرت موسی اور حضرت ہارون علیہما الصلوۃ والسلام کے دور کے صدیوں بعد عہد طالوت تک یہ بنواسرائیل کی تحویل میں رہا ہے، اور تورات میں جو چیزیں تھیں ان کے وارث حضرت موسی اور حضرت ہارون علیہما الصلوۃ والسلام کے متبع علماء تھے، اس لئے یہاں پر "آل" متبعین کے معنی میں ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿اَدۡخِلُوۡۤا اٰلَ فِرۡعَوۡنَ اَشَدَّ الۡعَذَابِ﴾۔(سورۂ غافر، آیت نمبر:۴۶)

(تفسیر کبیر ص۲۸۹/۲۹۱، ج۲ مطبوعہ دارالفکر، بیروت ۱۳۹۸ھ۔ تبیان القرآن ص۸۸۳ ج۱)

بیت المقدس کا خزانہ

تاریخ میں یہ بات مذکور ہے کہ جب بنی اسرائیل اللہ تعالی کی نافرمانی اور سرکشی میں حد سے گذر گئے تو اللہ تعالی نے طاہر بن اسماعیل نامی شخص کو ان پر مسلط فرمادیا، چنانچہ اس نے بنی اسرائیل پر حملہ کر کے قتل و غارت گری کی، اور بیت المقدس کو تہس نہس کر کے اس کے تمام زیورات اور آرائش و تزیین کا سامان، سمندری راستے سے: ۱۷۰۰ کشتیوں پر لاد کر اپنے ساتھ روم لے گیا۔

جب حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ روم کو فتح فرمائیں گے تو اس خزانے کو تلاش کروا کر بیت المقدس بھجوادیں گے، نیز تابوت سکینہ، مائدہ بنی اسرائیل، الواح تورات کے ٹکڑے، حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا لباس، حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کا عصا، حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کا تخت، بنی اسرائیل پر نازل ہونے والے کھانے "من" کے دو

قفیز جو دودھ سے بھی زیادہ سفید ہوں گے' کو بھی تلاش کروائیں گے۔اس سلسلے میں امام قرطبی رحمہ اللہ نے ''تذکرہ'' میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث ذکر کی ہے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضورﷺ سے نقل کیا ہے کہ: جس میں آپ ﷺ نے یہ آیت قرآنی ﴿ ذلک لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الآخرة عذاب عظیم ﴾ پڑھنے کے بعد فرمایا کہ: پھر حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھ جو مسلمان ہوں گے' وہ شہر انطاکیہ میں آئیں گے جو کہ سمندر کے کنارے ایک بڑا شہر ہے' اوراس پر تین مرتبہ نعرۂ تکبیر بلند کریں گے' جس کی برکت سے قدرت خداوندی اس کی سمندری شہر پناہ کو گرادے گی....۔

جب آپ کنیسۃ الذہب میں پہنچیں گے تو وہاں ایسا مال و دولت پائیں گے جس کو انہوں نے پہلی مرتبہ دیکھا اوراس پر قبضہ کیا ہوگا،اور یہ وہ مال و دولت ہوگا جو بادشاہ روم قیصر نے اس کنیسہ میں اس وقت رکھا تھا جب اس نے اہل بیت المقدس سے جنگ کی تھی، اور یہ مال ودولت وہاں پا کر اسے اپنے ساتھ ستر ہزار کشتیوں پرلاد کر لے آیا تھا،اور بیت المقدس میں اس خزانے میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑا تھا،حضرت امام مہدی رضی اللہ اس خزانے پر قبضہ کر کے اسے واپس بیت المقدس بھجوادیں گے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! (ﷺ) پھر تو بیت المقدس کا مرتبہ اللہ تعالی کے یہاں بہت زیادہ ہوا،آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ہاں، بیت المقدس بڑا عظیم گھر ہے جس کو اللہ تعالی نے حضرت سلیمان بن داؤد علیہما الصلوۃ و السلام کے ذریعے سونے' چاندی' موتی' یاقوت اور زمرد سے بنوایا تھا،اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالی نے جنات کو حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کے تابع کردیا،اور وہ حضرت

سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس سونے، چاندی کی کانوں میں سے سونا، چاندی اور سمندروں سے جواہرات، یاقوت اور زمرد لے کر آتے تھے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿والشیطین کل بناء و غواص﴾۔(ص:۳۷)

ہم نے حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کو معمار اور غوطہ زن جنات پر تسلط دے دیا۔

ان چیزوں کے ذریعہ حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے بیت المقدس کی اس طرح تعمیر شروع کی کہ ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی، اسی طرح کچھ ستون سونے کے اور کچھ چاندی کے تھے، اور اس کو موتیوں اور زمرد سے مزین کیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! (ﷺ) پھر بیت المقدس سے یہ چیزیں کیسے غائب ہوگئیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جب بنی اسرائیل نے اللہ تعالی کی نافرمانی کی اور انبیاء علیہم السلام کو شہید کیا تو اللہ تعالی نے ان پر ایک مجوسی بخت نصر کو مسلط کر دیا، اور سات سو سال تک اس کی حکومت قائم رہی، ارشاد خداوندی ہے: ﴿فاذا جاء وعد اولھما﴾ الخ، سے یہی مراد ہے۔ (تذکرہ للقرطبی ص ۷۰۴ تا ص ۷۰۶۔ اسلام میں امام مہدی کا تصور ص ۱۵۶)

قیامت سے پہلے تابوت سکینہ بیت المقدس میں آئے گا

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اکثر یہودی مسلمان ہو جائیں گے، جس کی وجہ یہ ہوگی کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کو تابوت سکینہ مل جائے گا، جس کے ساتھ یہودیوں کے بڑے اعتقادات وابستہ ہیں، اس لئے وہ اس تابوت کو حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے پاس دیکھ کر مسلمان ہو جائیں گے، چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

''وازانجملہ آنکہ تابوت سکینہ را از غار انطاکیہ یا از بحیرۂ طبریہ برآوردہ در بیت المقدس

نہدٗ و یہود بدیدین و ے مسلمان شوند الا القلیل منھمٗ ''۔(آثارالقیامہ ص۳٦٦)

منجملہ ان علامات کے ایک علامت یہ بھی ہے کہ:

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ تابوت سکینہ کو انطا کیہ کے کسی غار یا بحیرۂ طبریہ سے نکال کر بیت المقدس میں رکھ دیں گے، جس کو دیکھ کر سوائے چند ایک باقی سارے یہودی مسلمان ہو جائیں گے۔

یہی مضمون ''الاشاعۃ'' ص۱۹۹/ پر بھی ہے۔(اسلام میں امام مہدی رضی اللہ کا تصور ص ۹۸)

بیت اللحم

بیت اللحم :...... فلسطین کا ایک قصبہ ہے جو بیت المقدس سے تقریباً دس کیلومیٹر دور سطح سمندر سے آٹھ سو میٹر کی بلندی پر جودی کے چونے والے پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔

یہ مقام چوتھی صدی عیسوی سے برابر مسیحیوں کی زیارت گاہ ہے،اس کے بعد یہ مقام حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت گاہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی نظر میں بھی محترم ہو گیا۔

عرب جغرافیہ نویسیوں نے اس کھجور کے درخت کی بھی نشان دہی کی ہے جس کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ مریم میں آیا ہے۔ نیز حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما الصلوۃ و السلام کی قبور کا بھی ذکر کیا ہے جو یہاں موجود ہیں۔ان جغرافیہ نویسیوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس محراب کا بھی ذکر کیا ہے، جس مقام پر آپ نے فلسطین فتح کرنے کے بعد اس طرف گذرتے ہوئے نماز ادا کی تھی۔

چونکہ یہ مقام بیت المقدس سے بہت قریب ہے، اس وجہ سے زیادہ شہرت حاصل نہ ہو سکی۔ پہلی صلیبی جنگوں میں جب جرمنوں کا اس سے الحاق ہوا تو ایک مسیحی مرکز بنانے کی

اجازت حاصل کی گئی۔۵۸۳ھ مطابق ۱۱۸۷ء میں صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے جب فلسطین کو نئے سرے سے فتح کیا تو یہ علاقہ بھی سلطان کے قبضے میں آ گیا، بعد میں الملک الکامل اور فریڈرک دوم کے درمیان جو معاہدہ ہوا اس کے تحت یہ علاقہ بھی عیسائیوں کو واپس دے دینا پڑا۔

آج کل بیت اللحم ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جہاں مسلمانوں کی تھوڑی سے اقلیت ہے۔ مذہبی ادارے اور جدید قسم کے مکانات کثرت سے ہیں۔

آپ ﷺ کا شب معراج میں یہاں نماز ادا فرمانا

شب معراج میں آپ ﷺ کا گذر ایک جگہ پر ہوا تو جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا: (اے اللہ کے رسول! (ﷺ) اتر کر نماز ادا فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اتر کر نماز پڑھی، جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا: یہ مقام بیت اللحم ہے جہاں حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیت اللحم کے لئے تیل بھیجنا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیت اللحم کے لئے تیل ارسال فرمایا کرتے تھے۔

حرم کے احاطہ کی چند عمارتیں……مغادرۃ الارواح

احاطہ حرم کے اندر جو زیارتیں ہیں ان میں چند یہ ہیں:

مغادرۃ الارواح:……''قبۃ الصخرہ'' کے نیچے چٹان کی جنوبی سمت گیارہ سیڑھیوں سے ایک غار میں اترتے ہیں، اسے ''مغادرۃ الارواح'' کہتے ہیں۔ تہہ خانے کا فرش سنگ مرمر کا ہے۔ بقول ابن حوقل اور اصطخری: چٹان کے نیچے کا کمرہ نہ مربع ہے نہ گول، بلندی میں قد آدم جتنا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت زکریا علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر اسی غار میں ہے۔ کہتے ہیں کہ قدیم زمانے میں یہ غار ایک خلاء تھا اور چٹان کے نیچے ایک کنواں تھا، اسے ''بیئر الارواح'' کہتے تھے، اس کے بعد اس کنویں پر دیوار بنادی گئی، اس غار میں مختلف انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی جائے عبادت کو محرابوں سے مخصوص کیا گیا ہے۔ شمالی حصے میں ''مقام خضر'' اور جنوبی کونے میں ''مقام داؤد'' ہے۔ ایک مقام کے بارے میں جسے ''مقام النبی ﷺ'' کہا جاتا ہے روایت ہے کہ: آپ ﷺ نے یہاں نوافل ادا کئے تھے۔ اس غار میں موئے مبارک اور نقش پائے مبارک بھی ہیں' جو اس غار کے جنوب میں کونے میں ایک الماری میں محفوظ ہیں، الماری کے سامنے ایک صندوق میں آپ ﷺ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عَلَم محفوظ کئے گئے ہیں۔ اس غار میں ایک وقت میں پچاس' ساٹھ آدمی سما سکتے ہیں۔

قبۃ السلسلہ

قبۃ السلسلہ:……بقول مقدسی حرم شریف کے وسط صحن میں ایک چبوترہ اٹھا ہوا ہے' جس کے چاروں طرف کافی چوڑی سیڑھیاں ہیں، چبوترے پر چار گنبد بنے ہوئے ہیں، ان میں

''قبۃ السلسلہ' قبۃ المعراج''اور''قبۃ النبی ﷺ'' کچھ زیادہ بڑے نہیں ہیں' جو سنگ مرمر کے ستونوں پر بغیر دیواروں کے قائم ہیں۔ بقول ابن فقیہ ''قبۃ الصخرہ'' کے مشرق کی جانب ''قبۃ السلسلہ'' بیس ستونوں پر کھڑا ہے،اس کے سامنے مشرق ہی کی طرف حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام کا مقام عبادت ہے،اس کے شمالی رخ پر''قبۃ النبی ﷺ''اور''مقام جبرئیل'' ہیں اور چٹان کے برابر''قبۃ المعراج'' ہے۔ یہ قبہ زیادہ پائیدار اور مستحکم نہ تھا،اس لئے بار بار زلزلوں سے متأثر ہوتا رہا اور تعمیر ہوتی رہی، اس چبوترے کے دوسرے قبوں ''قبۃ النبی ﷺ' قبۃ المعراج' اور''قبۃ جبرئیل'' کے بارے میں ابن عبدربہ نے لکھا ہے کہ:

(۱)......وہ گنبد جہاں سے آپ ﷺ آسمان پر تشریف لے گئے۔

(۲)......اس مقام کے اوپر کا گنبد جہاں آپ ﷺ نے انبیاء سابقین علیہم الصلوۃ و السلام کے ہمراہ نماز ادا فرمائی۔

(۳)......معبد جبرئیل (علیہ السلام)۔

مہد مسیح علیہ الصلوۃ والسلام

احاطۂ حرم شریف کے جنوب مشرقی گوشے میں قدیم آثار پر ایک چھوٹی سی زمین دوز مسجد جس کا طول وعرض: ۲۰رگز × ۴۵رگز ہے۔''مہد مسیح'' کے نام سے موسوم ہے۔ابن عبدربہ نے اسے''محراب مریم بنت عمران''اور مقدسی نے''محراب مریم وزکریا'' کے نام سے موسوم کیا ہے۔

مہد مسیح میں پرانے زمانے سے ایک پنگوڑا زمین میں گڑا ہوا ہے' جسے حضرت عیسی علیہ السلام کا پنگوڑا کہا جاتا ہے۔اسی پنگوڑے کو مسجد کی محراب بنا دیا گیا ہے۔محراب مریم اور

محراب زکریا اس کے مشرقی پہلو میں ہیں۔ روایت ہے کہ: حضرت عیسی علیہ الصلوۃ و السلام یہیں پیدا ہوئے تھے۔

ایک ستون پر انگلیوں کے نشانات ہیں، جن کے بارے میں روایت ہے کہ: حضرت مریم علیہا السلام نے دردزہ کی شدت میں اس پتھر کو زور سے پکڑا تھا اور یہ ان ہی کی انگلیوں کے نشان ہیں۔

مہد عیسی کے مغرب میں اصطبل سلیمان ہے، اور دونوں کے درمیان ایک دروازہ ہے، محراب داؤداب ختم ہو چکی ہے، البتہ اس کے قریب ''کرسی سلیمان'' قد آدم بلند چٹان کی صورت میں موجود ہے۔

مصلی سیدنا سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام

باب حطہ میں دائیں سمت ایک دروازہ مسجد کے شمال میں واقع ہے، ان دونوں دروازوں کے درمیان چار ستونوں پر یہ قبلہ اور محراب ہے جسے ''مصلی سیدنا سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام'' کہا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں روایت میں ہے کہ ہیکل کی تعمیر کے دوران آپ اسی جگہ بیٹھ کر فیصلے فرماتے تھے۔

روضۂ سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام

روضۂ سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام:......حرم شریف میں گنبد صخرہ کے مشرق میں تین سو قدم کی دوری پر بیرونی دیوار کے متصل ایک مقفل کمرے میں واقع ہے۔

کمرے کے دونوں جانب جالی دار کھڑکیاں ہیں، جن سے قبر مبارک دیکھی جا سکتی ہے۔ کمرے کے ساتھ ہی حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کا وہ قید خانہ ہے جہاں پر شریر جنات کو قید و بند رکھا جاتا تھا۔

دیوار براق

دیوار براق:……اس کے بارے میں روایت ہے کہ: معراج کی رات آپ ﷺ نے یہاں براق باندھا تھا۔

دیوار گریہ

دیوار گریہ:…… یہ مسجد اقصی کی جنوب مغربی دیوار ہے، جس کی لمبائی پچاس میٹر اور اونچائی ۳۰/میٹر ہے۔ یہ دیوار گریہ" الحائط المبکی" کہلاتا ہے۔ یہودیوں کا اس کے بارے میں یہ دعوے ہے کہ یہ ہیکل سلیمانی کی باقیات میں سے ہے، اور وہ وہاں آکر گریہ وزاری کرتے ہیں۔ مسلمان اسے "البراق" کا نام دیتے ہیں، کیونکہ معراج کی رات آپ ﷺ اس جگہ براق سے اترے اور یہیں براق کو باندھا تھا۔

بعض حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے اسماء جن کے مزارات فلسطین میں ہیں

۱	حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام	۲	حضرت اسحاق علیہ الصلوۃ والسلام
۳	حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام	۴	حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام
۵	حضرت ہود علیہ الصلوۃ والسلام	۶	حضرت عزیر علیہ الصلوۃ والسلام
۷	حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام	۸	حضرت سموئیل علیہ الصلوۃ والسلام
۹	حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام	۱۰	حضرت یوشع علیہ الصلوۃ والسلام
۱۱	حضرت لوط علیہ الصلوۃ والسلام	۱۲	حضرت الیاس علیہ الصلوۃ والسلام
۱۳	حضرت ایوب علیہ الصلوۃ والسلام	۱۴	حضرت شعیب علیہ الصلوۃ والسلام
۱۵	حضرت یونس علیہ الصلوۃ والسلام	۱۶	حضرت صالح علیہ الصلوۃ والسلام
۱۷	حضرت زکریا علیہ الصلوۃ والسلام	۱۸	حضرت یحیٰ علیہ الصلوۃ والسلام
۱۹	حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام	۲۰	حضرت ہارون علیہ الصلوۃ والسلام

حضرات انبیاء علیہم السلام کی ازواج اور چند اور عورتوں کی فلسطین میں قبریں

۱	حضرت سارہ رضی اللہ عنہا	زوجہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام
۲	حضرت ربقہ رضی اللہ عنہا	زوجہ حضرت اسحاق علیہ الصلوۃ والسلام
۳	حضرت راحیل رضی اللہ عنہا	زوجہ حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام
۴	حضرت صفورہ رضی اللہ عنہا	زوجہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام
۵	حضرت مریم رضی اللہ عنہا	والدہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سرزمین فلسطین پر آمد

۱	حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ	۲	حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ
۳	حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ	۴	حضرت ابومسعود الانصاری رضی اللہ عنہ
۵	حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ	۶	حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ
۷	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	۸	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
۹	حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ	۱۰	حضرت مرہ بن کعب الفہری رضی اللہ عنہ
۱۱	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	۱۲	حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ
۱۳	حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ	۱۴	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۱۵	حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ	۱۶	حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ
۱۷	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	۱۸	حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ
۱۹	حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ	۲۰	حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ
۲۱	حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ	۲۲	حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ
۲۳	حضرت ابوجمعہ انصاری رضی اللہ عنہ	۲۴	حضرت الشرید بن سوید رضی اللہ عنہ
۲۵	حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ	۲۶	حضرت عبداللہ بن ابی جدعاء رضی اللہ عنہ
۲۷	حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	۲۸	حضرت فیروز الدیلمی رضی اللہ عنہ
۲۹	حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ	۳۰	حضرت ذوالاصابع تمیمی رضی اللہ عنہ
۳۱	حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ	۳۲	حضرت ابومحمد النجاری رضی اللہ عنہ
۳۳	حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ	۳۴	حضرت سلام بن قیصر رضی اللہ عنہ
۳۵	حضرت غطیف بن الحارث رضی اللہ عنہ	۳۶	حضرت عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ

فلسطین کے چند نامور اور مشہور ائمہ

۱	امام شافعی رحمہ اللہ..
۲	حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ..
۳	امام بن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ..
۴	حافظ عبد الغنی المقدسی رحمہ اللہ..
۵	امام ابن المفلح المقدسی رحمہ اللہ..
۶	امام احمد بن حسین الرملی رحمہ اللہ..
۷	امام علاء الدین المرداوی رحمہ اللہ..
۸	امام مجیر الدین حنبلی العلیمی رحمہ اللہ..

علامہ مجیر الدین حنبلی العلیمی رحمہ اللہ نے ''الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل'' میں بیت المقدس میں وفات پانے والے اہل علم اور مشائخ کی طویل فہرست اور ان کے مختصر حالات ذکر کیے ہیں۔

تاریخ بیت المقدس

اس رسالہ میں بہت مختصر طور پر بیت المقدس کی تاریخ، اس پر حملے اور مختلف حکومتوں کی ایک ادنی سی جھلک، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کی فتح کی کچھ تفصیل بیان کی گئی ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

پیش لفظ

بیت المقدس کی تاریخ بہت پرانی ہے۔اس بابرکت سرزمین پراس قدر سخت حالات آئے اور یہاں کے مکینوں پر مصائب کے وہ پہاڑ ٹوٹے کہ جنکا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، تاریخ کے اوراق درد والم کی اس داستان سے پر ہیں، اور مؤرخین نے اپنی اپنی تحقیق کی روشنی میں اس پر بہت کچھ لکھا۔ کچھ باتیں تو احادیث وآثار سے ثابت ہیں، کچھ تاریخی روایات سے، اور بہت کچھ اسرائیلی روایات بھی اس باب میں منقول ہیں۔

ان اوراق میں بہت مختصر طور پر بیت المقدس کی تاریخ، اس پر حملے اور مختلف حکومتوں کی ایک ادنی سی جھلک، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کی فتح کی کچھ تفصیل نقل کی گئی ہے۔موجودہ صیہونی حکومت کس طرح وجود میں آئی اور اس کا پس منظر کیا ہے، اس کی کچھ تفصیل دوسرے حصہ میں آئے گی، انشاءاللہ۔

اللہ تعالی اس رسالہ کو قبول فرمائے، اور تاریخ کے ان واقعات سے ہم مسلمانوں کو سبق لینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔تاریخ کے واقعات اور اور تاریخی کتابیں صرف معلومات کے لئے نہیں لکھی گئیں اور نہ لکھی جانی چاہیے، بلکہ ماضی کے احوال میں مستقبل کے لئے بڑے عبرت آموز اور کام کے اشارات چھپے ہوتے ہیں، اہل فہم ان سے اپنا مستقبل سنوارتے ہیں، اور ماضی کی غلطیوں پر ندامت اور توبہ وافسوس کے ساتھ آئندہ نہ کرنے کے عزائم سیکھتے ہیں، آج کی ترقی یافتہ اقوام نے حقیقت یہ ہے کہ ان سے زیادہ فائدہ اٹھایا اور مسلمانان عالم نے ان حقائق سے صرف نظر کر کے اپنا جو نقصان کیا ہے، ان کی تلافی بظاہر مشکل ہے۔اللہ تعالی ہمیں تاریخ سے صحیح نتیجہ اخذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

فلسطین کی مختصر تاریخ اور اس کی وجہ تسمیہ

تاریخ کے آغاز سے ہی فلسطین معلوم دینا کا مرکز رہا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد سے جو کہ بنی اسرائیل کہلاتی ہے ان کا اس علاقے سے گہرا تعلق رہا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد میں سے یہودہ اور بنیامین کی اولاد فلسطین کے علاقے پر حکومت کرتی رہی۔ بخت نصر نے اس علاقہ پر شدید حملے کئے، کئی یہودیوں کا قتل کیا اور باقی کو قید کر کے اپنے ساتھ بابل لے گیا، اس حادثہ کے ساٹھ سال بعد شاہ فارس سائرس نے دریائے فرات اور بحر روم کے درمیانی علاقہ کی فتح کے بعد یہودیوں کو فلسطین جانے کی اجازت دی۔ اس کے بعد سکندر یونانی نے اس علاقے پر حملہ کر کے یہودیوں کی آزادی سلب کر لی، بطلیموس نے ان علاقوں کو تاخت وتاراج کیا، اور یہاں کے تیس ہزار یہودیوں کو ایک حملہ کے بعد غلام بنالیا، حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کے رفع الی السماء کے بعد تباہی و بربادی یہودیوں کا مقدر بن گئی۔ ۷۰ء میں رومیوں نے اس قوم پر ہلاکت کی مہر ثبت کی، ۱۳۵ء میں شاہ ہیڈرسن نے یروشلم پر قبضہ کر کے یہودیوں کو فلسطین سے نکال دیا۔

۶۳۶ء میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں مسلمانوں نے فلسطین پر قبضہ کیا۔ فلسطین پر ایک طویل عرصہ تک مختلف مسلمان خاندانوں کے ذریعہ مسلمانوں کی حکومت رہی۔ بارہویں صدی عیسوی میں یہودیوں نے فلسطین کو مسلمانوں سے فتح کرنے کے لئے مشہور صلیبی جنگیں لڑیں، پھر بھی فلسطین کا علاقہ مسلمانوں کے پاس ہی رہا۔ سلطنت عثمانیہ میں بھی یہ علاقہ مسلمانوں کے زیر حکومت تھا۔ ۱۹۱۷ء میں فلسطین پر جنرل ایلسن بی کی قیادت میں انگریزوں کا اس پر قبضہ ہو گیا۔

فلسطین اپنی جغرافیائی اہمیت کے پیش نظر تاریخ کے مختلف ادوار میں فاتحین کی جنگ آزمائیوں کا میدان رہا ہے۔انیسویں صدی کے آغاز تک یہودیوں کی فلسطین میں آبادی نہ ہونے کے برابر تھی۔۲/نومبر ۱۹۱۷ء کو یہودیوں کے قومی وطن کا اعلان ہوااور مقامی آبادی سے زمینیں خرید کر اپنی آبادی بڑھانا شروع کیا۔اب فلسطین کی حکومت انگریزوں کی نگرانی میں آگئی۔۱/جولائی ۱۹۰۲ء کو فلسطین کو اضلاع میں تقسیم کردیا،جنوبی ضلع (یافہ) اور شمالی ضلع (حیضہ)۔۱۹۲۶ء میں یروشلم کے اردگرد کے علاقے کو یافہ سے الگ کر کے ایک خاص ضلع بنادیا گیا۔۱۹۳۰ء تک یہودیوں کی آبادی فلسطین میں چھ لاکھ تک پہنچ گئی،اور عرب سے لڑائی شروع ہوئی اوراس میں شدت ہی ہوتی گئی تو:۱۹۳۰ء میں لندن میں گول میز کانفرس ہوئی،اہل عرب اور یہودیوں میں کوئی مصالحت نہ ہوسکی۔ادھر ۱۹۴۸ء میں برطانوی اقتدار ختم ہوگیا تو مئی ۱۹۴۸ء میں یہودیوں نے ایک آزاداور خودمختار ریاست اسرائیل کے قیام کا اعلان کردیا۔

تنظیم فلسطین آزادی کی قیادت یاسر عرفات کررہے تھے،ان کو عرب ممالک کی حمایت حاصل تھی۔۱۹۸۰ء میں یاسر عرفات نے ریاست فلسطین کی آزادی کا اعلان کیا۔۱۹۹۳ء میں ناروے میں پی ایل او(تنظیم فلسطین)اورحکومت اسرائیل کے درمیان خفیہ مذاکرات ہوئے اوراوسلومعاہدہ طے پایا۔اس کے تحت پانچ سال کے اندراندر مغربی کنارے اورغزہ کی پٹی کے فلسطینیوں کوحکومت خوداختیاری مل جائے گی۔

۱۳/ستمبر۱۹۹۳ء کو یاسر عرفات اوراسرائیل کے وزیراعظم رابن نے ''اصولوں کی قرارداد'' پر دستخط کئے۔معاہدے کے مطابق اسرائیل نے ۱۹۹۴ء میں غزہ اور مغربی کنارے سے جیریکو کے علاقے خالی کردیئے۔''فلسطینی اتھارٹی'' نے منتخب رہنما یاسر

عرفات کی قیادت میں تمام حکومتی اختیارات سنبھال لئے، فلسطینیوں کے نقطہ نظر سے حکومت خوداختیاری مکمل آزادی کا نعم البدل نہیں ہے، اس لئے امن کے مذاکرات گاہے گاہے ہوتے رہتے ہیں، مگر ابھی تک فلسطین کا مسئلہ حل نہیں ہوا۔

فلسطین کی وجہ تسمیہ

''فِلَسطین: بکسر الفاء و فتح اللام'' فلسطین کو فلسطین اس لئے کہتے ہیں کہ: اس سرزمین سے سب سے پہلے جو آیا اس کا نام تھا: فلسطین بن کسوحین بن لقطین بن یونان بن یافث بن نوح (علیہ السلام)۔

بیت المقدس

بیت المقدس:...... پاک گھر، امت مسلمہ کا قبلہ اول' یروشلم اور اس کی عبادت گاہ جس کی بنیاد حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام نے رکھی اور تکمیل حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے کی۔

عام طور پر شہر ''یروشلم'' کو بھی ''بیت المقدس'' ہی کہا جاتا ہے۔ یہ ان شہروں میں سے ایک ہے جنہیں نوع انسانی عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتی ہے، جس کا ذرہ ذرہ مقدس ہے، اکثر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اسی شہر میں مبعوث ہوئے۔ یہ شہر مسلمانوں' عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے یکساں متبرک ہے، ہجرت کے بعد اسی کی طرف منہ کرکے آپ ﷺ نے نماز پڑھی، جب معراج کا سفر پیش آیا تو یہی مقام آپ ﷺ کی پہلی منزل تھی، یہیں آپ ﷺ نے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی امامت کرائی، یہاں کئی حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی قبریں ہیں۔

حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام نے شہر مقدس پر ۳۳/سال حکومت کی، اس تمام عرصہ

میں بنی اسرائیل کی فوجوں کو سکون بہت کم ملا، البتہ ان جنگوں کا نتیجہ بنی اسرائیل کے حق میں اس لئے بہت مفید رہا کہ بنی اسرائیل جو قبائیلی عصبیت کا شکار تھے، مختلف قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے' ایک قوم بن گئے۔ حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کی دلی خواہش تھی کہ وہ ایک معبد بنائیں، لیکن اسرائیلی روایت کے مطابق انہیں خواب میں یہ بتایا گیا کہ: اللہ کا مستقل گھر ان کے بیٹے کے عہد میں تعمیر ہوگا، چنانچہ حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے تخت نشیں ہونے کے بعد ۱۰۱۲ ق-م رمیں اس معبد کی تعمیر شروع کرائی۔ یہ عمارت اسی جگہ قائم ہوئی جسے حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام نے منتخب فرمایا تھا۔

اس عمارت کی تعمیر سات سال مسلسل جاری رہی، اور دو لاکھ افراد اس کی تعمیر میں مصروف رہے، بعد میں یہ عمارت ''ہیکل سلیمانی'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ ہیکل سلیمانی فن تعمیر کا ایک شاہکار ہے۔

بیت المقدس کی تعریف

بیت المقدس:......سرزمین فلسطین میں عبادت کے ایک معروف مقام کا نام ہے، تقدس کا اصل معنی تطہیر و پاک کرنا ہے، ارض مقدسہ پاک زمین کو کہتے ہیں۔

ابن منظور نے کہا: بیت المقدس کی طرف نسبت کر کے ''مَقْدِسِیُ''اور''مُقَدَّسِیُ'' کہا جاتا ہے، صاحب معجم البلدان نے اس بارے میں گفتگو کرتے ہوئے بعض مقامات پر اس کا نام ''البیت المقدس'' رکھا ہے۔

بیت المقدس کا نام اب اس شہر کے لئے استعمال ہوتا ہے جس میں مسجد اقصی ہے، مخصوص مقام عبادت کے لئے اس کا استعمال نہیں ہوتا، فقہاء اور مؤرخین کے کلام میں یہ نام دونوں معانی میں مستعمل رہا ہے، جیسا کہ صاحب معجم البلدان وغیرہ نے استعمال کیا

ہے۔اس شہر کو القدس بھی کہتے ہیں، یہ نام بھی عربوں کے کلام میں آیا ہے، چنانچہ ’’لسان العرب‘‘ میں ہے، شاعر نے کہا ؎

لا نوم حتی تهبطی ارض العُدُس　　　وتشربی من خير ماء بقدس

اس وقت تک نیند نہیں آئے گی جب تک تم عدس کی سرزمین میں نہ اترو اور قدس کا بہترین پانی نہ پی لو۔

نوٹ:...... اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ عامۃً مسجد اقصیٰ کو بیت المقدس بھی کہتے ہیں، مگر صحیح بات یہی ہے کہ مسجد اقصیٰ بیت المقدس شہر کی مسجد کا نام ہے، بیت المقدس شہر کا نام ہے۔

اس مبارک شہر کے اسماء

کسی چیز کی عظمت شان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس چیز کے اسماء کثرت سے ہوں، جیسے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

اعلم بان كثرة الاسامی　　　دلالة ان المسمی سام

اے مخاطب جان لے کہ کثرت اسماء مسمی کی عظمت و رفعت پر دلالت کرتے ہیں۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے اسماء، حضرت محمد ﷺ کے اسماء، قرآن کریم کے اسماء، مکہ مکرمہ کے اسماء، زمزم کے اسماء بہت زیادہ ہیں۔اس مبارک شہر کے نام بھی بہت زیادہ ہیں، چند نقل کئے جاتے ہیں:

(۱)...... مدینۃ السلام: یہ بہت پرانہ اور قدیم نام ہے، پہلے لوگ اسی نام سے اس شہر کو جانتے تھے، عرب کے قدیم کنعانیوں نے اس لئے اس کو اس نام سے منسوب کیا کہ سالم (یا شالم یا شالیم) کے نام پران کے یہاں سالم سلامتی کا معبود سمجھا جاتا تھا، یا یہ وجہ ہے کہ سالم

نامی آدمی نے اس کی تاسیس کی تھی۔

(۲)......اورسالم: اور کے معنی ہیں مدینہ، شہر، گویا اس نام کے معنی ہے سلامتی کا شہر۔

توارات میں ''اورشلیم'' کا لفظ آیا ہے، اور زمانہ عصر کی مغربی دنیا اسے ''جروشلم'' سے تعبیر کرتے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ یہ سارے نام ''اورشالیم'' کی بدلی ہوئی صورتیں ہیں۔

(۳)...... یبوس: یہود کے ایک سردار ''یوشع'' نے اس نام سے اس کو موسوم کیا، جبکہ میلاد عیسوی سے پہلے یہود نے فلسطین پر حملہ کیا تھا، اور ''یبوس'' منسوب ہے یبوسیین کی طرف، یبوسیین قدس کے پرانے رہائشی مانے جاتے ہیں۔

(۴)......ایلیاء: یہ نام ۱۳۵م کے بعد مشہور ہوا، امبراطور رومانی نے اس کو وضع کیا۔ امبراطور کے خاندان میں سے کسی کا نام ''ایلیاء'' تھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ ''ایلیاء'' ان کا خاندانی لقب تھا۔ یہ نام اسلامی فتح کے بعد تک بھی مشہور رہا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل قدس کے لئے جو عہد نامہ تحریر کروایا تھا اس میں بھی یہ نام تھا۔

یہ نام ''بخاری شریف'' میں بھی آیا ہے: ''باب: كيف كان بدء الوحى الى رسول الله صلى الله عليه وسلم'' کی طویل حدیث نمبر: ۷/میں ہے: ''فأتوه وهم بايلياء'' یعنی ابو سفیان اور ان کے رفقاء ہرقل کے پاس آئے جبکہ ہرقل اور اس کے رفقاء ایلیاء میں تھے۔

نوٹ :......''ایلیاء'' کی تحریر کی صورتیں کئی طرح نقل کی گئی ہیں : مثلا : ''ایلیاء'' ''ایلیا'' ''الیا'' ''الایلیا'' وغیرہ۔

(۵)...... بیت المقدس: یہ نام ''مسلم شریف'' کی صحیح روایت میں آیا ہے، حدیث اسراء میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''فركبته اتيتُ بيتَ المقدس''۔

''مقدس'' کا تلفظ تشدید اور تخفیف دونوں کے ساتھ کیا گیا ہے ''مُقَدَّس'' اور ''مَقْدِس''

واحدی کا قول ہے کہ: جس نے تشدید سے ''مُقَدَّس'' پڑھا اس کے معنی ہے: مطہر اور پاک، اور جس نے تخفیف کے ساتھ ''مَقْدِس'' پڑھا، اس کے معنی ہے: وہ مکان جس میں طہارت حاصل کی جائے، یا وہ مکان جو طہارت کا گھر ہے، اور تطہیر سے مراد اصنام اور بتوں سے پاکی ہے۔

اور زجاج کا کہنا ہے کہ: تشدید کی صورت میں ''مُقَدَّس'' کا معنی ہے: مطہر، اور تخفیف کی صورت میں ''مَقْدِس'' معنی ہے: وہ مکان جس میں گناہوں سے پاکی حاصل کی جائے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بیت المقدس کی زیارت پر جو اشعار کہے ہیں ان میں یہی نام استعمال فرمایا ہے ؎

الی البیت المقدس جئت ارجو جنان الخلد نزلا من کریم

قطعنا فی محبتہ عقابا وما بعد العقاب سوی النعیم

(۶)......القدس: غالباً بلاد شام میں اموی حکومت کے بعد اس کا نام قدس مشہور ہوا۔ ابو العلاء معری نے اپنے شعر میں اس کا ذکر کیا ہے ؎

واخلع حذاک اذا حاذیتھا ورعا کفعل موسی کلیم اللہ فی القدس

اور تقوی کی بات یہ ہے کہ جب تو اس کے قریب ہو تو اپنے جوتوں کو نکال دے، جیسا کہ حضرت موسی کلیم اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے قدس میں عمل فرمایا۔

(۷)......القدس الشریف: یحی بن سعدی انطاقہ نے سب سے پہلے قدس کے ساتھ شریف کی نسبت لگائی، اور ابن بطوطہ نے بھی اپنے سفر نامہ میں قدس شریف ہی لکھا ہے، اسی طرح عثمانیوں نے اسی قدس شریف ہی سے اس نسبت کو باقی رکھا۔

دمشق کے قاضی محی الدین بن البرکی رحمہ اللہ نے صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کی

تعریف میں جوقصیدہ کہا تھا' کہ ایک شعر میں اس شہر کا نام قدس ہی استعمال کیا گیا ہے۔

فتوحکم حلبا بالسیف فی صفر مبشر بفتوح القدس فی رجب

آپ نے ماہ صفر میں تلوار سے حلب کو فتح کیا، اور قدس کی فتح کی خوشخبری رجب میں سنائی گئی۔

(۸/۹/۱۰/۱۱/۱۲/۱۳)......ان کے علاوہ بھی چند اسماء کا ذکر ملتا ہے، مثلاً: العدس' کورۃ' بیت ایل' صیھون' مصروث' کورشیلا' وغیرہ۔

بیت المقدس تاریخ کے آئینہ میں

حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت المقدس مکہ معظّمہ کے چالیس سال بعد وجود میں آیا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ: انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا سب سے پہلی مسجد کونسی ہے؟ آپ ﷺ سے فرمایا: مسجد حرام، پھر سوال کیا کہ اس کے بعد کون سی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بیت المقدس، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا: ان دونوں کے درمیان کتنی مدت کا فرق ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: چالیس سال (تمہارے لئے ساری زمین نماز پڑنے کی جگہ ہے) پس جہاں نماز کا وقت آجائے پڑھ لو، فضیلت اسی میں ہے۔ (بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب رقم الحدیث: ۳۳۶۶/۳۴۲۵)

اس لئے کہ مکہ معظّمہ اور حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا نزول اگر واقعی سری لنکا میں ہوتو ان دوشہروں کے بعد کوئی اور شہر ان سے قدیم معلوم نہیں ہوتا۔

(۱)......سب سے پہلے یہاں آل سام کی آبادی کا پتہ چلتا ہے۔ یہ عرب سے سفر کر کے یہاں پہنچے تھے۔ ان قبائل کی ایک شاخ مجوسیوں کے نام سے مشہور تھی۔

(۲)......حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے دور میں شالیم کی بادشاہت تھی، یہ نیک اور

اللہ کی توحید کا اقرار کرنے والا بادشاہ تھا، حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام ہجرت کر کے یہاں پہنچے اور حبرون (الخلیل) میں مقیم ہوئے، اور آہستہ آہستہ ان کا اثر ورسوخ بڑھتا گیا۔ دمشق کے بادشاہ نے حضرت لوط علیہ الصلوۃ والسلام کی گستاخی کی تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کا تعاقب کیا اور اسے شکست دی، جب واپس تشریف لائے تو بادشاہ نے آپ کا بڑا استقبال کیا۔

(۳)...... حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات کے چالیس سال بعد حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام نے بیت المقدس کے ایک مقام ''بیت ایل'' پر ایک مذبح تعمیر فرمایا، جس کے کھنڈروں پر صدیوں بعد حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے ہیکل کی عمارت بنوائی۔

(۴)...... حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام نے بیت المقدس کو فتح کیا اور: ۳۰ (یا: ۳۳ یا ۳۵ یا ۴۰) سال تک حکومت فرمائی۔

(۵)...... حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کی حکومت رہی۔

(۶) حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل دو گروہوں میں بٹ گئے، جنوبی حصہ یہودہ کے حصہ میں آیا، اس میں جنوبی فلسطین اور روم شامل تھا، اس کا پایہ تخت یروشلم تھا۔ شمالی فلسطین اور شرق اردن کے حصہ پر یربعام بن نباط والی بنا۔ اس کا دارالسلطنت سامرہ (نابلس) تھا۔

بیت المقدس پر حملے اور حکومتیں

(۱)...... اللہ تعالی نے حضرت یوشع بن نون علیہ الصلوۃ والسلام کو حکم دیا کہ: بنی اسرائیل کو

لے کر قوم عمالقہ سے جنگ کرو، اور اس جابر و ظالم قوم سے جنگ کر کے بیت المقدس کو فتح کرلو۔ آپ نے بنی اسرائیل کو بتلایا کہ: مجھے اللہ تعالی کی طرف سے حکم ملا ہے کہ تمہیں ساتھ لے کر قوم عمالقہ سے جنگ کر کے بیت المقدس کو دشمنوں سے آزاد کراؤں۔ آپ کی اس آواز پر لوگوں نے لبیک کہا' اور وادی تیہ سے نکل کر اپنے نبی کی قیادت میں بڑی بہادری اور دلیری سے مقابلہ کیا، اور دشمن کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

سب سے پہلے اریحا پھر ارض کنعان کو فتح کرتے ہوئے ارض فلسطین پہنچے، اور بیت المقدس کو فتح کیا۔ انہوں نے حبرون کو اپنا دارالحکومت بنایا۔

(۲)...... یشوع (حضرت یوشع بن نون علیہ الصلوۃ والسلام) نے فلسطین کی تقسیم کی اور یروشلم یہودا کے حصہ میں آیا۔

(۳)...... یبوسیوں نے بیت المقدس پر حملہ کر کے وہاں کے باشندوں کو نکال دیا۔

(۴)...... بخت نصر نے بیت المقدس پر عظیم لشکر کے ساتھ حملہ کیا، اس نے جاہلیت کا برتاؤ کرتے ہوئے ایک تہائی بنی اسرائیل کو نیست و نابود کیا، اور ایک تہائی کو غلام بنالیا، صرف معذوروں اور بوڑھوں کو چھوڑ دیا۔ اس نے بنی اسرائیل کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندا، بیت المقدس کو منہدم کردیا، بچوں کو ساتھ لیا، عورتوں اور لڑکیوں کو بازاروں میں برہنہ اور ننگا کھڑا کیا، قلعوں اور محلوں کو ویران کردیا، مسجد اقصی کو نقصان پہنچایا، تورات کو جلا کر راکھ کر ڈالا، بیت المقدس میں گندگی ڈال کر اس کی توہین کی، اور نوے ہزار افراد کو قید کیا جن میں حضرت دانیال علیہ الصلوۃ والسلام بھی تھے، بہت سارے اموال لوٹ لئے۔

(۵)...... پھر اللہ تعالی نے حضرت ارمیا علیہ الصلوۃ والسلام کو حکم فرمایا کہ: میں بیت المقدس کو آباد کرنے والا ہوں، وہاں جاؤ اور سکونت اختیار کرو، حضرت ارمیا علیہ الصلوۃ والسلام

بیت المقدس تشریف لے گئے۔اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کو دوبارہ خوشحالی عطا فرمائی۔

(۶)......حضرت شموئیل علیہ الصلوۃ والسلام کے ذریعہ اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کی مدد فرمائی،اوران کی ماضی کی شان لوٹ آئی۔

(۷)......حضرت شموئیل علیہ الصلوۃ والسلام نے بنی اسرائیل کی منشا کے مطابق طالوت کو بادشاہ بنایا۔

(۸)......حضرت داؤدعلیہ الصلوۃ والسلام' طالوت کے بعد متفقہ طور پر بنی اسرائیل کے بادشاہ بنائے گئے۔آپ کے دور مبارک میں ہمسایہ سلطنتوں نے بلا جنگ کے صلح کر لی۔ حضرت داؤدعلیہ الصلوۃ والسلام کے:۳۳رسالہ دورحکومت میں اسرائیلی فوجوں کوآرام کم ہی ملا،لیکن یہ جنگیں ان کے حق میں مفید ثابت ہوئیں،کیونکہ وہ اب تک قبائلی عصبیت میں گرفتار تھے'اب ایک قوم بن گئے۔آپ کے عہد میں بنی اسرائیل کی عزت میں بھی اضافہ ہوا،اورحکمرانوں کے نذرانوں سے خزانہ بھر گیا،شہر کی دولت میں اضافہ ہوا،اورلوگ خوشحال ہوگئے۔

(۹)......حضرت داؤدعلیہ الصلوۃ والسلام کے بعدآپ کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام تخت نشین ہوئے،آپ کی سلطنت ایک طرف اردن اور دوسری طرف فرات تک پھیل گئی۔آپ کا زمانۂ حکومت چالیس سال تک رہا۔آپ نے ہیکل کی تعمیر شروع کی،اورلبنان ومصر سے معمار طلب کئے۔ہیکل سلیمانی فن تعمیر کا ایک شاہکار مانا جاتا ہے۔اس کی لمبائی:۹۰رفٹ،چوڑائی:۳۰رفٹ اوراونچائی:۴۵ فٹ تھی۔اس کے اندر ایک مضبوط جگہ بنائی گئی جہاں''تابوت سکینہ'' کورکھا گیا۔اس دور میں اس سے بہتر کوئی عمارت نہ تھی۔بعد میں آنے والے بادشاہوں نے بھی اس میں اضافے کئے،یہاں تک

کہ تابوت سکینہ کا حجرہ چاروں طرف سے گھر گیا۔

حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے شہر کو مضبوط کیا، شہر میں پانی کی فراہمی کے لئے نہریں کھودی گئیں، چشمے اور حوض بنائے گئے، سڑکوں کو پختہ کیا، الغرض بیت المقدس اپنے دور کا عظیم ترین شہر بن گیا۔ بڑے بڑے تجارتی قافلے یہاں آنے لگے۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک بحری بیڑا بھی بنایا۔ کولمبس نے جب شمالی امریکہ دریافت کیا تو اس کا خیال تھا کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کی دولت کا خزانہ ویسٹ انڈیز تھا۔ خلاصہ یہ کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کے عہد میں سلطنت اسرائیل اپنے عروج پر تھی۔

(۱۰)...... قیصر روم نے بھی یروشلم پر حملہ کیا، اور اس کے سپہ سالار طیطس نے بیت المقدس کو آگ لگادی، اس حملے میں ہزاروں یہودی قتل کئے گئے اور جلائے گئے۔

(۱۱)...... یہودیوں نے ایرانی بادشاہ خسرو ثانی کی مدد سے بیت المقدس پر حملہ کیا اور عیسائیوں کے قبضہ کو ختم کیا۔

(۱۲)......شاہ ہرقل نے عیسائیوں کی شکست کا بدلہ لینے کے لئے حملہ کیا اور خسرو کی فوجوں کو شکست دی، اور یروشلم پر قبضہ کرلیا۔

(۱۳)......شاہ ہرقل کی کامیابی سے لے کر: ۶۳۷ء تک یعنی بطریق کے ستر روز تک یروشلم کے محاصرے کے بعد یہ شہر عیسائیوں کے قبضہ میں آیا۔

(۱۴)......پھر دور اسلام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اس پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا،

(۱۵)......اسلامی حکومتوں کی کمزوری اور خانہ جنگی کی وجہ سے تقریباً ساڑھے چار صدی بعد پھر عیسائی اس پر قابض ہوئے۔ اور: ۹۳/ سال اس پر حکومت کی۔

(۱۶)......۴۹۰ھ مطابق ۵۸۳ ء میں صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کے ہاتھوں پھر یہ ارض مقدس مسلمانوں کے قبضہ میں آئی، اور تقریباً: آٹھ سو(۸۰۰) سال تک اس پر مسلمانوں کی حکمرانی رہی، پھر اسلامی حکومتوں کی نا اہلی اور غیروں کی نا انصافی سے بیت المقدس مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل چکا ہے، اب ایک بار پھر مسلمانوں کی نگاہ کسی ایوب کی تلاش میں ہے۔ (بدایہ والنہایہ اردو ص ۴۹۸ ج ۱۔ تذکرۃ الانبیاء۔ بیت المقدس)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بیت المقدس کی فتح

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق ایک لشکر تیار کر کے بیت المقدس کی جانب رخ کیا، اور وہاں پہنچ کر اس شہر کا محاصرہ کرلیا، آپ کے ساتھ ۳۰/ ہزار کا لشکر تھا، مسلمان فوج وہاں تین دن تک رہی مگر اہل شہر میں سے کسی نے بھی ان کے ساتھ گفتگو نہیں کی، تاہم انہوں نے اپنے شہر کو چاروں طرف سے مختلف ہتھیاروں کے ذریعہ محفوظ بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی کہ یہ جنگ مسلمانوں کے لئے جیتنا آسان نہ ہو۔

چوتھے یا پانچویں دن حضرت یزید بن ابی سفیان رحمہ اللہ نے شہر کے دروازہ کے بالکل قریب ہوکر اس طرح آواز دی کہ اندر کے لوگ سن لیں، آپ نے وہاں کھڑے ہوکر لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور کہا کہ: اگر تم مسلمان نہیں ہوتے تو پھر جزیہ دینا قبول کرو، اور اس طرح شہر اور اہل شہر کو بچالو، اور اگر جزیہ نہ دو تو پھر جنگ کے لئے تیار ہوجاؤ! انشاء اللہ شکست اور ہار تمہارے مقدر میں ہے۔

حضرت یزید بن ابی سفیان رحمہ اللہ کا یہ بیان جب اہل شہر نے سنا تو کہا کہ: ہم مرجائیں گے مگر اسلام قبول نہ کریں گے، حضرت یزید بن ابی سفیان رحمہ اللہ کو جب پتہ چلا

کہ شہر والے نہ اسلام لانے کے لئے تیار ہیں' نہ جزیہ دینے کو قبول کر رہے ہیں تو آپ ساتھیوں کے پاس مشورہ کے لئے آئے، آپ کے ساتھیوں نے کہا کہ: چونکہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہاں جنگ کے لئے نہیں بھیجا ہے، اس لئے جنگ سے پہلے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو صورت حال سے مطلع کر دیا جائے، پھر جیسا آپ حکم دیں گے عمل کرلیا جائے گا، چنانچہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں جنگ کی اجازت دے دی، جب مسلمانوں کو پتہ چلا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں جنگ کی اجازت دے دی ہے تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ مؤرخ شام علامہ واقدی لکھتے ہیں:

''مسلمان جنگ کے لئے اتنے تیار تھے کہ یہ رات انہوں نے اس طرح گذاری جیسے کوئی کسی آنے والے کے انتظار میں گذارتا ہے، ہر امیر کی خواہش تھی کہ بیت المقدس کی فتح کا سہرا ان کے سر بندھے، اور وہی سب سے پہلے بیت المقدس میں داخل ہو اور نماز پڑھے اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے آثار کی زیارت کرے۔'' وکل امیر یرید ان یفتح علی یدیه' فیتمتع به لصلاة فیه' والنظر الی آثار الانبیاء''۔ (فتوح الشام ص ۱۴۵)

نماز فجر کے بعد مختلف جماعتوں کے امیر دعاؤں میں مصروف رہے، اور مقابلہ کی تیاری ہونے لگی۔ حضرت یزید بن ابی سفیان رحمہ اللہ نے اس وقت قرآن کریم کی اس آیت کی تلاوت فرمائی جو حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی قوم سے بیت المقدس کے بارے میں کہی تھی: ﴿یا قوم ادخلوا الارض المقدسة التی کتب الله لکم ولا ترتدوا علی ادبارکم فتنقلبوا خاسرین﴾۔ (سورۂ مائدہ، آیت نمبر:۲۱)

اے قوم! داخل ہو جاؤ تم پاک زمین میں جو مقرر کر دی ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اور نہ لوٹو اپنی پیٹھ کی طرف پھر نقصان میں جا پڑو گے۔

مسلمان جب مقابلہ کے لئے آگے بڑھے تو دوسری طرف سے تیروں کی بارش ہونے لگی، نہ مسلمان اس شہر پر قابض ہوسکے اور نہ وہ مسلمانوں کو بھاگنے پر مجبور کرسکے، دس دن سے زائد اس جنگ کو ہوگئے، مگر اب تک کوئی نتیجہ سامنے نہ آیا، اسی دوران حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ایک بڑے لشکر کے ساتھ یہاں تشریف لے آئے، آپ کے آنے پر مسلمانوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی کہ پورا علاقہ ''اللہ اکبر'' کی آواز سے گونج اٹھا، مسلمانوں کے اس جم غفیر اور ان کے آنے کی خبر سن کر بیت المقدس والے سخت خوف میں مبتلا ہوگئے اور ان کے سردار اور جنرل اپنے مذہبی پیشوا پوپ کے پاس آئے، پوپ نے ان کے آنے اور ایک شور بپا ہونے کا سبب معلوم کیا، تو اسے بتایا گیا کہ مسلمانوں کا امیر اپنی ایک فوج کے ساتھ آگیا ہے، یہ خبر سنتے ہی پوپ کا رنگ فق ہوگیا، اور افسوس کرتے ہوئے کہا کہ: ہائے اب کیا ہوگا؟ جب پوپ سے پوچھا گیا کہ وہ کیا بات ہے جس نے اسے اس قدر پریشان کردیا؟ تو اس نے کہا کہ:

انجیل مقدس کی قسم اگر فی الواقع آنے والا ان کا امیر اور سردار ہے تو اب تمہاری ہلاکت کو کوئی نہیں روک سکتا، جو باتیں ہمیں پرانی کتابوں اور پیشواؤں سے ملی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمین کا فاتح گندم گوں رنگ اور کالی آنکھوں والا ایک شخص ہوگا جس کا نام عمر ہوگا، وہ ان کے نبی کا صحابی ہوگا، یاد رکھو! اگر یہ وہی ہیں تو پھر تم نہ اس کا مقابلہ کرسکتے ہو اور نہ تم میں اس کی طاقت ہے، اس لئے اچھا ہوگا کہ میں پہلے جاکر اس امیر کی شکل وصورت دیکھ کر آؤں، اگر وہ وہی ہیں جن کی خبر ہماری کتابوں میں دی گئی ہے تو پھر تم اس کے ساتھ مصالحت کرلینا، اور اس کے مطالبات تسلیم کرلینا اور اگر وہ نہ ہوا تو پھر فکر کی بات نہیں۔ اس شخص کے سوا اس شہر کو کوئی اور فتح نہیں کرسکتا، اس لئے میں یہ شہر کسی دوسرے کو ہرگز نہیں

دوں گا۔ (فتوح الشام ص ۱۴۶)

چنانچہ پوپ اپنے دوسرے مذہبی رہنماؤں اور سرداروں کو لے کر شہر کے دروازے پر آیا، اور انہوں نے چھپ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ مسلمان فوج حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ارد گرد جمع ہے، اور بڑی عزت کے ساتھ ان کو سلام کر کے ایک طرف ہو جاتے ہیں، پوپ نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کو آواز دیں اور ان سے کہیں کہ وہ فی الحال لڑائی روک دیں، ہم تم سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں، اور وہ یہ کہ شہر جس کے ہاتھوں فتح ہونے والا ہے چونکہ اس کی پوری علامتیں ہمارے پاس موجود ہیں، اس لئے اگر تمہارا یہ سردار وہی ہے تو ہم بغیر کسی لڑائی کے یہ شہر ان کے حوالہ کرنے کو تیار ہیں، اور اگر یہ وہ نہیں تو پھر ہم قیامت تک یہ شہر تمہیں نہیں دیں گے جو چاہو کر لو یہ شہر تمہارے ہاتھ نہیں آ سکتا۔

مسلمانوں نے جب یہ آواز سنی تو انہوں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی اور آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں ملاقات کی اجازت دی، چنانچہ پوپ اپنے آدمیوں سمیت آپ کے پاس آیا اور آپ کو بغور دیکھ کر کہا کہ یہ وہ آدمی نہیں ہے، اور پھر اس نے اپنے لوگوں کو خوشخبری دی کہ فکر کی کوئی بات نہیں ان سے لڑو، کیونکہ یہ وہ نہیں جس کا ذکر ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں، چنانچہ لڑائی کا میدان پھر گرم ہو گیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے ضرور کوئی ایسا راز ہے جو ہو سکتا ہے کہ بعد میں کسی وقت ہم پر کھلے، اس لئے سر دست ان کے ساتھ مقابلہ کی تیاری میں کوئی کمی نہ ہونی چاہئے۔

مسلمانوں نے چار ماہ تک بیت المقدس کا محاصرہ جاری رکھا، اہل شہر اندر سے

مسلمانوں پر تیر برسا رہے تھے، ان کی کوشش تھی کہ مسلمان کسی طرح محاصرہ ختم کر دیں اور علاقے سے نکل جائیں، مگر مسلمانوں نے بھی ہمت نہ ہاری اور مقابلہ کے دوران پیچھے نہ ہٹے۔ بیت المقدس کے لوگوں نے جب دیکھا کہ یہ معاملہ کسی طرح بھی ختم نہیں ہو رہا ہے تو وہ ایک بار پھر اپنے مذہبی پیشوا کے پاس آئے اور کہا کہ: یہ عرب کے باشندے ہم سے بھی زیادہ سخت جان اور لڑائی کے شوقین معلوم ہوتے ہیں، اس لڑائی میں طرفین کا نقصان ہو رہا ہے، یہ لوگ ہمارا محاصرہ کئے ہوئے ہیں، ہم ان سے بات نہیں کر رہے ہیں، آخر کب تک ہم ان حالات کا مقابلہ کرتے رہیں گے؟ اور کب تک ہماری جان اس سے چھوٹے گی؟ اس لئے آپ ان کے پاس جائیے اور ان سے بات کیجئے کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ اگر ان کا مطالبہ معقول ہے تو آپ وہ پورا کر دیں، اور اگر یہ مطالبہ درست نہیں تو پھر روز روز کی لڑائی سے اچھا ہے کہ ہم ان کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑیں اور انہیں ختم کر دیں یا ہم ختم ہو جائیں، چنانچہ اہل شہر کی درخواست پر پوپ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو گفتگو کی دعوت دی، جب آپ وہاں تشریف لائے تو پوپ نے بیت المقدس کی عظمت و تقدس اور اس کا ادب و احترام بیان کیا، اور کہا کہ: ہمارا عقیدہ ہے کہ اس کی طرف میلی نگاہ اٹھا کر دیکھنے والا برباد ہو جائے گا، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! ہمیں اس شہر کی عظمت و وقار کا بخوبی علم ہے، ہمارے نبی ﷺ یہیں سے معراج پر تشریف لے گئے تھے۔ یہ علاقہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا مسکن و معدن ہے، ہمارا حق اس پر تم سے زیادہ ہے، اس لئے ہم اس کا محاصرہ کئے رکھیں گے، جب تک کہ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ شہر نہ دے دے۔

جب گفتگو لمبی ہو گئی اور بات وہیں کی وہیں رہی تو پوپ نے کہا کہ: اگر تم بیس سال تک

بھی یہاں پڑے رہو گے اور اس کا محاصرہ کئے رہو گے تب بھی تم اس شہر پر قبضہ نہیں کر سکتے، کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اسے وہی شخص فتح کر سکے گا جس میں کچھ خاص قسم کی علامات پائی جائیں گی، اور وہ علامتیں ہماری کتابوں میں موجود ہیں، اور اس وقت تم میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس میں یہ علامتیں موجود ہوں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ بتائیے وہ کون سی علامات ہیں جو اس شخص میں پائی جائیں گی؟ تو پوپ نے تفصیل بتائے بغیر کہا:

''انه یفتح هذه البلدة صاحب محمد، اسمه عمر، یعرف بالفاروق، وهو رجل شدید لا تأخذه فی الله لومة لائم، ولسنا نری صفته فیکم''۔(فتوح الشام ص ۱۴۷)

وہ محمد ﷺ کا صحابی ہوگا، اور اس کا نام عمر اور لقب فاروق ہوگا، وہ خدا کے بارے میں نہایت سخت اور اللہ کے کاموں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کرے گا، اور یہ شان ہم تمہارے اندر نہیں دیکھ رہے ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو آپ مسکرا اٹھے اور فرمایا: رب کعبہ کی قسم اب ہم نے یہ شہر فتح کر لیا'' یبسم ضاحکا، وقال: فتحنا البلد ورب الکعبة ''اور پوپ سے کہا کہ: بتاؤ اگر تم اسے دیکھ لو تو کیا اسے پہنچان لو گے؟ اس نے کہا: چونکہ ہم اس کی تفصیل اپنی کتابوں میں پاتے ہیں، اس لئے ضرور پہنچان لیں گے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: تم نے جس آدمی کا نام بتایا ہے، بخدا وہ ہم مسلمانوں کا خلیفہ اور ہمارے نبی ﷺ کا صحابی ہے، پوپ نے کہا کہ: اگر واقعی ایسا ہے تو اسے خبر بھیج دو کہ وہ ہمارے پاس آئے تا کہ یہ لڑائی اور خون ریزی بند ہو جائے اور ہم انہیں پہنچان کر یہ شہر ان کے حوالہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے محض آزمانے کے لئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کچھ زیادہ مشابہت رکھتے تھے، اس کے لئے تیار کیا کہ وہ شہر کے قریب چند ساتھیوں کے ساتھ جائیں تا کہ دیکھیں کہ پوپ انہیں دیکھ کر کیا رائے قائم کرتا ہے؟ چنانچہ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ شہر کے دروازہ کے پاس آئے اور آواز دی کہ آپ لوگ جسے دیکھنے کے منتظر ہیں وہ آگئے ہیں، چنانچہ پوپ نے جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو کہا: مسیح کی قسم...... یہ اس کے مشابہ ضرور ہیں، مگر یہ وہ نہیں ہیں، کیونکہ بعض علامات ان میں نہیں ہیں، پھر اس نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ: میں ان کے ساتھیوں میں سے ایک ہوں، پوپ نے کہا: آپ لوگ ایسا نہ کریں، بیشک تم لوگ بیس سال تک اس شہر کا محاصرہ کئے رکھو، مگر یہ شہر تمہارے ہاتھ فتح نہیں ہوگا، اس کا فاتح کوئی اور ہے، یہ کہہ کر پوپ واپس چلا گیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ ساری تفصیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھ بھیجی، اور عرض کیا کہ چونکہ معاملہ اب آپ کی ذات پر آگیا ہے، اس لئے اگر آپ تشریف لے آویں تو مسلمانوں کو عزت نصیب ہوگی، اور یہ شہر بھی فتح ہو جائے گا، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا یہ خط ''فتوح الشام'' کے ص ۲۲۴ / پر موجود ہے۔

جناب میسرہ بن مسروق رحمہ اللہ یہ خط لے کر مدینہ منورہ آئے، تو رات ہو چکی تھی، آپ مسجد نبوی میں آئے نماز ادا کی اور روضہ اقدس پر حاضری دی، چونکہ تھکاوٹ تھی اس لئے آپ سو گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب نماز فجر کے لئے آئے تو آپ نے انہیں سلام کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے شام کے حالات پوچھے، تو انہوں نے بلند آواز سے یہ خط حاضرین کو سنایا اور پھر مشورہ مانگا، کچھ لوگوں نے آپ کو سفر نہ کرنے کا مشورہ دیا،

تاہم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ: آپ کو بیت المقدس کا سفر کرنا چاہئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ تشریف لے جائیں تو مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ آپ کے ہاتھ سے اس شہر کو ضرور فتح کرادیں گے، اور اس سفر میں پیش آنے والی تکلیف پر اللہ آپ کو بہترین جزا دے گا، آپ کے جانے سے مسلمانوں کو ہمت ہوگی اور انہیں فتح نصیب ہوگی، اور اگر آپ نہ گئے تو خطرہ ہے کہ مسلمانوں کو صلح کرنی پڑے، کیونکہ عیسائی اس جگہ کو چھوڑ کر جانے والے نہیں، ان کے نزدیک وہ ایک مقدس مقام ہے، ہوسکتا ہے کہ پھر وہ اپنی مدد کے لئے دوسرے لوگوں سے بھی مدد طلب کریں، اس لئے آپ کا جانا مناسب ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ رائے پسند کی اور فرمایا: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر عمل کروں گا، میں انہیں محمود المشورہ اور مبارک صورت دیکھ رہا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب بیت المقدس کے سفر کا ارادہ فرمالیا تو آپ سب سے پہلے مسجد نبوی تشریف لائے، نماز ادا کی، روضۂ اقدس پر صلوۃ وسلام پیش کیا، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سلام کیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (بعض مؤرخین کے قول کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو) اپنا جانشین بنایا، اور امور خلافت ان کے حوالے کر کے رجب ۱۶/ھ کو آپ بیت المقدس کے لئے نکلے۔

سفر کے دوران جہاں رات آجاتی آپ وہاں پڑاؤ کرتے، اور نماز صبح کے بعد دعا فرماتے اور سفر پھر سے شروع فرمادیتے، اسی سفر میں ایک مقام پر دو اہم مقدمات اور تنازعات آپ کے پاس لائے گئے، اور آپ نے فریقین کا مقدمہ سن کر اس کا فیصلہ کیا اور پھر سختی سے دونوں کو ہدایت دی کہ آئندہ ایسا نہ کرنا ورنہ سزا دی جائے گی۔

امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جہاں جہاں سے گذرتے اس علاقے کے مسلمان اپنے گھروں اور علاقوں سے دیوانہ وار آپ کی زیارت کے لئے نکل آتے، اور امیر المؤمنین کو دیکھ کران کا ایمان اور تازہ ہو جاتا تھا۔

آپ نے مقام جابیہ میں قیام فرمایا، مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت آپ کے پاس جمع تھی، آپ نے ان سب کو نصیحتیں فرمائیں کہ:

''اے لوگو! تم اپنے باطن کی اصلاح کرلو' تمہارا ظاہر از خود درست ہو جائے گا، اور تم اپنی آخرت کے لئے اعمال کرو تو تمہارے دنیا کے کاموں کی کفایت ہو جائے گی، اور اس بات کو جان لو کہ تم میں سے کسی کی اللہ تعالی سے کوئی قرابت اور رشتہ داری نہیں، جو جنت کا راستہ اختیار کرنا چاہے وہ جماعت کو لازم پکڑے، اس لئے کہ اکیلے کے ساتھ شیطان ہوتا ہے، تم میں سے کوئی کسی اجنبی عورت کے ساتھ خلوت نہ کرے، اس لئے کہ اس صورت میں تیسرا ان کے ساتھ شیطان ہوگا، جس کو اس کی نیکی اچھی لگے اور اپنی برائی سے غم ہو یہ ایمان کی علامت ہے''۔

زمانۂ جاہلیت کے سفر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک راہب کا عہد لکھوانا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زمانۂ جاہلیت میں قریش کے تاجروں کی ایک جماعت کے ساتھ دمشق کا سفر کیا تھا، اس سفر میں ہوا یہ کہ سب لوگ واپس ہوئے، مگر آپ کسی ضرورت سے وہاں ٹھہر گئے، اسی دوران ایک جرنیل آیا اور آپ کو گردن سے پکڑا اور جھگڑنے لگا، لیکن آپ پر غالب نہ آسکا، پھر اس نے آپ کو ایک مکان میں داخل کر دیا، وہاں مٹی' کلہاڑا' بیلچہ اور زنبیل پڑی ہوئی تھی اور کہا کہ: یہ مٹی یہاں سے ہٹا کر وہاں پھینکو، اور باہر سے دروازہ بند کر کے چلا گیا، دوپہر کے وقت وہ دوبارہ آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ

متفکر بیٹھے ہوئے تھے اور آپ نے ذرا بھی اس کے حکم کی تعمیل نہیں کی تھی، اس نے آ کر کہا: تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟ آپ کے سر پر ایک مکہ رسید کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جوابا کلہاڑا اٹھایا اور اسے دے مارا اس سے وہ مر گیا، آپ رات کی تاریکی میں وہاں سے نکل کر ایک راہب کی خانقاہ کے قریب آ کر بیٹھ گئے، اس نے اوپر سے دیکھا اور نیچے اتر کر آپ کو اپنے ساتھ خانقاہ میں لے گیا، کھلایا' پلایا' ہدایا و تحائف سے نوازا، اس دوران آپ کو نہایت غور سے دیکھتا رہا، پھر اس نے آپ سے حالات دریافت کئے، اور آپ کو بڑے غور سے دیکھنے لگا، اور کچھ نشانیاں تلاش کرنے لگا، پھر کہا کہ: دین نصاری کے پیروکار جانتے ہیں کہ میں ان کی کتاب کا سب سے بڑا عالم ہوں، اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اس شہر پر فتح پاؤ گے، لہذا میری اس خانقاہ کے بارے میں ایک امان نامہ لکھ دو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کیا باتیں کر رہیں ہیں؟ مگر اس نے نہ مانا تو آپ نے مجبوراً اس کی منشاء کے مطابق ایک تحریر لکھ دی، جب چلنے کا وقت ہوا تو اس نے مجھے ایک گدھی دی اور کہا کہ: جب تم اپنے ساتھیوں سے مل جاؤ تو اسے اکیلی ہی میری طرف روانہ کر دینا، جس جگہ سے یہ گذرے گی وہ لوگ اس کا اکرام کریں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس کی فتح کے لئے مقام جابیہ میں پہنچے تو وہ راہب اس امان نامہ کو لے کر آیا، اور امان نامہ خدمت میں پیش کیا، آپ نے اسے نافذ العمل قرار دیا، البتہ یہ شرط لگائی کہ جو مسلمان اس کے پاس سے گذرے اس کی ضیافت کرنا اور راستہ بتلانا۔

جب نماز کا وقت ہوا تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہ وہ اذان دیں، انہوں نے کہا کہ: میں نے یہ عزم کر لیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کے لئے اذان نہ

دوں گا، لیکن آج آپ نے چونکہ حکم فرمایا ہے، اس لئے ضرور دوں گا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جوں ہی اذان شروع کی تو وہاں موجود صحابہ کرام پر رقت طاری ہوگئی اور وہ سب کے سب رسول اللہ ﷺ کے دور اقدس میں کھو گئے، جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ ''اشھد ان محمدا رسول الله '' پر پہنچے تو ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر نہ ہوئی ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی رو پڑے، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ روتے روتے بے تاب ہو گئے۔

بیت المقدس میں داخلہ کے وقت کی کیفیت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھا کر حاضرین مجلس کی باتوں اور شکایتوں کو سنا، اور متعلقہ اداروں کو ان شکایات کے دور کرنے کی تاکید فرمائی، اور علاقے کے عمال کو نصیحتیں کیں۔

جب آپ بیت المقدس کی جانب چلنے لگے تو آپ کے بدن پر ایک پھٹا پرانہ کپڑا تھا، جس میں تقریباً چودہ‘ پندرہ پیوند لگے ہوئے تھے، مسلمانوں نے کہا کہ: اگر آپ اونٹ کے بجائے گھوڑے پر سوار ہو جائیں، اور اس پھٹے پرانے کپڑے کو اتار کر نیا کپڑا پہن لیں تو اس سے دشمنوں پر اچھا خاصا اثر پڑے گا، آپ نے مسلمانوں کی درخواست پر نئے کپڑے پہن لئے، اور ایک عمدہ نسل کا گھوڑا جو آپ کے لئے تیار تھا، اس پر تشریف فرما ہوئے، ابھی تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ گھوڑا شوخی کرتے ہوئے نزاکت سے چلنے لگا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھوڑے سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: یہ غرور کی چال تم نے کب سے سیکھ لی ہے؟ قریب تھا کہ میرے دل میں بھی اس عجب وتکبر کا کوئی اثر آجاتا اور قیامت کے دن یہ میری ہلاکت کا سبب بن جاتا۔ (فتوح الشام ص ۱۵۱)

بعض روایات میں ہے کہ: آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے، اور ہمارے لئے یہی بس ہے'' اور اسی حال میں بیت المقدس میں داخل ہوئے۔

جب آپ بیت المقدس کے قریب پہنچے اور اس پر نظر پڑی تو آپ کی زبان پر یہ دعا تھی: '' الله اکبر، اللهم افتح لنا فتحا یسیرا، واجعل من لدنک سلطانا نصیرا ''۔

اے اللہ! آپ سب سے بڑے ہیں، اے اللہ! ہمارے اس فتح کو آسان کردیں اور اپنی جانب سے ہمارے لئے مدد دینے والا غلبہ عنایت فرمائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: بیت المقدس کے حاکموں کو ہمارے یہاں آنے کی اطلاع کردو، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم کی تعمیل فرمائی۔

پوپ اپنے تمام سرداروں اور مذہبی ساز وسامان کے ساتھ باہر آیا، بیت المقدس کا حاکم اور والی بھی اس کے ساتھ تھا، پوپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: اگر واقعی تمہارے آدمی آگئے ہیں تو انہیں کہا جائے کہ وہ ہمارے سامنے اس طرح آئیں کہ وہ تنہا اور علیحدہ ہوں، سب کے ساتھ ملے جلے نہ ہوں تاکہ ہم انہیں اچھی طرح دیکھ سکیں، اگر تمہارے امیر وہی ہوئے جن کا ذکر ہم پہلے کرچکے ہیں تو یہ شہر آپ کے حوالے ہے، اگر نہیں تو آگے تلوار ہی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو فرمایا کہ: جس طرح وہ چاہتے ہیں ہم جانے کے لئے تیار ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: آپ کا اس طرح اکیلے نکلنا ٹھیک نہیں ہے کہیں یہ لوگ آپ کو نقصان نہ پہنچا دیں، آپ کے پاس کوئی جنگی ہتھیار بھی نہیں کہ

آپ ان کا دفاع کر سکیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ج هُوَمَوْلٰنَا ج وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾۔(سورۂ توبہ آیت نمبر:۵۱)

ترجمہ:...... کہہ دو کہ: اللہ نے ہمارے مقدر میں جو تکلیف لکھ دی ہے، ہمیں اس کے سوا کوئی اور تکلیف نہیں پہنچ سکتی۔وہ ہمارا رکھوالا ہے، اور اللہ ہی پر مؤمنوں کو بھروسہ کرنا چاہیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اسی اونٹ پر سوار ہوئے، اپنی پرانی چادر اپنے اوپر لی، اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اسی درویشانہ اور فقیرانہ ادا میں چل پڑے۔ادھر پوپ اور دیگر سرکاری اور مذہبی رہنما مسلمانوں کے امیر کی زیارت کرنے کو بے تاب تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب پوپ کے قریب پہنچے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: یہ ہمارے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔پوپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو چیخ پڑا اور کہا:

"اللہ کی قسم یہ شخص وہی ہے جس کی صفات وخوبیاں اور نشانیاں ہماری کتابوں میں ہیں، اور یہی ہے وہ شخص جس کے ہاتھ سے ہمارا شہر فتح ہوگا، اور یہ یقیناً ایسا ہی ہوگا۔

(فتوح الشام ص ۴۳۸)

پھر پوپ اپنے ساتھیوں کی جانب متوجہ ہو کر کہنے لگا:

دوڑو! اور اس شخص کے پاس جاؤ اور امن وامان اور ذمہ کا عہد لے لو، واللہ یہ وہی آدمی ہے، محمد بن عبداللہ (ﷺ) کا صحابی (رضی اللہ عنہ) یہی ہے۔(ایضا)

چنانچہ رومی لوگ اپنے دروازے کی جانب بھاگے اور دروازہ کھول کر حضرت عمر رضی

اللہ عنہ کے پاس آئے، اور آپ سے امن وامان کی درخواست کرتے ہوئے جزیہ دینے کا اقرار کیا، اور پھر شہر کی چابیاں آپ کے حوالہ کردیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ منظر دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے، اور آپ نے اونٹ پر ہی اللہ تعالی کے آگے سجدہ کیا، اوران سے فرمایا کہ: جس طرح تم چاہتے ہو اسی طرح ہوگا، اگر تم نے اقرار کیا تو تمہارے لئے ذمہ اور امان ہوگا، جاؤ اب شہر کی طرف لوٹ جاؤ۔ پھر آپ اپنے خیمہ میں لوٹ آئے۔

دوسرے دن نماز فجر کے بعد بیت المقدس میں اس دروازے سے داخل ہوئے جہاں سے رسول اللہ ﷺ معراج والی رات داخل ہوئے تھے۔ آپ سب سے پہلے مسجد میں تشریف لائے۔ محراب داؤد میں پہنچ کر سجدۂ داؤد کی آیت پڑھی اور سجدہ کیا۔

چرچ کی حفاظت کے خاطر گرجا گھر میں نماز پڑھنے سے انکار

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس میں عیسائیوں کے گرجا گھر بھی تشریف لے گئے، اور وہاں کی ہر چیز کا معائنہ کیا، جب نماز کا وقت آیا تو پوپ نے کہا کہ: آپ نماز ادا کرلیں، آپ نے معذوری ظاہر کردی اور باہر زینہ پر آکر نماز ادا کی اور کہا کہ: اگر آج میں تمہارے اس گرجا گھر میں نماز پڑھ لیتا تو کل مسلمان اس پر یہ کہہ کر قبضہ جما لیتے کہ یہاں ہمارے خلیفہ نے نماز ادا کی ہے۔

ایک دن مسجد اقصی میں تشریف لے گئے اور کعب احبار رحمہ اللہ کو بلایا اور ان سے قبلہ کی نسبت پوچھا، انہوں نے جواب دیا کہ صخرہ کی طرف، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اب تک یہودیت کا اثر باقی ہے، اور اسی کا اثر ہے کہ تم نے صخرہ کے پاس آکر جوتی اتاردی۔

حضرت عمر رضی اللہ کا نصاری کے ساتھ معاہدہ

هـذا مـا اعـطـى عبد الله عمر امير المؤمنين اهل ايلياء: من الامان اعطاهم امانا لانـفسهـم وامـوالهـم ولِـكَـنَـايِسهم وصلبانهم، وسقيمها و بديّها و ساير ملتها انه لا يسكـن كـنـايسهـم ولا تهـدم ولا ينتقض منها ولا من خيرها ولا من صلبهم ولا من شـيءٍ مـن اموالهم، ولا يكرهون على دينهم، ولا يضار احد منهم، ولا يسكن بايلياء مـعهـم احـد مـن اليهـود، وعلى اهل ايلياء ان يعطو الجزية كما يعطى اهل المدائن ، وعليهم ان يخرجوا منها الروم واللصوت فمن خرج منهم فهو امن على انفسه و ماله حتـى يبـلغوا مامنهم، ومن اقام منهم فهو امن ، وعليه مثل اهل ايلياء من الجزية، ومن احـب مـن اهـل ايـلياء ان يسير بنفسه وماله مع الروم و يخلى بيعهم و صلبهم فانهم آمنون على انفسهم وعلى بيعهم و صلبهم حتى يبلغوا مامنهم ،

وعلى مافى هذا الكتاب عهد الله ' و ذمة رسوله' وذمة الخلفاء' وذمة المؤمنين اذا اعطوا الذى عليهم من الجزية،

شهـد عـلـى ذلك خـالـد بـن الوليد وعمرو بن العاص وعبد الرحمن بن عوف ومعاوية بن ابى سفيان،(رضى الله عنهم) و كتب و حضر :۵ ا ۵۔(الفاروق ص۳۰۴)

یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المؤمنین عمر نے ایلیاء کے لوگوں کو دی، یہ امان ان کی جان' مال' گرجا' صلیب' بیمار' تندرست' اوران کے تمام مذہب والوں کے لئے ہے، اس طرح پر کہ ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائے' نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ ان کو یا ان کے احاطے کو کچھ نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ان کی صلیبوں اوران کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی، مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہ کیا جائے گا،اور نہ ان میں سے کسی کو نقصان

پہنچایا جائے گا، ایلیاء میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے، ایلیاء والوں پر یہ فرض ہے کہ اور شہروں کی طرح جزیہ دیں اور یونانیوں کو نکال دیں، ان یونانیوں میں سے جو شہر سے نکلے گا اس کی جان اور مال کو امن ہے تا آنکہ وہ جائے پناہ میں پہنچ جائے، اور جو ایلیاء ہی میں رہنا اختیار کرے تو اس کو بھی امن ہے اور اس کو جزیہ دینا ہوگا ایلیاء والوں کی طرح، اور ایلیاء والوں میں سے جو شخص اپنی جان اور مال لے کر یونانیوں کے ساتھ چلا جانا چاہے تو ان کو اور ان کے گرجاؤں کو اور صلیبوں کو امن ہے یہاں تک کہ وہ اپنی جائے پناہ تک پہنچ جائیں۔ اور جو کچھ اس تحریر میں ہے اس پر خدا کا' رسول خدا کا' خلفاء کا' مسلمانوں کا ذمہ ہے، بشرطیکہ یہ لوگ جزیہ مقررہ ادا کرتے رہیں۔ اس تحریر پر گواہ ہیں:

خالد بن الولید (رضی اللہ عنہ) عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ)

عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہ) معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہ)

۱۵ھ میں لکھا گیا۔

مفتوح قوم کے ساتھ اسلام کا منصفانہ برتاؤ

اس فرمان میں صاف تصریح ہے کہ عیسائیوں کے مال' جان اور مذہب ہر طرح سے محفوظ رہے گا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کسی قوم کو جس قدر حقوق حاصل ہو سکتے ہیں انہی تین چیزوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ گرجے اور چرچ کی نسبت یہ تفصیل ہے کہ نہ توڑے جائیں گے' نہ ان کی عمارتوں کو کسی طرح کا نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ان کے احاطوں میں دست اندازی کی جائے گی۔ مذہبی آزادی کی نسبت دوبارہ تصریح ہے کہ: ''لا یکرھون علی دینھم''۔

عیسائیوں کے خیال میں چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو یہودیوں نے صلیب

دے کر قتل کیا تھا اور یہ واقعہ خاص بیت المقدس میں پیش آیا تھا، اس لئے ان کی خاطر سے یہ شرط منظور کی کہ یہودی بیت المقدس میں نہ رہنے پائیں گے۔

یونانی باوجود اس کے کہ مسلمانوں سے لڑے تھے، اور درحقیقت وہی مسلمانوں کے اصلی دشمن تھے، تاہم ان کے لئے یہ رعایتیں ملحوظ رکھی گئیں کہ بیت المقدس میں رہنا چاہیں تو رہ سکتے ہیں، اور نکل جانا چاہیں تو نکل سکتے ہیں، دونوں حالتوں میں ان کو امن حاصل ہوگا، اور ان کے گرجاؤں اور معبدوں سے کچھ تعرض نہ کیا جائے گا۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ بیت المقدس کے عیسائی اگر چاہیں کہ وطن سے نکل کر رومیوں سے جاملیں تو اس پر بھی ان سے کچھ تعرض نہ کیا جائے گا، بلکہ ان کے گرجے وغیرہ جو بیت المقدس میں ہیں، سب محفوظ رہیں گے۔ کیا کوئی قوم مفتوح ملک کے ساتھ اس سے بڑھ کر انصافانہ برتاؤ کرسکتی ہے؟

بیت المقدس میں امامت

بیت المقدس انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا مسکن و مدفن ہے اور دنیا کے تینوں بڑے مذاہب اس کا ادب کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے معراج کی رات میں انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی امامت فرمائی تھی، آپ ﷺ کے بعد یہ شرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نصیب میں آیا اور آپ رضی اللہ عنہ سب مسلمانوں کے امام ہوئے، اور تیسرے دن آپ نے فجر کی نماز پڑھائی، پہلی رکعت میں سورۂ ص اور دوسری میں سورۂ بنی اسرائیل پڑھی۔ آپ رضی اللہ عنہ اس باب میں حضور اقدس ﷺ کے نائب ٹھہرے۔

اس کے بعد آپ صخرہ کے پاس آئے، اور صخرہ کے ادب واحترام میں اس پر پڑی ہوئی گندگیوں کو اپنی چادر سے صاف کیا، اس دن سے صخرہ مسلمانوں کی نگرانی میں آگیا، بعد

میں ملک مروان نے اس پر ایک گنبد تعمیر کرایا۔ابن کثیر کی روایت میں ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس میں داخل ہوئے تو حضرت کعب احبار رحمہ اللہ سے صخرہ کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ: اے امیر المؤمنین! وہ وادی جہنم سے اتنے اتنے ذراع کے فاصلے پر ہے، انہوں نے پیمائش کی تو اسی مقام پر ملی، اور نصاری نے اس جگہ کو کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ بنایا ہوا تھا، جیسا کہ یہود نے ان کی جگہ قمامہ کے ساتھ یہی معاملہ کیا تھا۔

قمامہ وہ جگہ ہے جہاں ایک آدمی کو عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کے شبہ میں پھانسی دی گئی تھی، جب نصاری بعثت نبوی سے تقریباً تین سال پہلے بیت المقدس پر حکومت کرتے تھے تو انہوں نے قمامہ کو صاف کیا اور وہاں ایک عظیم الشان گرجا تعمیر کیا، جسے قسطنطنیہ کے بادشاہ کی والدہ نے بنوایا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب احبار رحمہ اللہ سے پوچھا کہ: تمہاری رائے میں نماز کہاں پڑھوں؟ انہوں نے کہا کہ: صخرہ کے پیچھے، تا کہ پورا القدس آپ کے سامنے ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے اہل کتاب کی مشابہت اختیار کی ہے، میں وہاں نماز پڑھوں گا جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی، پھر آپ قبلہ کی سمت آگے بڑھے اور نماز پڑھی۔نماز کے بعد اپنی چادر سے کوڑا کرکٹ صاف کرنے لگے اور چادر میں بھرنے لگے، یہ دیکھ کر اور حضرات بھی صفائی میں مشغول ہو گئے۔

آپ اتوار کے دن بیت المقدس میں داخل ہوئے اور جمعہ تک وہاں مقیم رہے، ایک روایت کے مطابق آپ نے دس دن قیام فرمایا، اور وہاں ایک مسجد بھی بنائی۔

ایک موقع پر بعض رومیوں نے مشورہ کیا کہ مسلمان جب نماز میں ہوں تو ان پر حملہ

کر دیں، ابوالجعید کو جب اس سازش کا پتہ چلا تو اس نے کہا: ہرگز ایسا نہ کرنا، البتہ اگر ان کو آزمانا چاہتے ہو تو ان کے سامنے مال و دولت پیش کردو، اگر یہ چیزیں انہیں محبوب ہوجائیں تو تمہارا مقصد آسانی سے حاصل ہوجائے گا، چنانچہ انہوں نے مال ودولت کا ایک انبار ان کے راستے میں رکھ دیا، مسلمان جب وہاں سے گزرے تو انہوں نے اس قدر مال ودولت اور ساز وسامان کو دیکھ کر حیرت کا اظہار ضرور کیا، مگر ان میں سے کسی نے اس کی طرف رغبت نہیں کی، بلکہ اللہ کی حمد وثنا کرتے ہوئے آگے نکل گئے، رومی یہ دیکھ کر حیران ہوئے، ابوالجعید نے کہا: یہی وہ جماعت ہے جن کی تعریف اللہ تعالی نے تورات اور انجیل میں کی ہے، یہ لوگ ہمیشہ حق پر رہیں گے، اور جب تک یہ حق پر رہیں گے دنیا کی کوئی قوم ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات نہیں کرسکتی۔

(بدایہ والنہایہ ص۶۲ ص۴۔ نور القمر بسیرۃ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، ص ۲۵۵ ج ۲۔ فاروق اعظم، از ص ۱۷۵۔ الفاروق ص ۱۳۸/ اور ۳۰۴)

صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کی فتح بیت المقدس

آنحضرت ﷺ نے خوشخبری دی تھی کہ مسلمان بیت المقدس کو فتح کریں گے، چنانچہ سب سے پہلے یہ سعادت مسلمانوں میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں نصیب ہوئی۔ لیکن خلافت بنو عباس کے دور میں تقریباً دوصدی بعد جب مسلمانوں کی باہمی پھوٹ کے نتیجے میں خلافت عباسیہ کا نام صرف رسمی طور پر یا تبرکا باقی رہ گیا، اور مختلف ممالک اسلامیہ میں اقتدار عملا مقامی حکمرانوں میں تقسیم ہوگیا، تو ۳۵۹ھ میں مصر پر باطنیہ (اسماعیلی شیعوں) نے قبضہ کر کے خلافت عباسیہ سے مصر کا رسمی تعلق بھی توڑ ڈالا، بلکہ اس کے خلاف محاذ کھول دیا تھا، اس پھوٹ در پھوٹ کا سلسلہ دراز اور لمبا ہوتا چلا گیا، جس سے

فائدہ اٹھا کر: ۴۸۹ھ (۱۰۹۶ء) میں یورپ کے بڑے بڑے بادشاہوں نے متحد ہو کر صلیبی جنگوں کا آغاز کر دیا، اور بیت المقدس سے مسلمانوں کو نکالنے کے لئے شام کے ساحلی علاقوں پر۔ جواب لبنان وغیرہ میں شامل ہیں۔ حملہ کر دیا، وہ مسلمانوں کی جگہ جگہ مزاحمت کے باوجود ان علاقوں کو فتح کرتے چلے گئے۔

بیت المقدس پر عیسائیوں کا حملہ

شام کی حکومت اور تمام مسلمان عیسائی فوجوں کے اس دم بدم بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے پر اپنی طاقت مرکوز کر رہے تھے، عین اس وقت جبکہ مصر کی باطنی حکومت کے وزیر محمد ملک نے یہ گل کھلایا کہ مصری فوج لے کر بیت المقدس پر حملہ کر دیا اور شام کی فوج کو وہاں سے بھگا کر خود بیت المقدس پر قبضہ کر بیٹھا، اس کی یہ مجنونانہ کاروائی عیسائیوں کے لئے بے حد مفید ثابت ہوئی، مصری فوج بیت المقدس پر قبضہ برقرار نہ رکھ سکی، عیسائیوں نے جن کی تعداد دس لاکھ تھی: ۲۳/شعبان ۴۹۲ھ کو چالیس روز کے محاصرے کے بعد مسلمانوں کے قبلۂ اول بیت المقدس پر قبضہ کر لیا، مسلمانوں کا قتل عام شروع کیا، ستر ہزار مسلمان شہید کئے گئے، اور مسجد اقصی کا تمام قیمتی سامان، قندیلیں، جو چاندی اور سونے کی تھیں سب لوٹ لیں، انا لله وانا الیه راجعون۔

سلطان نور الدین زنگی کے والد عماد الدین زنگی جب: ۵۲۲ھ میں عراق وشام میں برسر اقتدار آئے تو بیت المقدس پر عیسائیوں کے قبضے کو تیس سال بیت چکے تھے، اور انہوں نے آس پاس کے دیگر علاقوں کے علاوہ مصر میں بھی اپنے قدم جما لئے تھے۔

سلطان نور الدین زنگی رحمہ اللہ کے زمانے میں مصر کے وزیر اعظم شاور نے اپنے ہم مذہب بادشاہ ''عاضد عبیدی'' سے بغاوت کر کے عیسائیوں سے ساز باز کر لی، اور قاہرہ میں

عیسائی فوجیں داخل کرا کے ان کا اقتدار مسلط کرادیا، اس کی سرکوبی کے لئے سلطان نور الدین زنگی رحمہ اللہ نے عاضد عبیدی کی درخواست پر اپنے سپہ سالار ''شیر کوہ'' اور اس کے بھتیجے صلاح الدین ایوبی کو مصر روانہ کیا، یہ دونوں فتح یاب ہوئے اور عیسائیوں کو شکست فاش ہوئی، عاضد عبیدی نے شیر کوہ سے خوش ہوکر اسے مصر کا وزیر اعظم مقرر کردیا اور اس کے انتقال کے بعد: ۵۶۵ھ میں صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کو وزیر اعظم بنادیا۔ ان دونوں کا تعلق نورالدین زنگی رحمہ اللہ سے بدستور باقی رہا، اس طرح شام اور مصر کی اسلامی حکومتیں متحد ہوگئیں۔ عاضد برائے نام مصر کا بادشاہ رہا، مگر وہ شیر کوہ اور اس کے بعد صلاح الدین ایوبی سے اتنا خوش تھا کہ اس نے امور حکومت سے لاتعلقی اختیار کرلی، اور مصر میں اقتدار عملا صلاح الدین ایوبی کا قائم ہوگیا۔

دو سال بعد: ۵۶۷ھ میں جب عاضد کا انتقال ہوا تو اس کے ساتھ ہی مصر سے باطنی حکومت کا بھی خاتمہ ہوگیا، اور ملک مصر پھر خلافت عباسیہ بغداد کی حدود میں داخل ہوگیا، اسی سال خلیفۂ بغداد نے صلاح الدین ایوبی کو مصر کی حکومت سپرد کرکے ''سلطان'' کا خطاب دیا۔

صلاح الدین ایوبی بحیثیت سلطان

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ حسب سابق پوری طرح سلطان نورالدین زنگی رحمہ اللہ کے پوری طرح وفادار رہے، انہوں نے مصر سے نہ صرف عیسائی فوجوں کا صفایا کیا، بلکہ فرقۂ باطنیہ نے مصر میں اپنے دو سو سات (۲۰۷) سالہ دور میں ظلم وستم، قتل و غارت گری، شورشوں، سازشوں اور بغاوتوں سے اور اسلام کے شرعی احکام میں رد و بدل کرکے ملک وملت کو جو شدید نقصانات پہنچائے تھے، ان کی بھی تلافی کی، اور مصر کی اسلامی

حکومت میں عدل وانصاف' امن وامان اور شرعی احکام کو صحیح صورت میں نافذ کردیا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کا یہ تاریخی کارنامہ بھی عظیم الشان ہے کہ ملک مصر جو دوسو سات سال تک خلافت اسلامیہ (عباسیہ) سے منقطع بلکہ اس کا حریف بنا رہا تھا اسے دوبارہ خلافت عباسیہ کی حدود میں داخل کردیا۔

مصر وشام کی اسلامی حکومتوں کے اس اتحاد سے عیسائیوں میں کھلبلی مچ گئی، انہوں نے بیت المقدس پر اپنے قبضے کو بچانے کے لئے یورپ کے پادریوں اور حکمرانوں سے امداد طلب کی، چنانچہ ان ملکوں میں پادریوں نے مسلمانوں کے خلاف ''جہاد'' کے وعظ کہنے شروع کردیئے، یورپ سے تازہ دم عیسائی فوجیں آ آ کر شام کے ساحلی علاقوں پر اترنا شروع ہوگئیں، اوران کی آمد اور جارحیت کا سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا۔

اسی نازک دور میں سلطان نورالدین زنگی رحمہ اللہ کی ۵۶۹ھ میں وفات ہوگئی۔ صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے مصر سے دمشق آکر سلطان کے بیٹے ملک صالح کو تخت نشیں کرادیا، اسی سال یمن اور حجاز بھی صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کی حکومت میں شامل ہوگئے، اس طرح مصر' شام' اردن' لبنان' یمن اور حجاز بھی بغداد کی خلافت عباسیہ کے تحت متحد ہوگئے۔

یورپ کے عیسائیوں نے اپنی متفقہ طاقت سے شام ومصر پر حملہ کیا، اس کے مقابلے پر سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ ہی پہاڑ بن کر ڈٹ گئے تھے، دوسری طرف فرقۂ باطنیہ ہی کی ایک شاخ جن کو ''ملاحدۃ الموت'' اور ''فدائیین'' کہا جاتا تھا' وہ چھپ چھپ کر حملہ کرتے اور مسلمان امراء کو قتل کرنا ثواب جانتے تھے، انہوں نے ایک تہلکہ مچا رکھا تھا، ان ظالموں نے سلطان کو بھی قتل کرنے کی کوشش کی، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ناکام بنادی۔

ان حالات میں شام کے تمام سرداروں نے مل کر صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کو مصر کے ساتھ ملک شام کا بھی باقاعدہ سلطان تسلیم کرلیا' جن کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اب مسلمانوں کے قبلۂ اول کو آزاد کرانا تھا۔

فتح بیت المقدس کے لئے جنگیں

عیسائی اس پورے دور میں بیت المقدس کے علاوہ شام کے ان علاقوں میں بھی اپنی مضبوط حکومتیں قائم کر چکے تھے، جو اب لبنان اور اردن میں شامل ہیں۔ سلطان کو مسلمانوں کے قبلۂ اول کو آزاد کرانے کے لئے ان سب سے پے درپے چودہ سال تک خون ریز جنگیں لڑنی پڑیں۔

اسلامی غیرت وحمیت

ایک موقع پر ''کرک'' کے عیسائی حکمران ''ریجی نالڈ'' سے سلطان کو صلح کرنے کی نوبت بھی آئی، کرک کا یہ علاقہ اب اردن میں ہے، ریجی نالڈ نے بدعہدی کی، حاجیوں کا ایک قافلہ اس نے اپنے علاقے سے گذرتے ہوئے لوٹ لیا، اور قافلے کے لوگوں کو گرفتار کرلیا، سلطان نے اسے تنبیہ کی، ریجی نالڈ نے پروانہ کی، اور قافلے کے لوگوں نے جب اس سے انسانیت اور شرافت کی درخواست کی تو اس نے گستاخانہ انداز میں کہا:

''تم محمد (ﷺ) پر ایمان رکھتے ہو، اس سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ آکر تمہیں چھڑالے''

سلطان کو اس ناپاک جملے کی خبر پہنچی تو انہوں نے قسم کھا کر عہد کیا کہ اس بدعہد گستاخ کو اللہ نے چاہا تو اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا۔ سلطان نے بلا تاخیر کرک اور اس کے پاس کے کئی شہروں اور علاقوں پر مختلف سمتوں سے حملے کئے، ہر جنگ میں عیسائی فوجوں کو بری طرح شکست دیتا چلا گیا، اور ایک گھمسان کی جنگ میں یروشلم کے بادشاہ سمیت تمام

بڑے بڑے حکمرانوں کو گرفتار کرلیا، یہ تمام معزز قیدی سلطان کی خدمت میں پیش کئے گئے، سلطان نے ہر ایک کو اس کے رتبے کے مطابق جگہ دی، یروشلم کے بادشاہ کو اپنے پاس بٹھایا، ریجی نالڈ بھی پیش ہوا، سلطان نے اسے طلب کیا، اور اسے اسلام کی دعوت دی، مگر اس نے قبول نہ کی، تو سلطان نے کہا کہ: لو میں محمد ﷺ کا انتقام لیتا ہوں۔ اور اپنے ہاتھ سے اس گستاخ کا سر قلم کیا۔

فتح بیت المقدس

اس کے بعد عیسائیوں کے زیر قبضہ تمام علاقوں کو یکے بعد دیگرے فتح کر کے سلطان بیت المقدس کی طرف روانہ ہوا، یہ خبر سن کر مصر وشام کے تمام بڑے بڑے علماء اس مقدس جہاد میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے پہنچ گئے۔ سلطان نے ۱۵/رجب ۵۸۳ھ کو بیت المقدس کی فصیلوں کے باہر پڑاؤ ڈالا، اور دشمن سے کہلا بھیجا کہ: میں یہاں خونریزی نہیں چاہتا، شہر میرے حوالے کر دو اور معقول معاوضہ لے لو، مگر وہ تیار نہیں ہوئے، بالآخر خونریز جنگ ہوئی، اور سلطان شہر کی فصیل ایک طرف سے توڑنے میں کامیاب ہوگیا' عیسائی فوج ساٹھ ہزار یا اس سے زائد تھی، اس نے یہ خوفناک منظر دیکھا تو ہمت ہار کر ہتھیار ڈال دیئے۔ جمعہ: ۲۷/رجب ۵۸۳ھ کو لشکر اسلام بیت المقدس میں داخل ہوگیا۔ یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ سلطان کے داخلہ کی تاریخ بھی وہی تھی جس تاریخ کو آپ ﷺ کو معراج ہوئی تھی۔ ۴۹۰ھ سے ۵۸۳ھ تک ترانوے سال بیت المقدس عیسائیوں کے قبضے میں رہا۔

ہر طرف دعا' تہلیل وتکبیر کا شور بلند تھا، مؤذن نے جمعہ کی اذان دی، بیت المقدس میں (۹۳/سال بعد) جمعہ کی نماز ہوئی، ابھی تک کسی خطیب کا تقرر عمل میں نہیں آیا تھا،

بعض حضرات نے بڑے فصیح اور عمدہ خطبات تیار کئے تھے کہ شاید انہیں یہ سعادت ملے، بالآخر سلطان کے حکم سے قاضی محی الدین ابن ذکی رحمہ اللہ نے پہلا خطبہ پڑھا، اور بڑا فصیح و بلیغ خطبہ دیا، سورۂ فاتحہ اور قرآن کریم کی مختلف آیات حمد سے ابتدا فرمائی، علامہ مجیر الدین حنبلی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور اور قابل مطالعہ کتاب ''الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل '' (ص ۴۷۷ ج ۱) میں اسے نقل کیا ہے، چند جملے اہل علم کی خدمت میں بلا ترجمہ نقل کرتا ہوں:

''الحمد لله معز الاسلام بنصره، و مذل الكفر بقهره، ومصرف الامور بامره، ومديم النعم بشكره، ومستدرج الكفار بمكره الذى قدر الايام دولا بعدله، وجعل العاقبة للمتقين بفضله، وأفاء على عباده من ظله، واظهر دينه على الدين كله، القاهر فوق عباده لايمانع، والظاهر على خليقته فلا ينازع، والآمر بماشاء فلا يراجع، والحاكم بما يريد فلا يدافع، احمده على اظهاره واظفاره، واعزازه لاوليائه ونصره لانصاره، وتطهيره لبيته المقدس من ادناس الشرك واوضاره، حمد امن استشعر الحمد باطن سره و ظاهر جهازه''۔

اس خطبہ میں مسجد اقصیٰ کی اہمیت وفضائل واقعۂ معراج کا مختصر بیان بڑی عمدگی سے آ گیا ہے، اہل علم کو ضرور اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ''بدایہ والنہایہ'' (اردو ص ۶۸۴ ج ۶) میں اسے مختصراً نقل کیا ہے۔

قبۂ صخرہ پر جو صلیب نصب تھی، وہ اتاری گئی، ایک عجیب منظر تھا، اور اسلام کی فتح مندی اور اللہ کی مدد کھلی آنکھوں نظر آ رہی تھی۔

نور الدین زنگی رحمہ اللہ نے بیت المقدس کے لئے بڑے اہتمام اور بڑے صرف سے

منبر بنوایا تھا کہ جب اللہ تعالی بیت المقدس واپس دلائیں گےتو یہ منبر نصب کیا جائے گا، صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے حلب سے وہ منبر طلب کیا اوراس کو مسجد اقصی میں نصب کیا۔

عیسائیوں نے جب بیت المقدس مسلمانوں سے چھینا تھا تو مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہادی تھیں، ستر ہزار مسلمان صرف مسجد اقصی میں شہید کئے گئے تھے، جس میں ہزارہا علماء' زاہدین اور عبادت گزار شامل تھے، مگر سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے اس مقدس شہر کو فتح کیا تو کسی عیسائی باشندے کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا، سب کو فدیہ لے کر چھوڑنا طے ہوا، اور امیر مظفر الدین نے سیکڑوں عیسائیوں کا فدیہ اپنی جیب سے ادا کیا، ملک العادل نے ایک ہزار عیسائیوں کا فدیہ اپنے پاس سے ادا کیا، پھر سلطان نے نہ صرف عام معافی دے دی، بلکہ عیسائیوں کو اپنی فوج کی حفاظت میں دور تک پہنچایا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے جس عالی ظرفی' دریادلی اور اسلامی اخلاق کا مظاہرہ کیا، وہ عیسائی مؤرخ کی زبان سے سننے کے قابل ہے:

صلاح الدین نے کبھی پہلے اپنے تئیں ایسا عالی ظرف اور باہمت نائٹ ثابت نہیں کیا تھا، جیسا کہ اس موقع پر کیا، جب یروشلم مسلمانوں کے حوالہ کیا جارہا تھا، اس کی سپاہ اور معزز افسران نے جو اس کے تحت تھے' شہر کے گلی کوچوں میں انتظام قائم رکھا، یہ سپاہی اور افسر ہر قسم کی ظلم وزیادتی کو روکتے تھے، اور اس کا نتیجہ تھا کہ اگر کوئی واقعہ جس میں کسی عیسائی کو گزند پہنچا ہو پیش نہیں آیا، شہر کے باہر جانے کے کل راستوں پر سلطان کا پہرہ تھا، اور ایک نہایت معتبر امیر باب داؤد پر متعین تھا کہ شہر والے کو جو فدیہ ادا کر چکا ہے باہر جانے دے۔

پھر سلطان کے بھائی العادل اور بطریق اور بالیان کے ہزارہا غلام آزاد کرنے کے تذکرہ کرنے کے بعد لکھتا ہے:

اب صلاح الدین نے اپنے امیروں سے کہا کہ: میرے بھائی نے اپنی طرف سے اور بالیان اور بطریق نے اپنی طرف سے خیرات کی، اب میں اپنی طرف سے بھی خیرات کرتا ہوں، اور یہ کہہ کر اس نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ شہر کے تمام گلی کوچوں میں منادی کر دیں کہ تمام بوڑھے آدمی جن کے پاس زرفدیہ ادا کرنے کو نہیں ہے' آزاد کئے جاتے ہیں کہ جہاں چاہیں وہ جائیں، اور یہ سب باب البعز ر سے نکلنے شروع ہوئے اور سورج نکلنے سے سورج ڈوبنے تک ان کی صفیں شہر سے نکلتی رہیں، یہ خیر و خیرات تھی، جو صلاح الدین نے بے شمار مفلسوں اور غریبوں کے ساتھ کی۔

غرض اس طرح سلطان صلاح الدین نے اس مغلوب و مفتوح شہر پر اپنا احسان و کرم کیا، جب سلطان کے ان احسانات پر غور کرتے ہیں تو وہ وحشیانہ حرکتیں یاد آتی ہیں جو شروع کے صلیبیوں نے: ۱۰۹۹ء میں یروشلم کی فتح پر کی تھیں جب گو جرے اور تنکیرڈ یروشلم کے کوچہ و بازار میں سے گذر رہے تھے، تو وہاں مردے پڑے اور جان بلب زخمی لوٹتے تھے، جبکہ بے گناہ اور لاچار مسلمانوں کو ان صلیبیوں نے سخت اذیتیں دے کر مارا تھا، اور زندہ آدمیوں کو جلایا تھا، جہاں قدس کی چھتوں اور برجوں پر جو مسلمان پناہ لینے چڑھے تھے وہیں ان صلیبیوں نے انہیں اپنے تیروں سے چھید کر گرایا تھا اور ان کے قتل عام نے مسیحی دنیا کی عزت کو بٹہ لگایا تھا، جبکہ اس مقدس شہر کو ظلم و بدنامی کے رنگ میں انہوں نے رنگا تھا، جہاں رحم و محبت کا وعظ جناب مسیح نے سنایا تھا، اور فرمایا تھا کہ: خیر و برکت والے ہیں' وہ لوگ جو رحم کرتے ہیں' ان پر خدا کی برکتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔

جس وقت یہ عیسائی پاک و مقدس شہر کو مسلمانوں کا خون کر کے اس کو مذبح بنا رہے تھے، اس وقت وہ ان کلام کو بھول گئے تھے، اور ان بے رحم عیسائیوں کی خوش قسمتی تھی کہ

سلطان صلاح الدین کے ہاتھوں ان پر رحم وکرم ہورہا تھا۔

صفات خداوندی میں سب سے بڑی صفت رحم ہے، رحم عدل کا تاج اوراس کا جلال ہے' جہاں عدل اپنے اختیار اوراستحقاق سے کسی کو جان سے مارسکتا ہے' رحم جان بچا سکتا ہے۔

اگر سلطان صلاح الدین کے کارناموں میں صرف یہی کام دنیا کومعلوم ہوتا کہ اس نے کس طرح یروشلم کو بازیاب کیا اور جیتا تو صرف یہی کارنامہ اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کافی تھا کہ وہ نہ صرف اپنے زمانہ کا بلکہ تمام زمانوں کا سب سے بڑا عالی حوصلہ انسان اور جلالت اور شہامت (بہادری' دلیری) میں یکتا اور بے مثل شخص تھا۔

ایک اور صلیبی جنگ عظیم

مسلمانوں کے قبلہ اول کی آزادی کا حال سن کر تمام براعظم یورپ میں ایک حشر برپا ہوگیا، پاپائے روم نے ''مقدس جنگ'' کا اعلان کردیا، برطانیہ' فرانس' جرمنی اور دوسرے ملکوں کے چھوٹے بڑے نواب اور بادشاہوں نے متفقہ طور پر براعظم ایشیا سے اسلام کا نام ونشان مٹانے کے لئے حملہ آور ہوئے۔عیسائی افواج کا یہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اس طوفانی انداز میں ملک شام کی طرف بڑھا کہ بظاہر براعظم ایشیا کی خیر نظر نہیں آتی تھی، مگر حیرت ہے کہ سلطان نے اب مزید چار سال تک کئی سولڑائیاں لڑ کر اس بے پایاں لشکر کو خاک و خون میں لت پت کر کے چھوڑا، اور بیت المقدس کی دیواروں تک نہیں پہنچنے دیا۔آخر یہ ناکام ونامراد لشکر نہایت ذلت کے ساتھ واپس ہوا، تاہم سلطان صلاح الدین رحمہ اللہ نے عیسائیوں کو یہ رعایت پھر بھی عطا کردی کہ وہ اگر بیت المقدس میں محض زیارت کے لئے آئیں تو کسی قسم کی روک ٹوک نہ ہوگی۔

(انبیاء کی سرزمین میں' ص ۱۲۵۔تاریخ دعوت وعزیمت' ص ۲۶۷ حصہ اول)

مرغوب المقال فی تشریح

”لا تُشد الرحال“

بعض حضرات نے حدیث: ”لا تُشد الرحال“ کی بناپر آپ ﷺ کے روضۂ اقدس کی نیت سے مدینہ منورہ کی حاضری کو ناجائز تک کہہ دیا، اس رسالہ میں آپ ﷺ کی ان احادیث کو جمع کیا گیا ہے، جن سے معلوم ہوگا کہ روضہ کی نیت سے سفر کے بڑے فضائل آئے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

مقدمہ

ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: چند حضرات کے علاوہ جن کا خلاف کچھ معتبر نہیں بالاتفاق تمام مسلمانوں کے نزدیک حضور اقدس ﷺ کی زیارت اہم ترین نیکیوں میں ہے، اور افضل ترین عبادات میں سے ہے، اور اعلی درجات تک پہنچنے کا کامیاب ذریعہ اور پرامید وسیلہ ہے، اس کا درجہ واجبات کے قریب ہے، بلکہ بعض علماء نے واجب کہا ہے' اس شخص کے لئے جس میں وہاں حاضری کی وسعت ہو، اس کا چھوڑنا بڑی غفلت اور بہت بڑی جفا (اور ظلم) ہے۔ (فضائل حج ص ۹۴)

روضۂ اطہر کی زیارت کے لئے سفر اور علماء دیوبند کا مسلک

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک زیارت قبر سید المرسلین (ہماری جان آپ پر قربان) اعلی درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب حصول درجات بلکہ واجب کے قریب ہے، گو شد رحال اور بذل جان و مال سے نصیب ہو، اور سفر کے وقت آپ کی زیارت کی نیت کرے اور ساتھ میں مسجد نبوی اور دیگر مقامات و زیارت گاہ ہائے مشترکہ کی بھی نیت کرے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ جو علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: خالص قبر شریف کی زیارت کی نیت کرے، پھر جب وہاں حاضر ہوگا تو مسجد نبوی کی بھی زیارت حاصل ہو جائے گی، اس صورت میں جناب رسالت مآب ﷺ کی تعظیم زیادہ ہے، اور اس کی موافقت خود حضرت ﷺ کے ارشاد سے ہو رہی ہے کہ: جو میری زیارت کو آیا کہ میری زیارت کے سوا کوئی حاجت اس کو نہ لائی ہو تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اس کا شفیع بنوں۔ (المہند علی المفند ''عقائد علمائے دیوبند اور حسام الحرمین'' ص ۲۱۸)

حافظ ابن تیمیہ اور ایک جماعت کا باطل اور غلط مسلک

ائمۂ اربعہ اور جمہور اہل سنت کا مسلک بھی یہی ہے، صرف حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ان کی اتباع میں ایک جماعت کا غلط اور باطل مسلک یہ ہے کہ آپ کی قبر اطہر کی نیت سے مدینہ منورہ کا سفر کرنا ممنوع ہے، اور اس مضمون کی ساری روایات کا وہ ضعیف اور موضوع کہہ کر انکار کرتے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے رد میں شیخ تقی الدین سبکی شافعی رحمہ اللہ نے ''شفاء السقام فی زیارۃ سید خیر الانام ''لکھی، اس میں انہوں نے روضۂ مطہرہ کی فضیلت اور ترغیب میں متعدد حدیثیں نقل کی ہیں، جن میں سب سے پہلی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ''من زار قبری حلت له شفاعتی ''لائے ہیں، پھر اس کی سند اور اس کے متعدد طرق پر بسیط کلام کیا ہے کہ یہ حدیث کم از کم حسن درجہ کی ضرور ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ایک شاگرد حافظ ابو عبداللہ عبدالہادی حنبلی رحمہ اللہ نے ''شفاء السقام'' کے جواب میں ''الصارم'' لکھی، اور اس میں ''شفاء السقام'' کی تمام احادیث پر محدثانہ کلام کر کے دکھایا ہے کہ یہ سب حدیثیں ضعیف یا منکر ہیں، لیکن اس کے باوجود انہوں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ قبر نبوی ﷺ کی زیارت از قبیلۂ قربات و مستحبات اور موجب برکات ہے، اور لکھا ہے کہ: ہمارے شیخ ابن تیمیہ کا مسلک بھی یہی ہے، اور جو لوگ ان کی طرف اس کے خلاف منسوب کرتے ہیں وہ شیخ پر افترا کرتے ہیں، بلکہ انہوں نے ابن تیمیہ کے مناسک کے حوالہ سے زیارت نبوی ﷺ کے پورے آداب اور محبت و توقیر سے بھر پور اور ایمان افروز ایک سلام بھی نقل کیا ہے، جو حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے زائرین ہی کے لئے لکھا ہے۔ (معارف الحدیث ص ۲۹۶ ج ۴)

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے شاگرد کی اس بات سے اتفاق کیا جاتا ہے کہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ قبر اطہر کی زیارت کو قرابت سمجھتے ہیں، لیکن روضہ اطہر کی نیت سے مدینہ منورہ کے سفر کے بارے میں بہرحال ان کی رائے جمہور اہل سنت سے مختلف ہے۔

قبر اطہر کی زیارت کے بارے میں ابن تیمیہ کا مسلک اوران کا فتوی

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"واما اذا کان قصدہ بالسفر زیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم دون الصلوة فی مسجدہ، فھذہ المسألة فیھا خلاف، فالذی علیہ الائمة و اکثر العلماء ان ھذا غیر مشروع ولا مامور بہ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم : لا تشد الرحال الا الی ثلا ثة مساجد: المسجد الحرام و مسجد الرسول و مسجد الاقصی"۔

(مجموعۃ الفتاوی ص۱۹ ج ۲۷، مطبوعہ دار الجیل، ریاض ۱۴۱۸ھ)

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کوئی شخص محض رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے قصد سے سفر کرے نہ کہ مسجد نبوی میں نماز کے قصد سے تو یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔اس بارے میں اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ یہ سفر جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: کجاوے صرف تین مساجد کی طرف باندھے جائیں: مسجد حرام کی طرف، میری مسجد کی طرف اور مسجد اقصی (بیت المقدس) کی طرف"۔

(نعمۃ الباری ص۳۳۴ ج ۳، تحت رقم الحدیث ۱۱۸۹)

"واما اذا قدر ان یاتی المسجد فلم یصل فیہ ولکن اتی القبر ثم رجع فھذا ھو الذی انکرہ الائمة کمالک وغیرہ، ولیس ھذا مستحبا عند احد من العلماء، وھو محل النزاع ھل ھو حرام او مباح ؟ وما علمنا احدا من علماء المسلمین استحب

مثل ھذا، بل انکروا اذا کان مقصوده بالسفر مجرد القبر من غیر ان یقصد الصلوۃ فی المسجد و جعلوا ھذا من السفر المنھی عنه‘‘۔

(مجموعۃ الفتاوی ص۱۸۳ ج ۲۷، مطبوعہ دار الجیل، ریاض ۱۴۱۸ھ)

جو شخص مسجد نبوی میں آ کر نماز ادا نہ کرے، بلکہ فقط قبر پر حاضری دے کر چلا گیا تو امام مالک اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ نے اس کو ناپسند قرار دیا ہے، اور کسی عالم کے نزدیک بھی یہ ارادہ مستحب نہیں ہے، بلکہ اختلاف ہے کہ کیا ایسا ارادہ حرام ہے یا ناجائز؟ ہمیں تو کسی عالم کے بارے میں معلوم نہیں ہے کہ انہوں نے اس طرح کو سفر کو مستحب قرار دیا ہو، بلکہ جب کسی شخص کا مقصد فقط قبر کی زیارت کرنا ہو اور مسجد نبوی میں نماز کا قصد نہ ہو تو اس سفر کو علماء نے ناپسندیدہ قرار دیا ہے، اور اسے ممنوع سفر میں شمار کیا ہے۔

(نعمۃ الباری ص ۳۳۵ ج ۳، تحت رقم الحدیث ۱۱۸۹)

نہ معلوم حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ کس طرح لکھ دیا؟ حالانکہ جمہور مشائخ محدثین اور فقہاء نے کتاب اللہ و احادیث رسول اللہ اور آثار صحابہ اور اجماع امت سے زیارت قبر معظم کو مستحب قرار دیا ہے، اور بعض نے اسے واجب بھی کہا ہے۔ ائمۂ اربعہ کی عبارات کے اردو ترجمے اور ان کے حوالوں کے لئے دیکھئے! عمدۃ المناسک ص ۶۹۳۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے خلاف اکابر کی تنقید

اسی لئے اکابر امت نے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا بھرپور تعاقب کیا، بلکہ بعض حضرات نے اس مسئلہ کی وجہ سے ان کے خلاف سخت جملے تک لکھے ہیں۔ اس لئے اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ ان کی یہ رائے‘ دوسرے چند مسائل کی طرح امت مسلمہ کے اکابر کے خلاف ہے، بلکہ بقول بعض اکابر کے غلط اور باطل ہے۔

شارح بخاری حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

ابن تیمیہ حدیث شد رحال کی وجہ سے نبی ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے سفر کو حرام قرار دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ ناگوار صورت حال ہے، دونوں جانب سے اس کے دلائل ذکر کرنے میں طوالت ہے۔ اور ابن تیمیہ سے جو انتہائی مکروہ مسائل منقول ہیں یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے۔

(فتح الباری ص ٦٦ ج ٣، مطبوعہ نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱۔ شرح مسلم ص ۶۴۷ ج ۳)

ملا علی قاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

وقد فرط ابن تیمة من الحنابلة حیث حرم السفر لزیارة النبی صلی اللہ علیه وسلم کما افرط غیره۔

ابن تیمیہ حنبلی نے اس مسئلہ میں تفریط کی ہے، کیونکہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لئے سفر کو حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ اس مسئلہ میں بعض لوگوں نے افراط کیا ہے۔ (آگے ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بڑی سخت بات لکھی ہے)

(شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ص ۵۱۴ ج ۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔ شرح مسلم ص ۶۵۷ ج ۳)

علامہ شہاب الدین ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ نے ''الفتاوی الحدیثیہ'' میں ابن تیمیہ کے متعلق اس قدر سخت الفاظ لکھے ہیں کہ ان کو نقل کرنا بھی مشکل ہیں۔ دیکھئے! ص ۹۹۔۱۷۳، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی، مصر۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں:

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ بے شک بڑے آدمی ہیں اور ان کا علم بھی بڑا ہے، لیکن انہیں جب کوئی بات سمجھ میں آتی ہے تو اس پر ایسے جم جاتے ہیں کہ ذرا اِدھر اُدھر نہیں ہوتے۔

بعض اوقات غلو کی حد تک پہنچ جاتے ہیں، کسی نے ادب کے ساتھ بڑا اچھا تبصرہ کیا ہے کہ:
''کان علمه اکبر من عقله'' ان کا علم ان کی عقل سے زیادہ تھا۔

غرض اس حدیث کی بنیاد پر وہ یہاں تک چلے گئے کہ روضہ اقدس کی زیارت کے سفر کو بھی ناجائز قرار دے دیا۔ اب ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو حضور ﷺ سے محبت اور عشق ہوتا ہے اس واسطے لوگوں کو غصہ آ گیا اور لڑائی شروع ہوگئی، کفر کے فتوے بھی جاری ہوئے، ابن تیمیہ پر کفر کا فتوی بھی لگا، تو اس حد تک تو جانا ٹھیک نہیں ہے کہ کفر کے فتوے جاری ہوں، لیکن ابن تیمیہ نے جو بات کہی ہے وہ یقیناً سو فیصد غلط ہے، چاہے وہ کتنے ہی بڑے آدمی ہوں، لیکن ان کی یہ بات صحیح نہیں۔ (انعام الباری ص۳۴۲ ج۴)

اسی مسئلہ کی وجہ سے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو اخیری عمر میں جیل جانا پڑا اور وہیں جیل میں ان کی وفات کا حادثہ پیش آیا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے! تاریخ دعوت وعزیمت ص۱۱۴ ج۲)

نیت تابع کی ہو یا متبوع کی؟

تعجب ہے کہ جس ذات اقدس (ﷺ) کی وجہ سے مدینہ منورہ اور مسجد نبوی کو فضیلت ملی، ان کی نیت تو تابع ہو اور متبوع کی نیت اصل کی جائے، یہ خود اس مسلک کے غلط ہونے کی بدیہی دلیل ہے۔ اگر آپ ﷺ وہاں تشریف نہ لے جاتے اور آپ کی قبر اطہر مدینہ منورہ میں نہ ہوتی تو کون وہاں کا سفر کرتا؟ اور کیسے اس مسجد کو وہ فضیلت واہمیت حاصل ہوتی جو اس کو آپ ﷺ کی وجہ سے اس وقت حاصل ہے۔

قطع نظر اس بات سے کہ روایات میں ضعف ہے یا نہیں؟ ہر زمانہ میں یعنی دور صحابہ سے لے کر آج تک آپ ﷺ کی قبر کی زیارت کرنے کا اہتمام اہل سنت مسلمانوں کا معمول رہا ہے، اور جو بات دور اول سے لے آج تک مسلسل معروف ومتوارث رہی ہو اس

کا انکار کرنا جہالت ہے، یہ توارث وتعامل خود ایک مستقل حجت ہے، اور اس کی حیثیت محدثین وفقہاء کے نزدیک صحیح حدیث سے بھی بڑھ کر ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ اپنی کتاب میں کسی مسئلہ کے بیان میں ضعیف حدیث کا ذکر کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں: ''وعلیہ عمل اہل العلم من الصحابة والتابعین ''یعنی اس مسئلہ میں حدیث تو ضعیف ہے، مگر صحابہ کرام اور تابعین وغیرہ اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔

خیر القرون کا عمل حجت ہے، شوکانی صاحب کا اقرار

اس سے معلوم ہوا کہ اصل چیز خیر القرون کے لوگوں کا عمل ہے، اگر کسی بات پر ان کا عمل ہے تو وہ بہت پختہ شرعی حجت ہے، اسی کو اجماع سے تعبیر کرتے ہیں، اور جس چیز پر امت کا اجماع ہو اس کے خلاف بعض لوگ اگر آواز بلند کرتے ہیں تو اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ شوکانی صاحب کو بھی لکھنا پڑا:

''واحتج ایضا من قال بالمشروعیة بانه لم یزل آداب المسلمین القاصدین للحج فی جمیع الازمان علی تباین الدار واختلاف المذاهب' الوصول الی المدینة المشرفة لقصد زیارته' ویعدون ذلک من افضل الاعمال' ولم ینقل ان احدا انکر ذلک علیهم فکان اجماعا''۔ (نیل الاوطار ص۱۰۴ ج۲)

یعنی جو لوگ آپ ﷺ کی قبر کی زیارت کرنے کو مشروع سمجھتے ہیں ان کی دلیل یہ بھی ہے کہ ہر زمانہ میں ہر ملک اور ہر مذہب کے لوگ اس زیارت کو افضل اعمال سمجھتے رہے ہیں، اور حج کے موسم میں مدینہ مشرفہ آپ ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے ہیں، مسلمانوں کا یہ دستور ہر دور میں رہا ہے، اور کسی دور میں بھی اس پر نکیر نہیں کی گئی ہے، اس لئے قبر شریف کی زیارت کا عمل امت مسلمہ کا اجماعی مذہب ہے۔

مزید تحقیق کے لئے حضرت لکھنوی رحمہ اللہ کی تصنیف ''الرفع التکمیل ''(ص۲۵۲) اور''شفاء السقام للسبکی'' کا مطالعہ مفید ہوگا۔(ارمغان حق،ص۱۰۷ج۳)

الغرض اس رسالہ میں قبر اطہر کی زیارت کے سلسلہ میں: ۲۰/احادیث جمع کی گئی ہیں، ان پر محدثانہ کلام مقصود ہوتو ''فتاوی دارالعلوم زکریا'' (ص۷۹۴ج۳) کا مطالعہ کیا جائے، طوالت کے خوف سے سب کا نقل کرنا مشکل ہے۔

شیخ ناصرالدین البانی کا زیارت کی احادیث کو ضعیف کہنا حجت نہیں

شیخ ناصرالدین البانی نے بھی قبر کی زیارت کے سلسلے میں جتنی احادیث ہیں ان سب پر ضعف ہونے کا حکم لگایا ہے۔اس کے جواب میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثانی مدظلہم فرماتے ہیں کہ:

شیخ ناصرالدین البانی صاحب (اللہ ہم سب کو ہدایت عطافرمائے) تصحیح وتضعیف کے بارے میں حجت نہیں ہیں، چنانچہ انہوں نے ''بخاری اور مسلم'' کی بعض احادیث کو ضعیف کہہ دیا۔اور عجیب بات یہ ہے کہ ایک ہی حدیث کے بارے میں بڑی شدومد سے کہہ دیا کہ یہ ضعیف ہے' ناقابل اعتبار ہے' مجروح ہے' ساقط الاعتبار ہے،اور پانچ سال کے بعد وہی حدیث آئی ،اس پر گفتگو کرنے کے لئے کہا گیا تو کہا: یہ بڑی پکی اور صحیح حدیث ہے، یعنی جس حدیث پر بڑی شدومد سے نکیر کی تھی ،آگے جا کر بھول گئے کہ میں نے کیا کہا تھا۔تو ایسے تناقضات ایک دو نہیں ،بیسیوں ہیں،اور کہا جارہا ہے کہ یہ حدیث کی تصحیح وتضعیف کے بارے میں ''مجدد هذه المأة''ہیں۔

بہرحال عالم ہیں، عالم کے لئے ثقیل لفظ استعمال نہیں کرنا چاہئے ،لیکن ان کے انداز گفتگو میں سلف صالحین کی جو بے ادبی ہے اور ان کے طریقۂ تحقیق میں جو ایک روکھا پن

ہے جس کے نتیجے میں صحیح حدیثوں کو بھی ضعیف قرار دے دیتے ہیں، اور جہاں اپنے مطلب کی بات ہوتی ہے وہاں ضعیف کو بھی صحیح قرار دے دیتے ہیں، اس لئے ان کا کوئی اعتبار نہیں۔حدیث کی تصحیح وتضعیف کوئی آسان کام نہیں ہے۔

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندر داند

علماء کرام نے فرمایا کہ: چوتھی صدی ہجری کے بعد کسی آدمی کا یہ مقام نہیں ہے کہ وہ سلف کی تصحیح وتضعیف سے قطع نظر کر کے خود تصحیح وتضعیف کا حکم لگائے کہ میرے نزدیک یہ صحیح ہے اور یہ ضعیف ہے۔ یہاں تک کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ جیسے شخص بھی یہ نہیں کہتے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف ہے، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ''رجاله رجال الصحيح ' ورجاله ثقات'' یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں اپنی طرف سے تصحیح کا حکم نہیں لگاتے۔ کہتے ہیں کہ: میرا یہ مقام نہیں ہے کہ تصحیح کا حکم لگاؤں۔آج جو لوگ کہتے ہیں کہ ''هذا عندی ضعیف ''اس کا جواب وہی ہے جو پہلے ایک شعر میں بتایا گیا تھا کہ۔

يقولون هذا عندنا غير جائز　　ومن انتم حتى يكون لكم عند

باقی حدیث: ''من زار قبری وجبت له شفاعتی '' کے بارے میں صحیح بات یہ ہے کہ محدثین نے اس کو حسن قرار دیا ہے، باقی حدیثوں کی اسناد بے شک ضعیف ہیں، لیکن ایک تو تعدد طرق اور شواہد کی بنا پر، دوسرے تعامل امت کی بنا پر مؤید ہو کر وہ قابل استدلال ہیں۔(انعام الباری ص ۳۴۶ ج ۴)

اللہ تعالی اس حقیر محنت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور راقم اور معاونین کے لئے ذخیرۂ آخرت اور ذریعۂ نجات بنائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

تین مساجد کے علاوہ سفر کی ممانعت اور روضہ اقدس کی زیارت کا حکم

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال :((لا تُشد الرحال الا الی ثلا ثة مساجد: المسجد الحرام و مسجد الرسول ومسجد الاقصی))۔

(بخاری، كتاب فضل الصلوة فی مسجد مكة و المدينة، رقم الحديث:۱۱۸۹/۱۱۹۷۔مسلم،باب فضل المساجد الثلا ثة، رقم الحديث :۱۳۹۷۔ابوداؤد،باب ما اتيان المدينة، رقم الحديث :۲۰۳۳۔ابن ماجہ،باب ما جاء فی مسجد بيت المقدس، رقم الحديث:)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین مسجدوں کے سوا سفر نہ کیا جائے،مسجد حرام' مسجد رسول اور مسجد اقصی۔

تشریح وتوضیح:......علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ نے تین کی خصوصیت کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ:مسجد حرام تو مسلمانوں کا قبلہ ہے اور حج کا تعلق بھی اسی سے ہے،اور مسجد نبوی کی بنیاد تقوی پر ہے،اور مسجد اقصی پہلی امتوں کا قبلہ رہا ہے۔

''خص الثلا ثة' لان الاول اليه الحج والقبلة ، والثانی اسس علی التقوی ، والثالث قبلة الامم الماضية''۔(فیض القدیر ص۵۲۴،تحت رقم الحديث:۹۸۰۲)

اس حدیث کی وجہ سے بعض علماء نے آپ ﷺ کے روضہ کی زیارت کی نیت سے سفر کوممنوع لکھا ہے،ان حضرات کی دلیل یہی حدیث ہے،ان کا کہنا ہے کہ نیت مسجد نبوی کی زیارت کی ہو اور وہاں پہنچ کر روضہ انور کی زیارت بھی حاصل ہو جائے گی۔

لیکن جمہور علماء کے نزدیک مذکورہ حدیث شریف میں تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کے لئے سفر کی ممانعت مقصود ہے، کیونکہ یہ تین مساجد شرف ومجد اور عظمت کے اعتبار سے

امتیازی شان کی حامل ہیں، جب کہ دوسری مساجد مساوی درجہ رکھتی ہیں، ان میں کوئی خصوصی وجہ امتیاز نہیں پائی جاتی۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

کسی آدمی کو جائز نہیں کہ وہ نماز پڑھنے کی غرض سے ان مساجد کے سوا کسی دوسری مسجد کی طرف سفر کرے۔ اس حدیث میں تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کے لئے سفر کی ممانعت وارد ہوئی ہے، جبکہ دوسری مساجد کی زیارت کی نیت سے جانا جائز ہے، جیسا کہ کسی بزرگ، رشتہ دار، دوست، طلب علم، تجارت یا سیر وتفریح کے لئے سفر کرنا جائز ہے۔

(فتح الباری ص ۶۵ ج ۳)

''لا تشد الرحل الی مسجد للصلاۃ فیہ الا الی الثلاثۃ''۔

یہ حدیث ان حضرات کے قول کی تردید کرتی ہے، جو حضور اقدس ﷺ کی قبر اطہر اور صلحاء کی قبور کی زیارت سے منع کرتے ہیں۔ (فتح الباری ص ۶۶ ج ۳)

اس کی تائید اور ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جو مسند احمد میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''لا ینبغی للمطی ان یشد رحالہ الی مسجد یبتغی فیہ الصلاۃ غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصی و مسجدی ھذا''۔ (مسند امام احمد ص ۶۴ ج ۳)

کسی کے لئے جائز نہیں کہ مسجد حرام اور مسجد نبوی اور مسجد اقصی کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف نماز کی نیت سے سفر کرے۔

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ نے جمہور کے مسلک پر اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (درس ترمذی ص ۱۱۲/۱۱۳ ج ۲)

محدث کبیر امام نووی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

تین مساجد کے علاوہ صلحاء کی قبور اور دور دراز سفر اختیار کرنے میں علماء کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے، بعض اسے حرام قرار دیتے ہیں اور بعض جواز کے قائل ہیں۔ ہمارے علماء کے نزدیک صحیح بات وہی ہے جسے امام الحرمین اور محققین علماء نے اختیار کیا ہے کہ مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی جگہ کے لئے سامان سفر باندھنا نہ تو حرام ہے اور نہ ہی مکروہ۔

(شرح مسلم ص۴۳۲ ج۱)

محدث شہیر علامہ علی بن سلطان محمد القاری فرماتے ہیں:

حدیث: ’’لا تشد الرحال ‘‘ انبیاء واولیاء کی قبور کی زیارت کے مانع نہیں ہے، کیونکہ زیارت کا حکم حدیث صریح سے ثابت ہے، جیسا کہ سیدنا ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا‘ فان فی زیارتھا تذکرۃ ‘‘۔

(ابوداؤد ص۴۴ ج ۲، کتاب الجنائز، باب فی زیارۃ القبور، رقم الحدیث: ۳۲۳۵)

میں نے زیارت قبور سے تمہیں منع کیا تھا، سو قبروں کی زیارت کرو، بے شک زیارت قبور سے نصیحت حاصل ہوتی ہے۔

مذکورہ حدیث میں سفر کی ممانعت تین مساجد کے علاوہ کسی دوسری مسجد کی زیارت کے لئے سامان سفر باندھنے کے متعلق ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح ص۱۹۰ ج۲)

محدث جلیل علامہ خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

اور رہا معاملہ حدیث ’’لا تشد الرحال ‘‘ کا تو اس حدیث میں قبر اطہر کی زیارت کی ممانعت کا کہیں ذکر تک موجود نہیں ہے، بلکہ صاحب فہم اگر غور کریں تو یہی حدیث بدلالت

النص جواز پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ جو علت مساجد ثلاثہ کو دیگر مساجد اور مقامات سے مستثنٰی ہونے کی قرار پائی ہے، وہاں مساجد کی فضیلت ہی تو ہے، اور بقعہ شریفہ میں فضیلت تو بے انتہاء ہے، اس لئے کہ وہ زمین مقدس جو سید الکونین رحمت دارین ﷺ کے اعضاء مبارکہ کو مس کئے ہوئے ہے' وہ علی الاطلاق افضل ہے، یہاں تک کہ وہ کعبۃ اللہ' عرش عظیم' اور کرسی سے بھی افضل اور اکرم ہے، چنانچہ فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ اور جب کعبۃ اللہ کی فضیلت کی وجہ سے تین مسجدیں عموم سے مستثنٰی ہوگئیں تو بقعہ مبارکہ فضیلت عامہ کے باعث بدرجہ اولی مستثنٰی ہوگا۔ (المہند علی المفند ص ۱۰/۱۱۔ عمدۃ المناسک ص ٦٨٨)

علامہ ابن تیمیہ نے اس پر ایک مسئلہ کھڑا کر دیا ہے کہ حصول قربت کے لئے ان تین مساجد کے علاوہ کسی بھی جگہ کا سفر کرنا جائز نہیں ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ ''لا تشد الرحال الا الی ثلا ثة مساجد ''اس میں اگر غور کریں تو الا استثناء مفرغ ہے۔ استثناء مفرغ: وہ ہوتا ہے جس کا مستثنٰی منہ لفظوں میں مذکور نہ ہو، اور یہاں بھی مستثنٰی منہ لفظوں میں مذکور نہیں ہے اس لئے محذوف نکالنا ہوگا۔

علامہ ابن تیمیہ کا مذہب اس وقت صحیح ہوگا جب مستثنٰی منہ محذوف یہ نکالیں: ''لا تشد الرحال الی شئی الا الی ثلا ثة مساجد ''سوائے ان تین مساجد کے کسی بھی چیز کی طرف شد رحال نہیں کیا جا سکتا۔

اگر یہ محذوف مانا جائے تو پھر دنیا کا کوئی سفر بھی ان تین سفروں کے علاوہ جائز نہ ہوگا، اور یہ درست نہیں، اور'' الی شئی '' محذوف نکالے بغیر ان کا منشأ پورا نہیں ہوتا۔

جمہور کہتے ہیں کہ: جب استثناء مفرغ ہو تو مستثنٰی منہ' مستثنٰی کی جنس سے ہوتا ہے،، کیونکہ استثناء میں اصل اتصال ہوتا ہے نہ کہ انقطاع، لہذا جب آگے مساجد کا ذکر ہے تو

مستثنیٰ منہ بھی مساجد ہی ہونا چاہیے ''ای لا تشد الرحال الی مسجد الا الی ثلاثۃ مساجد'' کہ کسی بھی مسجد کی طرف حصول فضیلت کے لئے شد رحال درست نہیں، مگران تین مساجد کی طرف۔

اب مساجد کے علاوہ دوسری چیزوں کی طرف جو شد رحال کیا جاتا ہے، حدیث میں اس بارے میں سکوت ہے، لہذا مسکوت عنہ اشیاء کو ان کی اپنی ذات میں دیکھا جائے گا کہ مسکوت عنہ اشیاء کی طرف سفر کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ حلال ہے یا حرام؟

مسکوت عنہ میں سینما دیکھنے کے لئے سفر کرنا بھی داخل ہے، اور یہ حرام ہوگا، اس میں حصول علم کے لئے سفر کرنا بھی داخل ہے اور یہ حلال ہوگا، اسی طرح اس میں نبی کریم ﷺ کے روضہ اقدس کی طرف سفر کرنا بھی داخل ہے' جو ہزار ہا فضیلتوں کا موجب ہے اور جس کے بارے میں احادیث بھی موجود ہیں، جن کی تردید میں علامہ ابن تیمیہ نے پورا زور اور قلم صرف کیا ہے، وہ متعدد احادیث ہیں جن میں ایک حدیث: ''من زار قبری وجبت لہ شفاعتی'' ہے جس کی سند حسن ہے، باقی احادیث کی اسانید ضعیف ہیں۔

لیکن آپ یہ اصول پڑھ چکے ہیں کہ اگر اسانید ضعیف ہوں لیکن مؤید بتعامل الامۃ ہوں (امت نے اس کو عملا قبول کیا ہو) تو مقبول ہوتی ہیں، اور ساری امت صحابہ کرام' تابعین' تبع تابعین سب کا اس پر تعامل رہا ہے کہ وہ سرکار دو عالم ﷺ کے روضہ کے لئے سفر کرتے تھے۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لئے سفر کرنا موجب فضیلت ہے اور افضل القربات میں سے ہے۔ لہذا اہل سنت علماء دیوبند کا مذہب یہی ہے کہ جب آدمی مسجد نبوی جائے' مدینہ منورہ جائے تو روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کی نیت کرے، نہ کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی، اصل مقصد زیارت روضہ کو بنائے، اس

لئے کہ ویسے بھی یہ غیر معقول بات ہے کہ آدمی مکہ مکرمہ میں ہے جہاں مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ملتا ہے، اب وہ ایک لاکھ کی جگہ ایک ہزار نمازوں کے ثواب کے لئے سفر کرے' اور نوے ہزار کا نقصان کرے اور ثواب کم کرے تو احمق ہوا کہ مسجد حرام کا ثواب چھوڑ کر مسجد نبوی کی طرف جا رہا ہے جس میں نوے ہزار کی کمی ہے۔

جب حدیث میں ایک مسجد سے دوسری مسجد کی طرف سفر کو منع کیا گیا ہے، جب ثواب برابر ملتا ہو تو ایسی صورت میں وہ ایسی جگہ ہو جہاں ثواب زیادہ ہو اور ایسی جگہ جانے کی نیت کرے جہاں ثواب کم ہو، یہ بطریق اولی ممنوع ہونا چاہئے، لہذا مکہ مکرمہ میں رہنے والے کے لئے مدینہ منورہ کا سفر اس کے سوا نہیں ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی قبر اطہر کی زیارت کرے۔

اگر کوئی شخص کسی مسجد کی طرف جائے اور ثواب زیادہ ہونے کی نیت نہ ہو، مثلا ایک شخص مسجد قرطبہ جاتا ہے یہ دیکھنے کے لئے کہ یہ تاریخی مسجد مسلمانوں نے بنائی تھی، اس کو دیکھنے کا دل چاہ رہا ہے تو جیسے اور چیزیں دیکھنے کے لئے جاتا ہے اس کو بھی دیکھ لے، میں بھی گیا ہوں' یہ درست ہے۔ اسی طرح کوئی بڑی مسجد ہے وہاں لوگ زیادہ ہوتے ہیں، دوست احباب ملیں گے یا وہاں قاری صاحب تلاوت بہت اچھی کرتے ہیں، اس لئے چلا جائے، ہزاروں جواز ہو سکتے ہیں، اس طرح جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(انعام الباری ص ۳۴۶ ج ۴)

زیارت قبر اطہر کے متعلق قرآن کریم کی آیات

(۱)......﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾۔ (سورۂ نساء، آیت نمبر: ۶۴)

ترجمہ:......اگر وہ لوگ ظلم و معصیت کے بعد آپ کے پاس آجاتے اور اللہ تعالی سے معافی اور مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لئے معافی اور مغفرت طلب کرتے تو یقیناً اللہ تعالی کو بخشنے والا اور رحم و کرم کرنے والا پاتے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے عتبی رحمہ اللہ کا واقعہ بیان کرکے (جو صفحہ:۲۶۴ر پر آرہا ہے) واضح کیا ہے کہ زیارت قبر مکرم مستحب ہے، اور جس طرح آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں گنہگاروں کو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم تھا اسی طرح بعد الوصال بھی یہ حکم ہے۔

(۲)......﴿وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾۔ (سورۂ نساء، آیت نمبر:۱۰۰)

ترجمہ:......اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے لئے اپنے گھر سے ہجرت کی نیت سے نکل کھڑا ہوا، پھر اتفاقاً اس کو موت نے آلیا، تو ایسے شخص کا اجر و ثواب اللہ کے ذمہ ثابت ہو چکا۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: علماء امت کا ارشاد ہے کہ اس آیت میں ہر نیک کام کے لئے سفر کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے، مثلاً طلب علم، کسی صدیق و صالح کی زیارت کے لئے۔ (روح المعانی ص۱۲۹ ج۵)

الفتح الربانی لترتیب مسند امام احمد الشیبانی مع شرحہ بلوغ الامانی، ص۱۸ ج۲ر میں ہے: مذکورہ آیت سے بھی زیارت نبویہ کا مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے، جس طرح زندگی میں آپ ﷺ کی خدمت میں آنے کا حکم تھا آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی حاضری کا وہی حکم ہے۔ (انوار الباری ص۴۲ تا ۵۴ ج۱۱۔ عمدۃ المناسک ص۶۸۰)

زیارت قبر اطہر کے متعلق احادیث رسول اللہ ﷺ

شفاعت کا وجوب

(۱)......من زار قبری وجبت له شفاعتی۔

(سنن الدار قطنی ص۲۴۴ ج ۲، رقم الحدیث: ۲۶۶۹۔ کنز العمال، رقم الحدیث: ۴۲۵۸۳)

ترجمہ:......جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(۲)......من زار قبری حلت له شفاعتی۔

(مسند بزار، شفاء السقام ص۱۴۔ وفاء الوفاء ص ۱۳۳۹ ج ۴)

ترجمہ:......جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت حق ہوگئی۔

(۳)......من زارنی الی المدینة کنت له شفیعا و شهیدا۔

ترجمہ:......جو شخص میری زیارت کے لئے مدینہ منورہ آیا، میں اس کے لئے شفاعت کرنے والا اور گواہ ہوں گا۔ (شفاء السقام ص ۳۶۔ وفاء الوفاء ص ۱۳۴۲ ج ۴)

(۴)......من زارنی بالمدینة محتسبا کنت له شفیعا و شهیدا۔ (شفاء قاضی ۱۴۹ ج ۲)

ترجمہ:......جو شخص اجر ثواب کی نیت سے میری زیارت کے لئے مدینہ منورہ آیا، میں اس کے لئے شفاعت کرنے والا اور گواہ ہوں گا۔

(۵)......من زارنی بالمدینة محتسبا کنت له شهیدا او شفیعا یوم القیامة۔

(کنز العمال، رقم الحدیث: ۴۲۵۸۴)

ترجمہ:......جو شخص اجر و ثواب کی نیت سے میری زیارت کے لئے مدینہ منورہ آیا، میں اس کے لئے قیامت کے دن گواہ ہوں گا یا شفاعت کرنے والا۔

(۶)......من زار قبری کنت له شفیعا و شهیدا۔ (کنز العمال، رقم الحدیث: ۱۲۳۷۱)

ترجمہ:......جس نے میری قبر کی زیارت کی' میں اس کے لئے شفیع اور گواہ ہوں گا۔

(۷)......من زارنی حتی ینتھی الی قبری کنت له یوم القیامة شهیدا۔

(اخبار مدینہ، لابن نجار ص۱۴۴)

ترجمہ:......جو میری زیارت کو آیا اور میری قبر تک پہنچ گیا' میں قیامت کے دن اس کے لئے گواہ ہوں گا۔

(۸)......من اتی المدینة زائرا لی وجبت له شفاعتی یوم القیامة ومن مات فی احد الحرمین آمنا۔ (دارقطنی ص۲۸۷ ج ۲۔ بیہقی ص ۲۴۵ ج ۵۔ عمدۃ المناسک ص ۶۸۴)

ترجمہ:......جو شخص میری زیارت کے لئے مدینہ منورہ آئے گا' قیامت کے دن اس کے لئے میری شفاعت ضرور ہوگی، اور جو شخص مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں مرے گا وہ مامون اٹھے گا۔

(۹)......من جائنی زائرا لایحمله حاجة الا زیارتی ' کان حقا علیّ ان اکون له شفیعا یوم القیامة ۔ (طبرانی کبیر ص ۲۲۵ ج ۱۲۔ شفاء السقام ص ۱۶، وفاء الوفاء ص ۱۳۴۰ ج ۴)

ترجمہ:......جو شخص میری زیارت کے ارادے سے آئے گا کہ اس کو کوئی دوسری ضرورت میری زیارت کے سوا نہ ہوگی، تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔

زیارت پر قیامت کے دن پڑوسی ہونے کی بشارت

(۱۰)......من زارنی محتسبا الی المدینة کان فی جواری یوم القیامة۔

ترجمہ:......جو ارادہ کر کے میری زیارت کو مدینہ منورہ آئے تو' وہ قیامت کے دن میرا پڑوسی ہوگا۔ (الترغیب والترہیب ص ۱۴۵ ج ۲، الترغیب فی سکنی المدینة 'الخ)

(۱۱)......من زارنی متعمدا کان فی جواری یوم القیامة۔

ترجمہ:......جو ارادہ کر کے میری زیارت کو آئے تو وہ قیامت کے دن میرے پڑوس اور پناہ میں ہوگا۔

(بیہقی فی شعب الایمان،مشکوۃ،باب حرم المدینة حرسه الله تعالی، الفصل الثالث۔کنز العمال،رقم الحدیث:۱۲۳۷۳)

زیارت پر فرض کے بارے میں سوال نہ ہوگا

(۱۲)......من حج حجة الاسلام و زار قبری، وغزا غزوة، وصلّٰی عَلَیَّ فی بیت المقدس لم یسئله الله عز وجل فیما افترض علیه۔

(شفاء السقام ص۳۴،وفاء الوفاء ص۱۳۴۴،عمدۃ المناسک ص۶۸۳)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے حج اسلام کا کیا، اور میری قبر کی زیارت کی اور کسی غزوہ میں شرکت کی اور بیت المقدس میں مجھ پر درود پڑھا، تو اللہ تعالی اس کے فرائض کے بارے میں سوال نہ کرے گا۔

(۱۳)......عن ابن عباس رضی الله عنهما : من حج الی مکة ثم قصدنی فی مسجدی کتب له حجتان مبرورتان،اخرجه الدیلمی ،کذا فی الاتحاف۔

(فضائل حج ص۹۹)

ترجمہ:......حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ: جو شخص حج کے لئے مکہ جائے پھر میرا قصد کر کے میری مسجد میں آئے اس کے لئے دو حج مقبول لکھے جاتے ہیں۔

وفات کے بعد کی زیارت، زندگی کی زیارت کے مانند ہے

(۱۴)......من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی۔

ترجمہ:......جس نے حج کیا پھر میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی، تو گویا اس نے

میری زندگی میں میری زیارت کرلی۔

(بیہقی فی شعب الایمان،۔مشکوۃ،باب حرم المدینۃ حرسہ اللہ تعالی، الفصل الثالث۔کنز العمال،رقم الحدیث:۴۲۵۸۲/۱۲۳۶۸۔سنن الدارقطنی ص۲۴۴ج۲، رقم الحدیث: ۲۶۶۷)

(۱۵)......من زارقبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی۔

ترجمہ:......جس نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی، گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کرلی۔(طبرانی کبیرص۲۲۵ج۱۲)

(۱۶)......من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی۔

ترجمہ:......جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی، تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کرلی۔(الترغیب والترہیب ص۱۴۷ج۲، الترغیب فی سکنی المدینۃ ،الخ)

زیارت نہ کرنے پرسخت وعید

(۱۷)......من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی۔(کنزالعمال،رقم الحدیث:۱۲۳۶۹)

ترجمہ:......جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی، اس نے میرے ساتھ بے مروتی کی۔

(۱۸)......من لم یزرقبری فقد جفانی۔(اخبارمدینہ،لابن نجارص۱۴۴)

ترجمہ:......جس نے میری قبر کی زیارت نہ کی، اس نے میرے ساتھ بے مروتی کی۔

(۱۹)......ما من احد من امتی لہ سعۃ ثم لم یزرنی فلیس لہ عذر۔

ترجمہ:......میرے جس امتی نے قدرت اور گنجائش کے باوجود میری زیارت نہ کی، تو اس کا کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔(اخبارمدینہ،لابن نجارص۱۴۴)

آپ کی قبر کی زیارت کرنا ہر مسلمان پر حق ہے

(۲۰)......عن انس رضی اللہ عنہ قال: لما خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

من مكة اظلم منها كل شئی' ولما دخل المدينة اضاء منها كل شئی، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : المدينة بها قبرى وبها بيتى و تربتى' وحق على كل مسلم زيارتها۔ (فضائل حج ص ۹۸)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب حضور اقدس ﷺ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سے تشریف لے گئے تو وہاں کی ہر چیز پر اندھیرا چھا گیا، اور جب مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں کی ہر چیز روشن ہوگئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: مدینہ میں میرا گھر ہے اور اسی میں میری قبر ہوگی، اور ہر مسلمان پر حق ہے کہ اس کی زیارت کرے۔

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا روضۂ اقدس کی نیت سے سفر فرمانا

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا شام سے قبر اطہر کی زیارت کے لئے آنا

(۱)......علامہ سبکی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا سفرِ شام حضور اقدس ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کے لئے عمدہ سندوں سے ثابت ہے' جو متعدد روایات میں مذکور ہے، منجملہ ان کے یہ ہے کہ: بیت المقدس کی فتح کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ: مجھے یہاں قیام کی اجازت دیدی جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منظور فرمالیا، اور انہوں نے وہاں قیام فرمالیا، وہیں نکاح کرلیا، اس کے بعد ایک دن خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت ہوئی اور فرمایا: بلال! یہ کیا جفا ہے؟ کیا میری زیارت کرنے کا وقت نہیں ملتا؟ یہ خواب دیکھتے ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آنکھ کھلی تو نہایت غمگین وخوفزدہ اور پریشان تھے، فوراً اونٹ پر سوار ہوکر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور روتے ہوئے مزار مبارک پر حاضر ہوئے۔ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما خبر سن کر تشریف لائے، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اذان کہنے کی فرمائش

کی ، یہ ان سے مل کر لپٹ گئے اور صاجزادوں کی تعمیل ارشاد میں اذان کہی، آواز سن کر گھروں سے مرد عورتیں بے قرار روتی ہوئی نکل آئیں اور حضور ﷺ کے زمانہ کی یاد نے سب ہی کو تڑپا دیا۔

یہاں استدلال اس خواب سے نہیں ہے، بلکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سفر سے ہے۔ (تہذیب الاسماء واللغات ص ۱۳۶ ج ۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا شام سے قبر اطہر کی زیارت کے لئے آنا

(۲)......سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ملک شام سے قبر اطہر کی زیارت کے لئے تشریف لائے، مدینہ منورہ پہنچ کر آپ ﷺ کی بارگاہ میں سلام پیش کیا اور واپس ملک شام تشریف لے گئے۔ (شفاء قاضی عیاض ص ۷۰ ج ۲)

عمرؓ کا کعب احبارؒ کو بیت المقدس سے روضہ کی زیارت کے لئے لانا

(۳)......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب ملک شام فتح ہوا، بیت المقدس کے باشندوں نے صلح کر لی، اور حضرت کعب احبار رحمہ اللہ اسلام سے مشرف ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ بڑے خوش ہوئے، اور واپسی کے وقت حضرت کعب احبار رحمہ اللہ کو پیش کش کی کہ وہ بھی مدینہ منورہ ساتھ چلیں، اور قبر اطہر کی زیارت سے شرف یاب ہوں۔ حضرت کعب احبار رحمہ اللہ نے آپ کی دعوت کو قبول فرما کر آپ ہی کی معیت میں مدینہ منورہ کا سفر فرمایا اور سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبر اطہر پر حاضری دی اور سلام پڑھا۔

ففرح عمر باسلام کعب الاحبار ، ثم قال : ھل لک ان تسیر معی الی المدینة ‘ فتزور قبر النبی صلی الله علیه وسلم و تمتع بزیاره ‘ فقلت: نعم یا امیر المؤمنین

افعل ذلک۔(شفاء السقام ص ۵۶، زرقانی ص ۳۴۲ ج ۸۔فتوح الشام ص ۱۵۴)

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا شام سے مدینہ سلام کے لئے قاصد بھیجنا

(۴)......حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ملک شام سے مدینہ طیبہ سلام پیش کرنے کے لئے مستقل طور پر قاصد کو بھیجتے تھے۔(شفاء قاضی عیاض ص ۶۹ ج ۲)

ایک بدو کا قبر پر سلام پیش کرنا اور مغفرت کی بشارت کا عجیب واقعہ

(۵)......محمد بن عبیداللہ عتبی کہتے ہیں کہ: میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو قبر اطہر پر زیارت کے لئے حاضر ہوا' اور حاضری کے بعد ایک جانب بیٹھ گیا، اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار بدوانہ صورت حاضر ہوئے اور آ کر عرض کیا: یا خیر الرسل! (اے رسولوں کی بہترین ذات ﷺ) اللہ جل شانہ نے آپ پر قرآن شریف میں نازل فرمایا:

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾۔

ترجمہ:......اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے نفس پر ظلم کر لیا تھا آپ کے پاس آ جاتے اور آ کر اللہ تعالیٰ شانہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لئے معافی مانگتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا پاتے۔(سورۂ نساء، آیت نمبر:۶۴)

اے اللہ کے رسول! میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں اور اللہ جل شانہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں، اور میں آپ کی شفاعت کا طالب ہوں، اس کے بعد وہ بدو رونے لگے اور یہ شعر پڑھے ۔

یا خیر من دُفنت بالقاع اعظمه فطاب من طیبهن القاع والاکم

نفسی الفداء لقبر انت ساکنه فیه العفاف و فیه الجود والکرم

اے بہترین ذات ان سب لوگوں میں جن کی ہڈیاں ہموار زمین میں دفن کی گئیں، کہ ان کی وجہ سے زمین اور ٹیلوں میں بھی عمدگی پھیل گئی۔

میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ مقیم ہیں کہ اس میں عفت ہے' اس میں جود ہے' اس میں کرم ہے۔

اس کے بعد انہوں نے استغفار کی اور چلے گئے، عتبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: ذرا میری آنکھ لگ گئی تو میں نے نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی، حضور ﷺ نے فرمایا کہ: جاؤ اس بدو سے کہہ دو کہ: میری سفارش سے اللہ جل جلالہ نے ان کی مغفرت فرما دی۔

(ذکرہ ابن عساکر فی تاریخہ وابن الجوزی وغیرھما باسانید ھم ،کذا فی:شفاء الاسقام' والمواھب ، وذکرہ الموافق مختصرا)

اکثر حضرات نے یہی دو شعر نقل کیے ہیں، مگر امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی مناسک میں اس کے بعد دو شعر اور نقل کئے ہیں۔

انت الشفیع الذی ترجی شفاعتہ على الصراط اذا ما زلت القدم

و صاحباک لا انساھما ابدا منی السلام علیکم ما جری القلم

آپ ایسے سفارشی ہیں جن کی سفارش کے ہم امیدوار ہیں، جس وقت کہ پل صراط پر لوگوں کے قدم پھسل رہے ہوں گے۔

اور آپ کے دو ساتھیوں کو تو میں کبھی نہیں بھول سکتا، میری طرف سے تم سب پر سلام ہوتا رہے جب تک کہ دنیا میں لکھنے کے لئے قلم چلتا رہے (یعنی قیامت تک)۔

نوٹ:...... تفصیل کے لئے دیکھئے! ''عمدۃ المناسک'' ص:۶۹۰/اور: فضائل حج ص۱۰۲۔

دعائے انس (بن مالک رضی اللہ عنہ)

عمر بن ابّان سے روایت کی گئی ہے، انہوں نے فرمایا کہ: حجاج نے مجھے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو لانے کے لئے بھیج دیا اور میرے ساتھ کچھ گھڑ سوار اور کچھ پیادے تھے، چنانچہ میں ان کے پاس آیا اور آگے بڑھا تو میں نے دیکھا وہ اپنے (گھر کے) دروازے پر پاؤں پھیلا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے عرض کیا: ''امیر کا حکم مان لیں، امیر نے آپ کو بلایا ہے''۔ فرمایا: ''امیر کون ہے''؟ میں نے عرض کیا: ''حجاج بن یوسف''۔ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرے، تمہارے امیر نے سرکشی، بغاوت اور کتاب وسنت کی مخالفت کی ہے، لہذا اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا''۔ میں نے کہا: ''بات مختصر کیجئے اور امیر کے حکم کا جواب دیجئے'' تو وہ ہمارے ساتھ چلے آئے، جب حجاج کے پاس آئے تو حجاج نے پوچھا: ''کیا تو انس بن مالک ہے؟'' فرمایا: ''جی ہاں''۔ حجاج نے کہا: ''کیا تو وہ شخص ہے جو ہمیں برا بھلا کہتا، اور بد دعائیں دیتا ہے؟'' فرمایا: ''جی ہاں! یہ تو میرے اور تمام مسلمانوں پر واجب ہے، کیونکہ تو اسلام کا دشمن ہے، تو نے اللہ کے دشمنوں کی عزت افزائی کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو ذلیل کیا ہے''۔ حجاج نے کہا: ''معلوم ہے میں نے تجھے کس لئے بلایا ہے؟'' فرمایا: ''نہیں معلوم''۔ حجاج نے کہا: ''میں تجھے بری طرح قتل کرنا چاہتا ہوں''۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر میں تیری بات کے صحیح ہونے کا یقین رکھتا تو اللہ کو چھوڑ کر تیری عبادت کرتا اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان میں شک کرتا کہ انہوں نے مجھے ایک دعا سکھائی تھی اور فرمایا تھا: ''جو بھی صبح کے وقت یہ دعا کرے گا اس کو تکلیف پہنچانے پر کوئی شخص قادر نہیں ہو سکے گا اور نہ کسی کو اس پر قدرت حاصل ہو سکتی ہے اور میں آج صبح یہ دعا کر چکا ہوں''۔ حجاج نے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے وہ دعا سکھا دیں''۔

فرمایا: ''تو اس کا اہل نہیں''۔ حجاج نے کہا: ''ان کا راستہ چھوڑ دو، یعنی ان کو جانے دو'' جب انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہاں سے نکلے تو دربان نے حجاج سے کہا: ''اللہ تعالی امیر کی اصلاح کرے، آپ تو کئی دنوں سے ان کی تلاش میں تھے، جب آپ نے ان کو پالیا تو ان کو چھوڑ دیا؟ حجاج کہنے لگا: ''اللہ کی قسم میں نے ان کے کندھے پر دو شیر دیکھے، جب بھی میں ان سے گفتگو کرتا تھا وہ میری طرف لپکتے تھے جیسے (میرے اوپر حملہ کرنا چاہتے ہوں) تو اگر میں ان کے ساتھ کچھ کرتا تو میرا کیا حال ہوتا''۔ پھر جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وہ دعا اپنے لڑکے کو سکھائی جو درج ذیل ہے:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

بِسۡمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ، بِسۡمِ اللّٰهِ خَيۡرِ الۡاَسۡمَاءِ ، بِسۡمِ اللّٰهِ الَّذِیۡ لَا يَضُرُّ مَعَ اِسۡمِهٖ شَیۡ ءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ، بِسۡمِ اللّٰهِ افۡتَتَحۡتُ' وَبِاللّٰهِ خَتَمۡتُ ' وَبِهٖ آمَنۡتُ، بِسۡمِ اللّٰهِ اَصۡبَحۡتُ' وَعَلَی اللّٰهِ تَوَكَّلۡتُ، بِسۡمِ اللّٰهِ عَلٰی قَلۡبِیۡ وَ نَفۡسِیۡ ' بِسۡمِ اللّٰهِ عَلٰی عَقۡلِیۡ وَ ذِهۡنِیۡ' بِسۡمِ اللّٰهِ عَلٰی اَهۡلِیۡ وَمَالِیۡ ' بِسۡمِ اللّٰهِ عَلٰی مَا اَعۡطَانِیۡ رَبِّیۡ ، بِسۡمِ اللّٰهِ عَلٰی شَافِیۡ' بِسۡمِ اللّٰهِ الۡمُعَافِیۡ' بِسۡمِ اللّٰهِ الۡوَافِیۡ، بِسۡمِ اللّٰهِ الَّذِیۡ لَا يَضُرُّ مَعَ اِسۡمِهٖ شَیۡ ءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ، هُوَ اللّٰهُ' اَللّٰهُ رَبِّیۡ لَا اُشۡرِکُ بِهٖ شَيۡئًا، اَللّٰهُ اَكۡبَرُ' اَللّٰهُ اَكۡبَرُ' اَللّٰهُ اَكۡبَرُ' اَللّٰهُ اَكۡبَرُ، وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ مِمَّا اَخَافُ وَاَحۡذَرُ، اَسۡاَلُکَ اللّٰهُمَّ بِخَيۡرِکَ مِنۡ خَيۡرِکَ الَّذِیۡ لَا يُعۡطِيۡهِ غَيۡرُکَ، عَزَّ جَارُکَ' وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ' وَلَا اِلٰهَ غَيۡرُکَ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ شَرِّ نَفۡسِیۡ، وَمِنۡ شَرِّ كُلِّ سُلۡطَانٍ، وَمِنۡ شَرِّ كُلِّ شَيۡطَانٍ مَّرِيۡدٍ، وَمِنۡ شَرِّ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيۡدٍ، وَمِنۡ شَرِّ كُلِّ قَضَاءِ سُوۡءٍ، وَمِنۡ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنۡتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ، اِنَّ رَبِّیۡ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ، وَاَنۡتَ عَلٰی كُلِّ شَیۡ ءٍ حَفِيۡظٌ ﴿اِنَّ وَلِیَّ اللّٰهُ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّی الصّٰلِحِيۡنَ﴾ اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡتَجِيۡرُ' وَاَحۡتَجِبُ بِکَ

مِنْ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْتَہُ، وَاَحْتَرِسُ بِکَ مِنْ جَمِیْعِ خَلْقِکَ وَکُلِّ مَا ذَرَأْتَ وَبَرَأْتَ، وَاَحْتَرِسُ بِکَ مِنْھُمْ، وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ، وَاُقَدِّمُ بَیْنَ یَدَیَّ فِیْ یَوْمِیْ ھٰذَا وَ لَیْلَتِیْ ھٰذِہٖ وَسَاعَتِیْ ھٰذِہٖ وَشَھْرِیْ ھٰذَا، وَاُقَدِّمُ بَیْنَ یَدَیَّ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، اَللّٰہُ الصَّمَدُ، لَمْ یَلِدْ، وَلَمْ یُوْلَدْ، وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ﴾ عَنْ اَمَامِیْ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، اَللّٰہُ الصَّمَدُ، لَمْ یَلِدْ، وَلَمْ یُوْلَدْ، وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ﴾ مِنْ خَلْفِیْ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، اَللّٰہُ الصَّمَدُ، لَمْ یَلِدْ، وَلَمْ یُوْلَدْ، وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ﴾ عَنْ یَّمِیْنِیْ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، اَللّٰہُ الصَّمَدُ، لَمْ یَلِدْ، وَلَمْ یُوْلَدْ، وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ﴾ عَنْ شِمَالِیْ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، اَللّٰہُ الصَّمَدُ، لَمْ یَلِدْ، وَلَمْ یُوْلَدْ، وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ﴾ مِنْ فَوْقِیْ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، اَللّٰہُ الصَّمَدُ، لَمْ یَلِدْ، وَلَمْ یُوْلَدْ، وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ﴾ مِنْ تَحْتِیْ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ج اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ج لَا تَأْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ ط لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ط یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ ج وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ج وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ﴾ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا م بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ﴾ (سات سات مرتبہ پڑھیں)۔ وَنَحْنُ عَلٰی مَا قَالَ رَبُّنَا مِنَ الشَّاھِدِیْنَ ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ﴾۔ (سات سات مرتبہ پڑھیں)۔ از افادات: حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم۔

(عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی ص ۱۵۸ ج ۲۔ کنز العمال ص ۲۹۴ ج ۲۔ سبل الہدی والرشاد ص ۲۲۸ ج ۱۰)

سفر کے کچھ آداب، اور آپ ﷺ کی سنتیں

(۱)......آپ ﷺ جمعرات کو سفر کرنا پسند فرماتے تھے۔

(۲)......آپ ﷺ صبح کو نماز پڑھتے ہی سفر شروع فرماتے تھے۔

(۳)......رات میں سفر کا حکم فرمایا کہ زمین رات کو لپٹتی ہے، یعنی جلدی مسافت طے ہوتی ہے۔

(۴)......سفر کے لئے اچھے ساتھی کا انتخاب کرنا چاہئے۔

(۵)...... بلا عذر تنہا سفر نہ کرنا چاہئے۔

(۶)......سفر کا خرچ' سفر میں کھانے پینے کا سامان اور توشہ ساتھ رکھے۔

(۷)......سفر میں نکلنے سے پہلے دو یا چار رکعتیں پڑھ لیا کرے۔

(۸)......کسی مناسب ساتھی کو سفر کا امیر بنالے۔

(۹)......سفر میں: آئینہ' سرمہ دانی' کنگھی' مسواک' کھجانے کی لکڑی' قینچی' ساتھ رکھیں۔

(۱۰)......سفر میں سامان کی حفاظت کا اہتمام کرے۔

(۱۱)......سفر میں تقوی (یعنی گناہوں سے بچنے) کا خوب اہتمام کرے۔

(۱۲)......سفر سے واپس گھر والوں کے پاس آنے کا بہترین وقت رات کا شروع کا حصہ ہے۔

(۱۳)......آپ ﷺ سفر سے واپسی پر گھر میں دو رکعت پڑھتے تھے۔

(۱۴)......آپ ﷺ سفر سے واپسی پر بچوں سے ملاقات فرماتے۔

(۱۵)......سفر پورا ہو جائے تو واپسی میں جلدی کرے۔

(۱۶)......سفر میں غریب ساتھیوں پر خرچ کرنا' حسن خلق سے پیش آنا اور رفقاء سفر کے ساتھ خوش طبعی اختیار کرنا' شرافت وانسانیت کا کام ہے۔

نوٹ:......سفر کے آداب کی تفصیل کے لئے دیکھئے! شمائل کبری ص۲۷ اج ۳۔

سفر کی چند مفید دعائیں

(۱)......سفر میں :قل یایھا الکافرون، اذا جاء نصر اللہ ، قل ھو اللہ احد ، قل اعوذ برب الفلق ، قل اعوذ برب الناس ' پڑھ لیا کرے۔

(۲)......سفر کے ارادے کی دعا:''اَللّٰھُمَّ بِکَ اَصُوْلُ وَ بِکَ اَحُوْلُ وَبِکَ اَسِیْرُ''۔

(۳)......گھر سے نکلتے وقت کی دعا:''اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ، اِعْتَصَمْتُ بِاللّٰہِ، تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ''۔

(۴)......سواری پر بیٹھے تو یہ دعا پڑھے:''سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ، وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ، اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ فِیْ سَفَرِنَا ھٰذَا اَلْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی ، اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا ھٰذَا سَفَرَنَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَہٗ ،اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ ،اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَعْثَآءِ السَّفَرِ وَکَآبَۃِ الْمَنْظَرِ، وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ''۔(الدعاء المسنون ۳۴۴)

(۵)......تین مرتبہ''اَللّٰہُ اَکْبَر'' تین مرتبہ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ'' پڑھے، پھر''لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ، فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ'' پڑھ لیا کرے

(۶)......سامان کے اردگرد دائرہ کھینچ کر''اَللّٰہُ رَبِّیْ لَا شَرِیْکَ لَہٗ'' پڑھنے سے سامان محفوظ رہے گا۔

(۷)......کسی بستی میں پہنچے تو:''اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْھَا'' تین مرتبہ پڑھے، پھر یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاھَا ، وَجَنِّبْنَا وَبَاھَا، وَحَبِّبْنَا اِلٰٓی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا اِلَیْنَا''۔

(۸)......سفر سے واپسی پر یہ دعائیں پڑھیں:''تَوْبًا تَوْبًا لِرَبِّنَا اَوْبًا لَا یُغَادِرُ عَلَیْنَا حَوْبًا'' اور''اٰئِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ ، تَائِبُوْنَ ، سَاجِدُوْنَ ، لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ''اور''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لَّنَا بِھَا قَرَارًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا''۔(الدعاء المسنون۔شمائل کبری ج ۳)